

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الذي هدانا لهذا الذي كنا لنهتدي لولا أن هدانا الله. الصلاة على من ارسله بشيرا ونذيرا **قوله** هذا القائل نے جنس بشر یعنی نبی و ن پر ایک دین کہ حاصل دین مطابق امر الہی کہ اعتقاد و عمل و عبادت کہ طریق مختلف ہیں خواہ اسکی عقل میں آوے یا نہ آوے قبول کرنا ہے چنانچہ عیسائیوں میں تثلیث کو توحید جاننا ہے۔ ہمارے یہاں تری و تقہ یعنی دنا تری کو توحید جاننا ہے **اقول** بیشک یہ سچ ہے کہ جنس بشر مکلف پر ایک دین جو مطابق امر الہی کے ہو قبول کرنا ہے لیکن ہر گروہ کا شخص اسی بات کا مدعی ہے کہ ہمارا دین ^{مطابق} امر الہی ہے حالانکہ یہ محال ہے کہ ہر فرقہ کا یہ دعویٰ حق ہو ورنہ اجتماع ضدین لازم آجائے گا مثلاً سرائوگ والے و نیز بعض ہنود مدعی ہیں کہ بچ جانور کا حرام ہے اور مسلمان و نصاریٰ و یہود و بعض یہود جائز رکھتے ہیں اسبطحہ ایک فرقہ بت پرستی جائز کہ درود سرائوگ جائز و کفر بتاتا ہے اور ضرور ہے کہ مطابق امر الہی ایک ہی ہوگا غور

اگر وہ جتنے فرستے خدا کو مانٹے، اسے ہین ان میں اکثر ایسے ہین کہ خدا کا رسول کا ایک
 شخص بانی و مظهر دین ہو کر مدعی ہوا کہ میں خدا کا رسول یا اوتار ہوں اور وہی
 بانی و مظهر قواعد بنا کر مظهر ہوا کہ یہ کلام خدا کا ہے اور خدا کا کلام اور خدا کا رسول
 و اوتار جانتا اور ماننا مستلزم ہے اس بات کا کہ خدا کو پہلے جاننے پھر اس کے کلام یا
 اس کے رسول اور اوتار کو ماننے پس اگر خدا کا جاننا رسول یا کتاب سے ہو تو دور
 لازم آتا ہے جو یقیناً محال ہے لہذا ضرور ہوا کہ خدا کو عقلی دلیل سے پہچاننے کا
 اور عقلی دلیل ثابت کرتی ہے کہ تثلیث حقیقی کو توحید حقیقی جانتا بالکل غلط امر
 اور بے سرو پا ہے۔

ہر گاہ دو چیزیں یا ہم باعتبار ذات کے ضدین اور دونوں فی نفس الامر
 تفضیلین ہوں تو ان کا اجتماع محل واحد و زمان واحد میں ایک جہت سے
 محال ہے۔ خواہ وہ دونوں واجب ہوں یا غیر واجب۔ دیکھو واحد حقیقی کا
 تلبس صحیح نہیں اور تلبس کا صحیح ہے یعنی ایک۔ اور تین نام ہے مجموعہ احاد
 تلبس کا پس اگر تثلیث حقیقی کو توحید حقیقی مانا جائے تو لازم آتا ہے کہ واحد جو
 جو ہے احاد تلبس کا وہ کل ہو اور جو کا کل عقلاً محال ہے۔ اس محال سے عللاً
 ایک محال اور لازم آتا ہے وہ یہ کہ اتنا تعالیٰ مرکب ہو اجزاء غیر متساویہ بالفعل
 سے اور یہ باطل ہے دیکھو صورت مذکورہ میں حقیقتہً کل و جز ایک ہی ہے
 اور جب کل مرکب ہو تو اجزا ہی مرکب ہو گئے اور کل اپنے اجزاء سے مستعد

الحقیقۃ تھا اس طرح اور سکے خُراپے اخرا سے متحد الحقیقۃ ہونگے علیٰ ہذا القیاس
 اخرا والا خرا ہی و نیز لازم ہوگا کہ واحد حقیقی اپنے نفس کا اور واحد حقیقی ایک مثل
 شمش کا ہو یہ بدیہی البطلان ہے۔ پہر اگر کہو کہ تثلیث حقیقی اور توحید اعتباری
 ماننے میں اور سکا جواب یہ ہے کہ ایا ہر ایک متصف بصفات کمال ہے یا بعض میں
 کوئی گون (صفت) اور بعض میں کوئی۔ جیسا بعضے خود سے مناجاتا ہے صورت
 اول میں برہان ثمانیہ جاری ہوگی مثلاً فرض کرو ایک نے چاہا زید کو پیدا کرنا
 دوسرے نے چاہا حکم اول نے چاہا وہ نہ ہو اگر دو وزن کا چاہا ہو تو اجتماع ضد
 لازم آتا ہے ورنہ جسکے مطابق ہوگا وہ متصف بصفات کمال ہو اور دوسرا ناقص
 اور یہ خلاف مفروض ہے صورت ثانی ہی باطل ہے کیونکہ غیر مجمع صفات
 کمالیہ خدا نہیں ہو سکتا یہ ہی خلاف مفروض ہو کیونکہ ہر ایک کو خدا مانا گیا ہے
 بنا برین کہ تثلیث حقیقی مائی تہی اور توحید اعتباری۔

اب اگر برعکس کے کو یعنی توحید حقیقی اور تثلیث اعتباری تو مآل اس دعوے کا
 یہ ہوگا کہ واجب بسیط نہیں مرکب سے اسکا بیان مطلوبات میں مرقوم ہے مختصراً
 کہ وہ اخرا سب کے سب ممکن ہونگے یا واجب یا بعض واجب بعض ممکن پہلی صورت
 منافی ہے ذات واجب کی اور صورت ثانی منافی الیام ماہیت کے ہے اسلئے
 کہ ہر واجب نیاز اور استغنی ہوگا دوسرے سے (جیسا کہ شان واجب کی ہے)
 یہ ہر کیسے ترکیب ہو سکتی ہے صورت ثالث میں جو ممکن محتاج و معلل جزو واجب کا

ہوگا۔ پھر واجب دامن کا مجموعہ واجب کیسے ہو سکتا ہے پس واضح ہو کہ تہلیل کو
 توحید جاننا غلط محض اور خیال باطل و وہم عاقل ہنہ ہر گاہ اصل دین (کہ توحید) میں
 اسکی ٹھیک نہیں تو مبالغت اور کاکیا ٹھکانا ہے **قولہ** تمہارے علم سے توحید کا
 شیع ہونا ثابت **اقول** خیر الزاد سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ مومن مصداق آیت
 آیت کے نہیں نہ کہ آیت کہ مثبت شفاعت کہا ہے تاکہ تم کہہ سکو مومن نہ ہوے تو کا
 ہو عریان ہم کہتے ہیں کہ مخاطب مشرکین ہیں اور اس آیت میں دعویٰ مشرکین کا
 استیصال ہے دیکھو مطلب اسکا یہ ہے سفارش کر سنے والا عاقل و فہم ہونا چاہئے۔
 توحید کو نہ عقل ہے نہ کچھ وجہ نہ کوئی اختیار پھر وہ تمہارے شیع کیونکر ہو سکتے ہیں۔
 بقول کسیکے پر خود ویرمان شفاعت کیسکی کرین **قولہ** تو سل غوث اعظم الخ۔
اقول ہماری شریعت میں ایسی باتوں کا ہرگز ثبوت نہیں۔ ہاں انبیاء اولیاء۔
 شہداء کی شفاعت کرنا ثابت ہے **قولہ** جبکہ نام اوغون نے شفاعت رکھا ہے۔
 اسکی توحید میں خلل نہیں کرتے۔ ہماری توحید میں کیونکر خلل آتا ہے **اقول**
 تمہاری توحید کا حال سابقاً معلوم ہو چکا ہے ہم یہ کہتے ہیں کہ شیع گئے سے تمہاری
 توحید میں خلل آتا ہے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ بت تمہارے شیع ہی نہیں ہو سکتے۔ تم
 لاکھ اور نہیں بناؤ تو کیا ہوتا ہے **قولہ** شریک فی اللہ الخ **اقول** تمام جہ
 کا بیان طوالت ہے لہذا دونوں مقدموں پر ذیل میں سب کے جو مختصر
 تحریر کرتا ہوں۔

مقدمہ اول

ایک دین کے بعض جزئیات امور اگر دوسرے دین کے بعض جزئیات کے موافق یا مساوی یا مشابہ ہوں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دونوں دین حق یا مساوی درجہ کے ہو یا دین مشابہ دہریہ کے یہاں چوری کرنا خون ناحق کرنا جیسا ہی موجدین کے یہاں بھی برابر ہے علیٰ ہذا انصاری تثلیث کے قائل ہیں یہودی لیکن یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ دہریہ اور موجد ایک ہیں یا یہودی و انصاری برابر ہیں۔ اس طرح مسلمان یہودی و مجوسی جیسے بعضے یہودی گوشت کھاتے ہیں اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ سب کا وہ بھی ایک سا ہو جاوے۔ غایت مافی الباب یہ کہ اس جزئی خاص میں فی الحکملہ مسلم اور مسلم۔ پہرا سکا کیا نتیجہ۔

مقدمہ ثانی

اگر کوئی فعل کسی شخص نے کیا اور اوس کا رواج یا رشتہ رشتہ او سے لوگ عوام سے دین میں شمار کرنے لگے اور وہی فعل دوسرے دین میں ہو عام اسباب سے کہ وہ واقعی اوس دین کا ہو یا موجد اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ فعل دین ثانی میں عمدہ ہے اول میں ہی عمدہ ہو یا جو عیب اس دین پر عاید ہوتا ہے وہی اس پر عاید ہو۔ پس تمہارے بتائے ہوئے جزئیات سے بعض ایسے ہیں کہ مسلمان اور یہودی و دونوں کے یہاں برتے جاتے ہیں لیکن حکم مقدمہ اولیٰ مساوی ایک دین کی روش سے لازم کہاں اور بعض امور جیسا کہ عظیم الناس یا متحدہ دن کے

گھڑے ہوئے ہیں اسلام کے نہیں اور حکم مقدمہ ثانیہ اوسکا دلائل سے عیب نہ
 تو اس سے اسلام پر کیا عیب پس اون جزئیات امور شرک کے بیان سے مذہب
 اسلام و مسود سے مساوات ظاہر کرنا کیا نافع **قولہ** پر اپنی بیویوں پر حرام الخ
اقول سیر باغ وغیرہ شرمیت میں مسلمانوں کی عورتوں پر حرام نہیں بلکہ طہیکہ
 موافق شریعہ کے ہو اور کوئی خدشہ فتنہ و فساد کا نہ ہو۔ اور پردہ تو تھنے ہی تسلیم
 کیا ہے پھر اعتراض کیا۔ **قولہ** ہم ایسا ظلم عورتوں پر روا نہیں رکھتے
اقول اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہو گا کہ عورت بیوہ جو کبھی زوج سے ہم بستر
 نہ ہوئی ہو یا ہوئی ہی ایک دودھ وہ تمام عمر زندہ درگور رکھی جائے اور بکام
 مانی مثل ماہی بے آب ٹٹپ ٹٹپ کر جائے۔ اور مسلمانوں میں جو ایسا کرتے
 ہیں وہ اول تو ذوق عوام سے ہیں دویم یہ فعل شرعی طور سے نہیں بلکہ خلاف
 شریع ہے محض رواجی بخلاف مسود کہ ان کے یہاں یہ امر امر دین سے ہے چنانچہ
 گجراتی زبان کے اخبار میں جو مطبوعہ ممبئی واقع ۱۷- اگست ۱۹۴۷ء ہے
 پٹنٹ صاحب مہتمم اخبار لکھتے ہیں کہ موافق مذہب ہنود جب تک اس سے
 ایک زندہ ہو سکے باطل نہیں ہوتا اسبطحہ تیر کہ میں موافق مسٹر لڑکے کے
 وارث ہوتے ہیں پناہت محروم سواسے اسکے اور بت ظلم صریح ہیں جو عورتوں
 پر تہمیدے یہاں عبادی ہیں اور جائزہ بخلاف اسلام کہ ان میں سے ایک ہی
 نہیں **قولہ** خود تھمارے یہاں ایک طریق حق نہیں ٹھہرتا ایسے اختلاف

رکھتے ہو یا **اقول** اگر اختلاف ہونا موجب عدم حقیقت اسلام ہے
 تو مذہب ہندو بموجب تمہارے اقوال کے غیر حق ہے کیونکہ تم کہہ چکے
 ہو کہ ہمارے یہاں ہی کسی فریق میں اور دراصل یہ کھانا ہی غلط ہے
 کہ تمہارے یہاں ایک طریق حق نہیں ٹھہرتا کیونکہ ہمارے یہاں ایک
 ہی طریق انا سنت جماعت کا حق ہے اسی پر ہم بلا تے ہیں اور جو اختلاف
 اسکے اندر ہے وہ اختلاف لا اختلاف کا حکم رکھتا ہے اس واسطے کہ ہول
 میں چاروں مذہب ہمارے متفق ہیں البتہ اختلاف فروعات میں ہے
 جو اجتہاد ہی ہے اور تم کو جنت ملنا تعزیم ہے تمہارے دین کے حق
 ہونے کے لئے اور وہ غیر ثابت ہے اور ہمارا امید وار جنت ہونا جب
 وعدہ حق حق ہے کہ دین کی حقیقت ہمارے بخوبی ثابت کا منظر علیک
 عن غریب انشاء اللہ تعالیٰ فانتظرہ **قولہ** تمہیں کیا دلیل و تجربہ ہے
اقول ہمارے دین کی سچائی پہ بہت سی اولہ ہیں نجد اسکے ایک
 محضر صادق کی پیشین گوئی ہے قال ابن السیپ انخبرنی ابو ہریرہ
 ان رسول اللہ ﷺ اتبع علیہ وسلم قال لا تقوم الساعة حتی یرفع نار
 من ارض الحجاز و یغزو اعناق الابلہ بصری کہا ابن السیپ نے مجھے
 ابو ہریرہ نے خبر دی کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ اتبع علیہ وسلم نے
 کہ قیامت قائم نہ ہوگی تا وہ نجد حجاز کی زمین سے اگ سکے جس سے

روشن ہو جائیں گی گردنیں اونٹوں کی لہرے میں انتھے امام نووی
مناخ فرماتے ہیں تحقیق نکلی ہمارے زمانہ میں مدینہ کے اندر ^{۱۰۰}۱۰۰
شرقی جانب سے یہ آگ اور تو اتر کو پہنچا اسکا علم جمیع اہل شام و دیگر
بلاد کے نزدیک اور مجھے اوس شخص نے خبر دی جو اوسوقت مدینہ
میں موجود تھا ایسی خبر سوائے سچے پیغمبر کے کون دے سکتا ہے بخاری
وسلم اس سے چار سو برس پہلے تصنیف ہو چکی تھی حمین یہ خبر درج ہے
اب کون شک کر سکتا ہے۔

دوسری دلیل قول حق تعالیٰ کا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون
الایہ یعنی امانی یہ نصیحت (قرآن) اور ہم اسکے نگہبان ہیں قرآن
کی یہ نشین گوئی کہ اسکا نگہبان خدا ہے جس سے تغیر و تبدل سے یہ
محفوظ رہے گا کس قدر ٹھیک اور صحیح ہے واقعی آج تک ایسا ہی رہا اور
رہے گا کہ کوئی تغیر اس میں نہ ہوا نہ ہو جسکی شہادت مخالف بھی دیتا ہے
دیکھو آئراہیل ولیم میور اپنی کتاب کی جلد اول صفحہ ۲۷ میں لکھا ہے
بنایت تو ہی گمان پر ہم اقرار کرتے ہیں کہ ہر ایک فقہ قرآن کا صحیح اور
اور بلا تبدل محمد ہے کا کہا ہوا ہر اسکے نتیجہ میں جیسا کہ دان ہیبر نے
کہا ہے یہ کہتے ہیں کہ قرآن کو بالیقین ہم ایسا ہی محمد کا کلام سمجھتے ہیں
جیسا کہ مسلمان اسکو کلام الہی سمجھتے ہیں اسنے جب تیرہ سو برس تک

اسمین کوئی تغیر و تبدل نہ ہوا ایسا ہی یقین رکھو کہ آئندہ بھی یہ منجھوٹا
 رہے گا اسکی حقیقت کی بھی یہی دلیل ہے کہ کلام الہی ہے تیسری دلیل
 جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنی تھے کیسے پڑھانے لکھانے ثابت
 القرآن الہیاً اور بارہا کفار کو سنایا گیا کہ یہ آدمی ہن اور کیسے اسکے
 خلاف ثابت نہ کر رکھا یا سر جان ڈیون پورٹ اپنی کتاب کے صفحہ ۱۱ کے
 حاشیہ میں سوانح عمری حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیان کے باب سے یہ عبارت
 نقل کرتا ہے (حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بے پڑھے تھے
 حضرت موسیٰ انتھے اپس باوجود اتنی ہونے کے آپنے یہ دعوے کیا کہ
 جس کی کو اس کلام کے کلام الہی نہیں شک ہو وہ اسکی مثل کیا۔ ایک سورۃ
 ایک آیت بنا لائے باوجود سخت عناد کے عرب العربا مقابلہ نہ کر سکے جسکے
 فصاحت و بلاغت کے عالم پر سکے جسے ہونے بچھے پر صحت و دعوت اور حقیقت
 و صحت رسالت میں کو فائز و دباقی رہا۔ ماسوا اسکے ہزاروں معجزے اور نشین گویا
 اسلام کے حق ہونے پر دال ہیں جسے صرف نمونہ کے طور پر اسی پر اختیار کیا۔
 کیونکہ ہر جگہ ہی اختیار کیا ہے **قولہ** تو پھر جو تمہاری کتاب میں ہے۔
 یعنی بڑے نہ مانینگے تیرا کہا۔ الی آخر۔ **اقول** متعصب یہود و نصاریٰ کہتے
 کہہ کو یوں سمجھاتے تھے کہ خلائج ہجرہ اس نبی سے طلب کرو جو اپنا رات
 و نشین گویا انہی سب سے سابقین و محرمہ کتب سابقہ کے خلاف ہوا۔

خلاف کے وقوع سے الزام اور تکذیب کا موقع خوب ہاتھ آئے۔ مثلاً
استثنائے باب ۱۸۔ آیت ۱۰ میں ہے زمین اور آسمان کے لئے اُن کے
جہانوں میں سے جیسا ایک نبی برپا کر دیا گا اور اپنا کلام اُس کے منہ
میں ڈال دیا گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی موعود کو خدا اپنا کلام ٹکڑے
ٹکڑے دینا ہی صراطِ یسعیٰ باب ۲۸۔ آیت ۱۰ حکم پر حکم حکم پر حکم قانون
پر قانون قانون پر قانون ہوتا جاتا توڑا پھان تھوڑا دھان انج اس
عبارت سے معلوم ہوا کہ وہ قانون و حکم نہ ایک وقت میں اترے گا
بلکہ جگہ اب اگر موافق استدعا کے کفار دین نومن رقیق تھے تیر
میں کہتے باقرہ یعنی ہم یقین نہ کریں گے تیرا چڑھنا جب تک نہ اوتا لائے
ہم پر کتاب جو ہم پڑھیں (خداوند کریم و حکیم قرآن کو ایک وقت میں
مازل فرماتا تو یہود و نصاریٰ وغیرہ کو یہ موقع ملتا کہ اگلے پیغمبر و ن
سے یہ جزوی تھی کہ یہ قانون متفرق اوقات میں اترے گا اور یہ ایک
وقت میں اترتا تو ضرور ہوا کہ بھواب اس استدعا کے بھی کہا جائے۔
سبحان ربی بل کنت الانبیا رسولا علیٰ ہذا القیاس اور پانچ باتوں کا وقوع
اپنے اپنے وقت اور محل پر کلام انبیاء میں مذکور ہے اگر موافق خدا ہو
کفار عند السوال اور نکاح و تہ و کہن یا عاتما تو میعاد مقررہ کا بطلان ظاہر تھا
لہذا جواباً سبحان ربی فرمایا عین بر محل ہوا و وسر جواب عاتما

ہوں جاری ہے کہ موافق احوال قوم کے انبیاء کو مجھ سے علاوہ کر دیا جائے
 نہ یہ کہ مرسل علیہم کو وکیل بنا کر اختیار دیا جاتا ہو کہ جو پانچ محل سے پہلے نکل
 طلب کرتے رہیں اور انکا بھی انکو مسئلہ نہ ہو دے دے پائے تیسرے جواب
 اظہار معجزے کی غایت یہ ہوتی ہے کہ لوگ دیکھیں اور تصدیق رسالت
 ہا کہ اسکے واسطے سے ایمان لے آئیں اور یقین ہے ایسا ہے کہ رسول
 کو فی الحجاب بھی اوستے امید ایمان کی ہو اور جبکہ یہ طلب محض عناد و اثبات
 ہو اور ایمان نہ لاسکے پر قرآن تو ہی موجود ہوں تو اسوقت میں ہوا
 سبحان ربی ہن کانت الالبشر اسولا کے اور جواب ہی کیا چاہیے اگر کوئی
 کہے کہ ان مشرکین کا معجزہ طلب کرنا عناد ہی تھا اسکے یہ کیا ثبوت۔
 اسکا جواب یہ ہے کہ خود الفاظ سوال سے یہ امر مترشح ہے (یا میرا بیٹے
 کہے بموجب آسمان ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرا دے) پہلا کوئی عاقل طالب
 حق یہ کہے گا کیا یہ کام کر نہیں تو آسمان ہمارے اوپر گر کر ہمیں بارود
 یہ باتیں عناد کی نہیں تو کیا قول واجب ندیان روان نہ کر سکے
 پھر معجزات کیسے الخ اقول ندیان روان نہ کرنا مستلزم اس امر
 کا نہیں کہ کسی معجزے کا صدور ہی جناب رسالت سے نہ ہو اور
 ورنہ دلیل ملازمہ بیان کر دیا ہے اسطرح معجزہ شق القمر آسمان کے
 ٹکڑے نہ کر دینے سے باطل نہیں ہوتا اسلئے کہ اولاً تو آسمان کا ٹکڑا

ہونا وقت پر موقوف ہے دوسرے ادنیٰ ہلاکت کا باعث ہی تھا۔
 بخلاف شق القمر کے اور فشتون کے زاداتار نے کا جواب ہی خود قرآن
 نے دیا ہے باین طور کہ اگر رسول فرشتے ہوتے جب ہی کفار کو شبہ رہتا
 اور انکا لا علاج دہم رفع نہ ہوتا اسلئے کہ فرشتے اگر اصلی صورت پر آتے تو
 انکے دیکھنے کی طاقت انکی آنکھ میں کہان اور اگر انسان کی صورت
 میں ہوتے تو انکی تکذیب کر کے شل درخواست سابقہ پر ہی درجوا
 کرتے قولہ ہزابل مذہب اپنے ابائی مذہب کی قید میں عادیہ مہر
 الخ اقول ہر چند کہ سرور ہو آبائی مذہب پر مگر اس سے آبائی مذہب کی
 مفید ہونے کی دلیل کیا ہے اور طالب حق حق کے روبرو مصیبت کو مصیبت کہ
 شمار کرنا سے راہ دشمن کے خوف سے راہ حق چھوڑنے کیا دنیا میں کوئی ایسا ہی
 آدمی ہے کہ اپنے ضروری کام سے (اجرو من کسی مصیبت کے) منہ موڑے
 نہیں ہرگز نہیں قولہ تصدیق بن دیکھے خدا کے الخ اقول بن دیکھے
 کاغذ ہر فرقہ میں ہے علاوہ ازین اسلام میں بن دیکھے او سکی وجوہت
 کو دیکھ سے زیادہ ثابت کر دکھایا ہے مگر جب اولہ کر دیکھو ہی سو جے تو کبھی
 گرنے بلکہ برزخ شہرہ شہم بد شہم آفتاب را چہ گناہ۔ اور اگر دیکھنے کی تہرجانی
 اور مشرق کو بن ہوتا۔ قولہ کتب ہی جو چاد میں انین دیکھو تو احکام نہایت
 کے سوائے حق شناسی میں ہی مختلف ہیں (اقول) چاروں میں حق شناسی

کی توحید (چہر دار و مدار دین کا ہے) ایک ہی طرز و ہے اور صفات
 باری ہی اسی عنوان سے ثابت یہ نہیں کہ ایک مین توحید ہے ایک
 تشکیث۔ اور ناسخ نسخ اخبار مین نہیں ہوتا۔ احکام مین ہوتا ہے جسکی صورت
 یہ ہر کہ ایک وقت مین اہل زمانہ کے موافق ایک طرز سے حکم ہوا دوسرے وقت مین
 اسوقت کے مناسب دوسرے طرز سے حکم ہوا یہ نہ خلاف عقل ہے نہ خلاف نقل
 ہو تو بیان کرو۔ طرہ یہ کہ چار ملک کے حال سے معلوم کرو کہ ہندو کے یہاں ہی
 ناسخ نسخ ہے اور بائبل مین تو کچھ حد ہی نہیں **قولہ** اس مین ہی اختلاف
 موجود ہے **اقول** قرآن مین کوئی اختلاف موجود نہیں اگر ہو تو بتاؤ
 ہاں بعض آیات ناسخ و نسخ ہیں جسکی خبر پیغمبر سے معلوم ہو چکی اسے کوئی اختلاف
 نہیں کہہ سکتا **قولہ** اپنا جیسا دوسرے کو خدا ہی کے واسطے چاہنا۔
اقول سمجھ مین نہیں آتا کہ اپنے طرح دوسرے کو خدا کے لئے چاہنے مین
 سائل نے عیب کیا دیکھا **قولہ** تلاش وہ در وہ پھر آداب و خصوصاً
 غسل بجالایا مگر اصراف کیا **اقول** طہارت مین بالخصوص وہ در وہ کی
 تلاش ضرور نہیں وہ تو مفید ہے اس بات کے واسطے کہ نجاست گرنے سے
 مثل چاہ وغیرہ ناپاک نہیں ہوتا۔ یہ کہنے کہا کہ وہ در وہ نہ ہو تو وہ نہ ہی نہیں
 ہو سکتا۔ اور اصراف سے گنہگار ہونے مین اس تمام کا کیا قصور۔ کیا شارع نے
 مقصد نہیں کر دیا کہ یوں خرچ کرو اور یوں نہ کرو اور آداب مین وقت کے مطابق

اے گروہ اہل اسلام اس سالہ کو خرمید و اور پنی آل اولاد کو پرناؤ

تاکہ پادریوں کے فریب سے بچ

وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ

الحمد لہ کہ یہ رسالہ راستی کا مقالہ تحقیق و توشیح مسئلہ ابن اللہ و
کفارہ و تالیفات کے بیان میں عیسائیوں کی ہدایت کے لالہ مال اعظمی

صمصام شیر علی عظمیٰ اعظمی

از تالیفات ماہر علوم عقلیہ و نقلیہ مولانا مولوی محمد بشیر الدین صاحب دہلی

حسب فرمایش

مؤلف صاحب مدوح و احقر العباد محمد مصطفیٰ ولد حاجی احمد یار صاحب

قریشی فاروقی ساکن شہر ہجیرہ ضلع منٹا ہیو حال طاروہلی

۱۸۹۱ء

مطبع افتخار دہلی میں منشی محمد ابراہیم کے اہتمام سے چھپا

ہو نیکو دنیا میں تشریف لائے تھے تو وقت صلیب پانے کے سچی اور چلائے کیوں اور نصف اور نائے کیوں کئے اور ایلی
 ایلی لما سبقتنی کیوں فرمایا حالانکہ ہر عاقل خیر ملکہ ہر ایک برناؤ پر جانتا ہے کہ جو کوئی اپنی خوشی سے اپنے واسطے
 ایک کام معین کرتا ہے اس میں کبھی چھینچا جاتا نہیں پس جن ذریعہ ثبوت نارضا مندی کو ہے اور نارضا مندی مبطل
 کفارہ ہے **وسیلہ** **تخم** یہ کہ اگر گناہ موجب عذاب ابدی ہے تو لازم آئے کہ محاذ اللہ مسیح بھی عذاب ابدی میں بطریق اولیٰ
 گرفتار رہیں اس لئے انہوں نے تمام گناہوں کے گناہ اٹھائے ہیں اور وہ گناہ بگناہ بصورت عدم قدیم و کفارہ کے عذاب
 ابدی اٹھائے اسی طرح یہ بھی اٹھادیں العیاذ باللہ جیسا کہ مسیح مجموعہ میں العذاب انسان کا ویسا ہی مجموعہ میں
 سب گناہ اور گناہوں کا **وسیلہ** **ششم** یہ ہے کہ موجب تقرر کفارہ کے لازم آتا ہے کہ اس کفارہ کے پہلے سب انبیاء وغیرہ
 بسبب اپنے گناہوں کے عذاب میں گرفتار ہوں اور فرعون اور موسیٰ مینیا و علیہ السلام اور عزود اور ابراہیم علی نبیا علیہم
 صلیا اللہ سب دوزخ میں چڑھے ہوں اور یہ اس کفارہ کے سبب مانی پائے گئے ہوں پس فرعون اور عزود کے کفر اور ابراہیم
 اور موسیٰ علیہما السلام توبہ میں درباب حفظ عن العذاب کچھ فرق نہ ہوا **وسیلہ** **ہفتم** یہ کہ مسیح نے انسان موجودین اپنے زمانہ
 کے گناہ اٹھائے یا سب کے خواہ سابق ہوں خواہ موقوف اگر موجودین کے اٹھائے ہوں تو اس صورت میں لازم آتا ہے کہ تشریف
 اور بلقی کے واسطے اور کفارہ کی حاجت ہو اور اگر کسی جیسا کہ خدا ہر ہے تو لازم آتا ہے وجود صفت کا بدوں وجود صفت
 کے یعنی گناہ کرنے والا موجود نہ ہو بلکہ فنا ہوا ہو یا ابھی تک پیدا نہ ہوا ہو اور اسکا گناہ موجود ہو کہ مسیح اسے اپنے اوپر
 اور یہی لازم آتا ہے کہ جہاں بھی نجات پاؤ اور یہ بھی باطل ہیں دونوں شقوں پر کفارہ متعذر نہیں **وسیلہ** **ہفتم** یہ کہ اگر یہ کفارہ
 صحیح ہو تو لازم آتا ہے کہ فوراً تسلیم اس واسطے کہ جیت جانے کے گناہ اٹھائے اور آپ گناہ بگناہ بگناہ سے بھی ہو اور
 ہر گناہ کے واسطے ایک سچی اور کفارہ تھا ہے اعتقاد کے موجب ضرور ہے پس علیہ السلام کے واسطے بھی سچی اور کفارہ ضرور
 ہو نہ محاذ اللہ نہ تک دوزخ میں رہتے تین دن بعد کبھی نہ کل سکتے اس طرح دوسرے بھی اور کفارہ میں کلام کریں گے
 اگر سچی و کفارہ سابقہ میں سے کسی کو کفارہ لاحق کہو گے تو دوسرے در نہ تسلسل ہے **وسیلہ** **ہفتم** یہ کہ اگر کفارہ ممکن ہو تو
 لازم آتا ہے کہ جمیع احکام دینی مثل حدود و قصاص و تعزیرات باطل ہوں اس لئے کہ جو جرم سنگین سے سنگین تر خداوندی
 اسکی بھی اسفار مسیح اٹھا چکے اب جرم کو تلافی بڑی بے انصافی ہے حالانکہ مسیحی خیرا لے در دیتے ہیں پس معلوم ہوا
 کہ کفارہ باطل ہے اور اگر مسیحی یہ غلط کریں کہ کفارہ سے عذاب خروی ساقط ہوا نہ دنیاوی اگرچہ یہ تخصیص و عذر خلاف
 مسئلہ کفارہ کے ہے لیکن اب یہ کہا جاوے گا یہ کمال ظلم ہے کہ خدا ایک جرم کو جرم بخانے اور نہ خدا سے اور حکام سزا دین متفق ہیں
 بہرہ منی ختم تلافی راضی نہ شود **وسیلہ** **وہم** یہ کہ اگر کفارہ صحیح ہو تو لازم آتا ہے کہ کسی کو طاعت کی ضرورت ہے
 اس لئے کہ سب کفارہ مسیح کے حوالہ انسان کی حیات ابدی اور نجات ابدی ہو چکی اس واسطے کہ باقی حیات ابدی و نجات سے
 گناہ تھا کہ وہ ظاہر ہوا اب عمل خیر اور طاعت کی کیا ضرورت رہی باوجودیکہ حواری بندگی کے پابند تھے اور واسطے طاعت
 کے نہ کہ تھے **وسیلہ** **یازوہم** کریں پوچھنا ہوں مسیح نے بعض گناہ اٹھائے یا کل گناہ معفو ہوں یا کبریا اگر بعض اٹھا

یہ کفارہ
 کیوں
 کیوں
 کیوں

اور مرکب نہیں ہے بلکہ ہر واحد مفرد بیض ہے اور ابی عالم اور عاقل ہے اور ابن اسیکی صورت علیہ اور عقلیہ ہے اور علماء مسیحی ولادت سے ارادہ کرتے ہیں ابشاق یعنی ظہور فی الخارج یا خروج زندہ کا زندہ سے اور یہ اعتقاد کرتے ہیں کہ مسیح میں دو طبیعتیں ہیں ایک طبیعت ابی یعنی لاہوتی دوسری طبیعت ناسوتی اور ان دونوں طبیعتوں کا اقنوم واحد ہے وہ اقنوم الہدیا اقنوم ابن الہد کا ہے اور الوہیت (ابن) کے باپ کی طرف سے ہے اور انسانیت ماں کی جانب سے اور دونوں ایک شے کہلاتی ہیں یعنی مسیح علیٰ نبینا وعلیہ السلام اور لاہوت نے مسیح کے جسم میں حلول نہیں کیا بلکہ جسم کو استعمال میں لایا اور جب خلق میں اختلاف پڑا اور دنیا کی اطاعت مخلوق نے نئی آج نے چاہا کہ سب کو ہلاک کرے اور خدا نے اسے اپنی نے معارضہ کر کے کہا کہ مجھے جانے دے میں مخلوق کو سمجھاؤ گناہیں مجھ پر ہو کر مخلوق پاس آیا اور تمام رنج اٹھا اور علماء مسیحی نے اضافات اور نسب کی یہ تشریح کی ہے کہ اللہ میں چار اضافتیں ہیں فاعلیۃ التولید یا بوت اب میں مفعولیۃ التولید یا نبوت ابن میں فاعلیۃ الانبشاق اب اور ابن میں مسأطرح کہ گویا دونوں مبعوض واحد ہیں اقنوم ثالث کی مفعولیۃ الانبشاق روح القدس میں یعنی اقنوم ثالث میں اور فراتے ہیں کہ الہد میں چار خواص ہیں دو مختص اب ہیں ایک خاصہ یہ ہے کہ جادہ یعنی غیر منتقل اور غیر مولود و دوسرا خاصہ بوت ہے اور ایک مختص یہ ابن ہے یعنی نبوت اور ایک مختص بروح القدس یعنی انبشاق اور نسبتہ قائم ثلثہ کا باقنوم اول اور ثانی اور ثالث موجب مدارج اور ترتیب خروج کے ہے اور قائم تین سے کم زیادہ نہیں ہو سکتے ہیں اسلئے نسبتیں اور خواص چار سے متجاوز نہیں ہو سکتے ہیں لیکن حواریوں کے وقت سے باہم اختلاف تھا ایک عقیدہ پر سب عیسائی متفق نہ تھے ایونیونین و قیونینیون و یولس السمشاطی۔ و فوطین صحیح اعتقاد کرتے تھے کہ مسیح فقط انسان ہے الہ نہیں اور سکا انسان اور الہ ہے بلکہ بیدل حال صلح کے الہ کے نزدیک فضل اور بزرگی پائی اور اصحاب انیس اس بات کے قائل تھے کہ مسیح ابن الہ ہے انسان تھے مجید حق بلکہ مثل انسان دکھائی دیتے تھے اور فی الحقیقت جسم انسانی نہ تھا اور لولطیوش گمان کرتا تھا کہ مسیح کے واسطے جد حق تھا یعنی فی الحقیقت جسم تھا لیکن انہوں نے وہ جسم اپنی کواری ماں سے یعنی حضرت مریم سے حاصل نہیں کیا تھا بلکہ وہ جسم آسمان سے لائے تھے اور بولیناریہ خیال کرتے تھے کہ الہ کے کلہ سے کچھ تھوڑا جسم بن گیا تھا اور ابولوش یہ لکھتے تھے کہ مسیح کو جسم تھا اور حوض نفس کے کلہ الہ کے جسم مبارک سے متعلق تھا اور قاتولیتی یعنی یونانی یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ مسیح میں دو طبیعتیں ہیں لاہوتی اور ناسوتی جیسے اوپر یعنی مفصل بیان کیا اور کہتے ہیں کہ جتنے قبول کی قوت اب اور حکمت ابن سے اور حقافت روح القدس سے +

حقیقۃ علماء مسیحی اعتقاد ایک کا ثلثہ اور وحدت میں چاہئے ان تینوں کو شخص جدا جدا یا تین جنسیر الگ الگ نہ سمجھے اسلئے کہ باپ اور بیٹا اور روح القدس واجب الوجود ہیں اور لاہوت باپ کا اور لاہوت بیٹے کا اور لاہوت روح القدس کا ایک ہے اور جلال متشابہ اور مجدا بدی ہے اسلئے باپ اور بیٹا اور روح القدس ہریت میں ایک دوسرے کی مانند ہیں اور باپ کی کوئی علت نہیں دہیٹے کی کوئی علت نہیں اور روح القدس کی کوئی علت نہیں

عقیدہ علمائے اسلامی

اور باپ محدود نہیں اور بیٹا محدود نہیں اور روح القدس محدود نہیں اور باپ ازل ہے اور بیٹا ازل ہے اور روح القدس
 ازل ہے نہ اس طرح کہ ازل میں تین ہوں اور غیر محدود تین ہوں یا غیر معلول تین ہوں بلکہ غیر معلول ایک ہے اور غیر محدود وہ ایک ہے
 اور ازل ایک ہے اور باپ قدرت والا اور بیٹا قدرت والا اور روح القدس قدرت والا نہ اس طرح کہ قدرت والا تین ہیں بلکہ قدرت
 والا ایک ہے اور باپ والا اور بیٹا والا اور روح القدس الہ نہ اس طرح کہ تین الہ ہوں بلکہ ایک الہ ہے اور باپ رب ہے اور بیٹا
 رب ہے اور روح القدس رب ہے نہ اس طرح کہ تین رب ہوں بلکہ ایک رب ہے اور ہم جن طرح اعتقاد رکھتے ہیں کہ ہر ایک الہ نہیں
 الہ ہے نہ اس طرح اجماع مذہب کا یہ کہ تین الہ ہیں رب نہیں کہہ سکتے کیونکہ باپ عل و خلقت میں کسی صانع نہیں
 ہوا اور بیٹا فقط باپ سے ولادت میں صادر ہوا نہ عل و خلقت میں اور روح القدس باپ اور بیٹے سے صادر ہوا ایجاد میں
 نہ عل و خلقت میں بس باپ ایک ہے نہ تین اور بیٹا ایک ہے نہ تین اور روح القدس ایک ہے نہ تین اور ان تینوں میں
 کوئی مقدم اور متاخر اور چڑھاؤ نہیں بلکہ تینوں ازل ہیں اور ہم مثل ہونے میں اختلاف رکھتے ہیں اس میں توحید میں اور
 تثلیث توحید میں پوری ہوا کیسے طالب نجات کا اور خدا و تخلیق کا رکھے اور اعتقاد اپنا کامل کہ یہ اس بات سے کہ رب ہمارا
 عیسے نجات ابدی کے لئے مجسم ہوا کیونکہ میں مضبوط یہ کہ ہم اعتقاد رکھیں اور قرآن کریں کہ رب ہمارا عیسے خدا و تخلیق
 انسان الہ ہوا اسکے باپ کی طرف سے ہے اور اس کو خدا سے کہہ سکتے ہیں پہلے مولود ہوا اور انسانیت اس کے بعد
 ہے اور اس لحاظ سے ہے کہ عالم ناسوت میں پیدا ہوا اور وہ پورا خدا اور پورا انسان ہے صاحب نفس ناطقہ اور بدن حیوانی کا
 ہٹ سکتی بھی لاہوت میں شامل باپ کے ہے اور ناسوت میں اس کا بنایا ہوا اور وہ الہ داد انسان ہے مگر وہ نہیں بلکہ دونوں ایک
 شخص ہے اور وہ ایک ہے اور لاہوت جسم میں حلول نہیں کیا بلکہ جسم کو استعمال میں لایا اور ان دونوں میں ان تمام صفات
 صبا کے مجموع بدن اور نفس طہ کا انسان ہوتا ہے ایسا ہی مجموعہ الہ اور انسان کا ایک شخص ہے وہ ہماری نجات کے لئے آیا
 اور جنم میں گیا اور قیصر کے در میں سے اٹھ کر آسمان کو عروج کیا اور خدا کے مقدر کے واسطے ہاتھ پر بیٹھا اور وہ جسے
 کو بھراؤ گھاٹے آنے کے وقت اب مردہ اپنے بدنوں کے ساتھ زندہ ہونگے اور اپنے اعمال کی جزا پائینگے نیک لوگ حیات ابدی
 کے اور بد لوگ آتش دہی کے پس یہ اعتقاد مباحی ہے بدن اس پر ایمان لائینگے نجات نہیں ہو سکتی اور بھلال باپ اور بیٹے اور
 روح القدس کا جیسا کہ انزل میں تصاویر ہی اب ہے اور ایسا ہی ابد تک رہیگا املین اور مٹھرس یہ اعتقاد کرتے ہیں نہ سبب مجسم ہوا
 سبب خواص انسانی اٹھانے پڑے پس سنے جنم میں جا کر غراب پایا بعد اسکے نکلا اور اپنے ساتھ ان سب لوگوں کو جو اگلے پہلے
 جنم میں آئے تھے محال لایا بیان عقیدہ علمائے محمدی بطور جواب - اہل اسلام تخلیق کے متذکر ہیں
 اسے محال بالذات بتاتے ہیں ورنہ جمیع تقادیر پر منتج دار کے کے مطابق دلیل عقلی اور نقلی کا کہتے ہیں ویریری غرض اس موضع اور
 تشریح اور نقل اقوال علمائے مسیحی یہ ہے کہ اکثر مسیحی باوصف ادا علی علم فضل دعویٰ تجرکہ بعض موعظانہ و قوانین مذکور ہے کہ
 نجات پانچ ہزار سال پہلے سے لے کر آج تک کے مساف انکار کرتے ہیں مثلاً جیسے ہادی صاحب بہ شہود انکار کرتے
 ہیں کہ مسیح و مل جنم نہیں ہوا یہ سیموں پر نافرمان ہیں لیکن نہیں سمجھتے کہ یہ افراد قداسیوں کے ہاتھ باندھے ہوئے ہیں جنہیں

بیان عقیدہ علمائے محمدی بطور جواب

توضیح کرتے ہیں اور قیود لگا کر اپنے تئیں دقت میں ڈالتے ہیں ابتداً کیوں نہیں کہتے کہ ہم اس مسئلہ کو خارج از عقل جانتے ہیں اسلئے کچھ توضیح و تشبیہ نہیں کر سکتے جہاں کے بہکانے کو تشلیں دیکھ اور قیدیں لگا کر توضیح بخوبی کرینگے اور جب ہر طرف سے اعتراض وارد ہونگے تو فریادیں گے کہ یہ مسئلہ خارج از عقل ہے ہم اسکو بیان نہیں کر سکتے حیف کی بات ہے کہ علما کیسی نے العیاذ باللہ حضرت مریم کو وہاں دائرہ الوہیت کیوں نکلیا اور چار اقنوم کس لئے جانے اب - زوجہ - ابن - روح القدس - ذات یا وجود کا نام اب علم و حکمت کا نام امین حیوۃ کا نام روح القدس رکھا زوجہ کا نام راحت و سرور کہتے اور زوجیت روحانی کے قائل ہوتے یعنی یہ کہتے کہ علاقہ زوج اور زوجین ایسا ہے کہ اُسے بزوجیت تعبیر کرتے ہیں یعنی پیدا ہونا اُن کے کا بنے استعانت الہی روح القدس کے صدقہ سے اور باقی تمام فقریں میں سید جاری کرتے بلکہ جناب پولوس مقدس کو بھی داخل حیطہ الوہیت کر کے ایک اقنوم کے زیادہ کرتے اُسکا نام ٹینڈر کہتے اور یہ توضیح کرتے کہ ایسا تلمذ نہیں جیسا انسان کو انسان سے ہوتا ہے بلکہ وہ تلمذ روحانی ہے کہ بلا محاذات جسم بصورتِ فکر لطیف روح القدس حاصل ہوا اور اسے ہم تلمذ روحانی تعبیر کرتے ہیں اور باقی فقریں سابق بعینہ اس میں جاری فرماتے اور پانچ اقنوم مانکر وحدت فی التئیس کا اعتقاد کرتے بلکہ اگر سب حواریوں کو بھی اَللّٰہِ سَلَم کے اتحاد ذاتی کا اقرار کرتے تو ان حواریوں کو شکوہ نہ رہتا اس واسطے کہ ابن اللہ کا اطلاق اُن پر بھی آیا ہے ایسا ابن کے واسطے اقنوم فرض کرنے سے باقی بیٹوں کو باپ کی زندگی میں اس فیض سے محروم رکھنا بڑی بات ہے اور اگر ان حواریوں کے واسطے نئی اقنوم زیادہ نہ کرتے تو اقنوم ابن کے ساتھ ان سب کو متحد کر کے اقایم تین ہی رکھتے اور کہتے کہ جیسے اب تین کے ساتھ متحد ہے اور ایسا ہے ابن بھی بارہ کے ساتھ متحد ہے اور ایک ہے اور حضرت مریم کو اقنوم روح القدس سے متحد کرتے کہ انہیں دونوں کی بدولت حضرت عیسیٰ نے وجود قبول کیا۔ اگر علما کیسی ایسا کرتے تو یہ مسئلہ کچھ ممکن اور موافق عقل ہو کر ساقط الاعتبار و غیر معتد نہ ٹھہرتا بلکہ جب بھی محال اور خلاف عقل رہتا اور نجات کو کاٹتا ہوتا اور جیسے اشارات سے تفسیرت کو نکالتے ہیں ویسے ہی اشارات سے یہ بھی نکل سکتا تھا بلکہ اسکے استخراج کو اور بھی بہت اشارات انجیل میں موجود ہو جاتے اعاذنا اللہ عن مثل هذا الا باطلین الکفر

خلاصہ سب فقر یہ کہ یہ ہے کہ علما کیسی کی اس فقر پر بموجب حصر اقایم کا تین میں نہیں رہتا ہے اب میں بطور نقص اجمالی کے کہتا ہوں کہ مسئلہ تفسیرت کا باطل ہے اس واسطے کہ اگر یہ مسئلہ صحیح اور باقی ہوتا اور نجات اسی پر منحصر ہوتی تو ضرور رہتا کہ انبیاء و سابق اپنی امت کو اسکی تعلیم کرتے اور اسے تبصریح و توضیح ہر ایک کے دوہر بیان کرتے۔ اور کتب عہد عتیق سے ظاہر ہے کہ کسی نبی نے تفسیرت نہیں بیان کی بلکہ وحدت صرف کی تاکید کی بلکہ مسیح نے بھی تا وقت صلیب یہ مسئلہ تبصریح و توضیح کبھی بیان نہیں فرمایا پس ثابت ہوا یہ مسئلہ باطل ہے ورنہ لازم آتا ہے کہ انبیاء و سابق کی نجات نہ ہوتا مگر چہ رسد اور معذب بعد اب یہی رہیں مگر علما کیسی سے کچھ بعید نہیں کہ قائل ہو جاویں انبیاء کے معذب اور دوزخ میں ہونے کے اور

دعویٰ کر لیں کہ مسیح انہیں دوزخ سے اپنے ساتھ نکال لائے اور مارطروس کے قول سے استنبہاد کر لیں
 اسلئے میں نقص نسبت حواریوں کے کرتا ہوں اس تقریر سے کہ اگر ایمان اس مسئلہ پر واجب اور نجات
 اسی پر منحصر ہوتی تو مسیح صاف اور صریح تثلیث کی تعلیم کرتے اور تقریر مسئلہ مسیحیاں حواریوں کو
 سمجھاتے اور حواری بھی اس تعلیم کو صاف اور صریح بیان کرتے جیسا کہ وحدت صرف کو بتا کر ایک درصا
 اور صریح بیان کیا کرتے تھے نہ کہ ایسے امر عظیم دینی کو ایسا معطل رکھتے کہ بعد حواریوں کے مجتہدین مسیحوں
 بدقت تمام اشارات رکیکہ سے نکالا اور لطف تو یہ ہے کہ جناب پولوس مقدس کو بھی یہ نہ سوجھی تھی جبکہ
 مسیح اور حواریوں نے اس مسئلہ کو بیان کیا تو معلوم ہوا کہ انکا یہ اعتقاد نہ تھا اسلئے کہ نبی انہما عرفا نوا یانی کے
 واسطے مبعوث نہ چھلانے اور بہکھلنے کے لئے اور انبیاء کا یہ اعتقاد نہ ہوتا دلیل بطلان اس مسئلہ کی ہے اور جو علما
 مسیحی نے اس مسئلہ میں مبنی علیہ پھیرا ہے اور قیودت اور توضیح سے تطویل ہی ہے مباحثہ آیت میں اپنے نفع
 کرونگا اور واضح رہے کہ ہرگز استخراج اس مسئلہ کا اشارات کتب مقدسہ ممکن نہیں بلاقرینہ صاف اپنے توہمات
 باطلہ سے غلطیاں کی ہیں صرف منع اور مطالبہ قرینہ کا اسکے ابطال کو کافی ہے اسلئے کہ علماء مسیحی نے اشارات
 مسئلہ کو اشارات کتب مقدسہ پر منحصر رکھا ہے دلائل عقلیہ و نقلیہ سے دست بردار ہو چکے ہیں مجھے بھی اسکے ابطال
 میں زیادہ طول ضرور نہیں +

بحث اول بیان اقنوم میں

عقیدہ علماء مسیحی - معلوم کرتا چاہئے کہ علماء مسیحی اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ جسم نہیں روح ہے
 واحد - حسی - عالم - قادر - عاقل - اذنی - سنی - قدی - الکر - اعظم - خیر - محض -
 طویانی - فرد یعنی صاحب ہادہ حافظ الموجودات ہے ہر کتب اور زمانی اور مکانی اور تغیر
 اور محوئی اور مضبوط نہیں ہے اسکا فضل بے انتہا ہے اور قبل وجود اشار کے سب عالم تھا قادر ہے جمیع
 اشیاء پر اگرچہ پیدا کرے اسلئے کہ علم اور قدرت اسکی ذات سے ہے ابد سے یعنی علم و قدرت قدیم ہیں گو
 تعلقات حادث ہوں اور علم و قدرت بلکہ جمیع صفات عین ذات الہی ہیں جس طرح قیاس فلیس سے تعریج
 کی ہے کہ صفات خلاف کو عرضی ہیں اللہ کو واجب لذات ہیں اور جو صفات کہ خلائق کو موجود ہیں وہ غیر ذاتی
 ہیں اور صفات اللہ کی عین اور غیر متفاضل ہیں اور کوئی صفت نقصان کی اللہ میں نہیں صرفت اللہ میں
 افضل اللہ اکمل ہے - بیان علماء رجمی بطور جواب - اب مجھے تشخیص سامر کی ضرور ہے کہ فرض کرنا
 اقنوم کا مستلزم نقصان ذات باری ہے یا نہیں اقنوم کے فرض سے کوئی محال لازم آتا ہے یا نہیں برسرے نزدیک محال ہے
 باین دلہ - دلیل اول یہ کہ فرض کرنا اقنوم ثانی کا مستلزم ہے جہل و نادانی اللہ کو اسوہ کہ اقنوم ثانی کو علم و
 حکمت کہتے ہیں اور بجز تصور علیت جانتے ہیں اور انتقال اسکا بدن مسیم میں مستلزم انشکاک عن ذات الباری ہے اور

بحث اول اقنوم اول میں

بیان علماء رجمی بطور جواب

انفکاک مستلزم جبل اور نادانی کو ہے اسلئے کہ مجسم اور شکل ہر جسم میں ہونا حکمت اور علم حکمت کا بدون امتیاز حقیقی اور انتقال کے تصور نہیں **دلیل ۵** و لیجریہ کہ فرض اقنوم ثانی کا مستلزم ہے ترکیب و حبسیت اللہ کو اس واسطے کہ جب اقنوم ثانی یعنی لکھ اور علم و حکمت مجسم ہوا جیسا کہ قانون ایمان یقینہ میں مذکور ہے و تجدد من روح القدس اور صفات اللہ کی عین ذات ہیں یا اس طرح کہہ کر کہ اقنوم ثانی عین ذات اقنوم اول ہے پس بمقتضا سے اتحاد ذاتی لازم آیا تجدد اور مجسم اور ترکیب اللہ کی اور وہ حسب تشریحات مسرورہ کے محال ہے ۔

دلیل ۶ سو لیجریہ کہ اقنوم ثانی مستلزم ہے کثرہ قائم کو بحسب کثرة الصفات اسلئے کہ جمیع صفات حقیقہ ثبوتیہ ہم برابر ہیں جیسا کہ ایک صفت ثبوتی یعنی علم کو اقنوم علیہ فرض کو سے تو لازم آتا ہے کہ اور صفات حقیقہ ثبوتیہ کو بھی اقنوم علیہ فرض کو ورنہ ترجیح بلا مرجع لازم آوے گی حالانکہ مسیحی تین سے زیادہ اقانیم کے قائل نہیں ہیں +

دلیل چہارم یہ کہ فرض کرنا اقنوم ثانی کا مستلزم تعدد ذات کو ہے اس واسطے کہ جب اقانیم کو بحسب خواص تینیز بالذات تسلیم کیا اور تینیز مستلزم تعدد کو ہے پس لازم آیا کہ ہر ایک تینیز کو ایک دلیل پنجہ حریرہ کہ قائل ہونا اس امر کا خلق لئے عینیاں کیا واجب نے ہلاکت اور عقاب ابوری کا ارادہ کیا ابن نے معارضہ کیا اور مجسم ہو کر فحاشی کو آیا مستلزم حدوث اور ہے حکمتی اب کو ہے اور یہی مستلزم تعدد اور امتیاز حقیقی کو ہے ذات واجب اور ابن میں اس واسطے کہ معارضہ میں مرجع ہونا راوی واجب اور راجع ہونا ارادہ ابن کا دلیل ہے حکمتی اور بے علی مسئلہ پر ہے اور یہ حکمت حدوث کی ہے اور اسی طرح مستلزم تعدد اور امتیاز حقیقی کو ہے لیکن کیا عجیب ہے کہ علماء مسیحی نے حکمتی اور بے علی کو امتیاز

کریں اور کہیں کہ علم مجسم ہو کر علیہ ہوا اب بے علم ہوا اس واسطے کہ قول تثلیث اور بے علی مساوی الاستحالة میں جو اقوال علماء مسیحی در باب تثلیث باہم متناقض ہیں اور انہیں دسیلوں کے صاحبہ استعداد و انائل کثیرہ استخراج کر سکتا ہے بدین نمونہ میں زیادہ طول نہیں دیتا ہوں اور علماء مسیحی نے جو خیال فرمایا ہے کہ نسبتیں اور خواص چار سے تین و تین نہیں ہونے یہ خیال خام ہے میں بہت محال دوں دیکھو تعدد خواص یہ ہو سکتا ہے مثلاً ابن کے خواص سے قبول و نیت اور علی اکابر نے المعازرہ اور معاذا اللہ ہلعون ہونا اور معاذا اللہ من ذالک مصلوب ہونا اور معاذا اللہ من ذالک جہنمی ہونا قبول جسید کے بدولت

اور اسی طرح آیت میں مثلاً **تغوا لیض و تینون مغلوبہ** عن الابن فی الارادہ علی بذ القیاس اور نکالتے جائوا الخبت نکالتا تو بہت ہی سہل ہے کہ ذات کو مع ایک خاصہ کے ایک نسبت دو اور ذات کو مجموعہ دو خواص کے ساتھ اور نسبت دو ہی طرح مجموعہ تین یا کمال مثلاً کہو فاعلیۃ الملعونۃ میں بائی جاتی ہے اور فاعلیۃ التوحید الملعونۃ دوسری نسبت ہے وہ کذا الی سلاکھ ایۃ اللہ اور یہی دلائل بر نسبت فرض اقنوم ثالث جاری ہیں اور اس کے اتھا فرض پر زوال ہیں بحجت و موم اقنوم ثانی کے بیان میں معلوم ہو دے کہ تین و تین اقنوم ثانی کے مقدمہ میں مذکور ہوئی اب مجھے شخص اس امر کی ضرورت ہے

بجہ دوم و اقنوم ثانی

کہ تولید اقنوم ثانی کی اقنوم اول سے اور مجسم اور منتقل ہونا اسکا بدن مسیح میں سے ممکن ہے یا محال ہے نزدیک
محال ہے، والا اس واسطے کہ مستلزم اقنوم ثانی غیر متناہیہ کو ہے وجہ ملازمت یہ ہے کہ ابن کو ہی علم ضرور ہے اس واسطے
بھی ایک صورت علیہ چاہیے کہ علم صفت کمال ہے اور ثبوت ہر صفت کمال کا ابن کو ضرور ہے پس چاہیے
کہ اقنوم ثانی اسے تولید دے اور یہ صورت علیہ ابن الالہین اور اقنوم ثالث ٹھہرے، اسی طرح اس میں کلام
کریں گے کہ اسے ہی علم ضرور ہے اسلئے کہ صفت کمال ہے اور وہ صورت علیہ تولید یا بیجی اقنوم ثالث یعنی ابن
الابن سے اول ابن ابن الالہین کہلاو مجھاو ہکذا الی صالانھا الی بیکرا لازم آتا ہے کہ روح القدس ہی غیر متناہیہ
نخلیں اور سب اقنوم آبی ٹھہریں اس واسطے کہ ہر احب اور ابن ایک روح القدس نکلیگا۔ مثلاً اس واسطے
کہ فرض اقنوم ثانی مستلزم جہل آبی یا دور یا تسلسل کو ہے وجہ ملازمت یہ ہے کہ تولید اقنوم ثانی کی اقنوم اول سے
بلا سبق علم یا سبق علم شوق اول مستلزم جہل کو ہے اور شوق ثانی پر پوچھینگے کہ وہ علم صفت اقنوم ثانی سے یا غیر
اول مستلزم دور کو ہے اور ثانی مستلزم تسلسل کو کہ پھر اس میں کلام کئے جاویں گے کہ علم العلم بہ سبق علم مغائر
متولد ہوا و کذا الی ما نہایت

ثالثاً اس واسطے کہ مجسم ہونا اقنوم ثانی یعنی صفت علم کا مستلزم ہے وجود استقلال کو اور وجود استقلال
صفت کا بد یہ محال پس مجسم ہونا صفت علم یعنی اقنوم ثانی کا بھی محال ہے علیٰ ہذا القیاس ہر ربوں الیلین
ابھال کی اصول موضوعہ مسیحوں پر وارد ہو سکتی ہیں صاحب استعداد اصول مذکورہ مقدمہ پر نظر رکھی
اور دلائل ابھال نکالنا چاہئے، آپ اقوال علامہ سی لا حظ ہوں کہ مارا ریئیس جو سیس اکندر پہ بعد
قسطین ۱۲۵۰ء میں تھا اقنوم ابن کو حادث اور مخلوق اور موجود علیحدہ اور کٹر تسلیم کرتا تھا اور اعتقاد
رکھتا تھا آپ قدیم اور ابن حبکو کہہ رہے ہیں حادث اور اب نے توسط ابن آسمان و زمین و جملہ اشیا
پیدا کیں پھر ابن نے روح القدس اور بطین مریم سے ظہور پکڑا اور مسیح کہلایا اور ابن افضل مخلوق
ہے اور مسیح مجموعہ حکمت اور بدن کا ہے کہ یہ دونو حادث ہیں اور یونانیان اور سیمی اریسیس اور یوسین
وغیرہ فرقوں کا بھی اسی پر ایمان رہا اور طرقات من آلویہ مسیح کا منکر ہے پس معلوم ہوا کہ عیسائیوں میں
بھی یہ اصول ایمان نہیں ہے

بحث سوم اقنوم ثالث کے بیان میں

معلوم کرتا چاہیے کہ تشریح اقنوم ثالث کی بھی پہلے گزر چکی ہے اب شخص اس امر کی چاہئے کہ تولید
اسکے اب اور ابن سے ممکن ہے یا محال ہے نزدیک یا جیدہ محال ہے +
وجہ اول یہ کہ جب اب اور ابن سے اسکی تولید ہوئی اور دو کی طرف احتیاج فی التولید ہوئی تو قیوم
نہیں ہو سکتی جب قدیم اور سختی عن المولد نہیں تو اتحاد ذات باری بھی نہیں +

وجہ دوم کہ اب اور ابن تولید دینی میں مستقل ہیں یا غیر مستقل بلکہ مجموعہ میں حیث المجموعہ کو مستقل
فی التولید ہے اولیٰ مستلزم ہے تحصیل حاصل کو ثانی مستلزم نقص آب اور ابن کو ہے +
وجہ سوم یہ کہ جن مرتبہ ذات میں اب نے ابن کو تولید دی اس مرتبہ میں روح القدس کی تولید
بھی ہوئی تھی یا نہیں بلکہ اس مرتبہ کے بعد تولید ہوئی شوق اول پر تولید اقنوم ثالث کی خاص آب سے
لازم آئی نہ اب اور ابن سے اور شوق ثانی پر لازم آتا ہے قفل اقنوم اول کا عن ایجاد الاقنوم الثالث و
تولیدہ فی مرتبہ الذات و تاخر الاقنوم الثالث عن الاقنوم الاول بمرتبتین و مہینا فی شان الاولیۃ و خلا
معتقداتہم + **وجہ چہارم** یہ کہ اگر روح القدس کی تولید اور بنشاق الدریعۃ اقنوم اول سے ہو تو
اقانیم غیر متناہیہ اور روح القدس غیر متناہی لازم آوینگے وجہ ملازمت یہ ہے کہ روح القدس جب خود اقل
توفر ہو کہ وہ بھی بنشاق ہو اور اپنے مشابہ کو تولید دے کہ وہ بھی روح القدس کہلاوے ورنہ الوہیت
روح القدس و اتحاد بذات الہی باطل ہو اسی طرح اسیس کلام کرینگے کہ روح القدس ثانی بھی آتا ہے وہ
بھی بنشاق و لکن الی غیر النہایۃ اور واضح رہے کہ نشان جمیع ایزادات اور استحالات کا یہ ہے کہ علما مسیحی
یا وصف قول یا اتحاد ذاتی کے تولیدات اور خواص اور نسب کے تینوں اقنوموں کو متیز کرتے ہیں اور مورد آفات
تھیرتے ہیں اور واضح ہے کہ جب ہم ذات الدتعالیٰ میں کثرت اقانیم باطل کر چکے تو ہکو ابطال اقنوم ثانی
اور اقنوم ثالث کی بخصوصہ کچھ حاجت نہ رہی لیکن اتمام محبت کو انہیں کی مسلمات پر گفتگو کی جاتی ہے
کہ کوئی عذر باقی نہ رہے۔ خداوند تعالیٰ اپنے فضل اور کرم سے بظہیل حضرت خاتم النبیین و رسول رب العالمین
و خلیع المنین صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کے ہم جمیع اہل اسلام و اہل کتاب کو وہ افعال و اقوال عیدہ
مرحمت فرمائے جس میں وہ خوشنود ہو۔ آمین ثم آمین والحمد لله الذی ذی الانعام والصلوۃ
والسکام علی رسولہ سید الانام والہ واصحابہ الکرام علی من انجی الہم

خاتمہ

الحمد لله علی توفیقہ و نسألہ ہدایۃ طریقہ و فضلہ علی محمد وآلہ واصحابہ اجمعین
بعد حمد و صلوة کے خادم الفقراء و العلماء حاجی محمد سیف بن حاجی احمد یار صاحب مرحوم قرشی فاروقی کہتا ہے کہ میرا مدت و ملازمت
ارادہ تھا کہ کوئی کتاب مختصر باب روح القدس کے دستاویز ہو تاکہ اسکو دے اپنے افادہ عام و خاص گروہ اہل اسلام و طبایع
کو یا جاوے ناگاہ رسالہ دینی کا مقالہ سنی بعد صائم شیری عنق اعداء عبد الکبر الیف اہل علوم عقاید و نقلیہ مروج قواعد دین عین حاجی
شرعیہ حضرت رسول رب العالمین مولانا مولوی محمد بشیر الدین صاحب دوا و فیکم دہلوی کا میری نظر سے گذرنا دعا دلی حاصل ہوا۔
لہذا کسب لیا و عہدہ اپنے کے اور دستہ عام و مولانا صاحب موصوف کے رسالہ کو بطبع افتخار دہلی میں چھپوایا تاکہ گروہ

تو بعض آخر کے واسطے احتیاج منجی اور کفارہ آخر کے ہوئے اور جو کل اٹھائے تو جو داور غیر متناہیہ کا دفعہ و مخرج لازم آیا
اسلئے کہ گناہ عباد کے غیر متناہی میں والا نرم باطل فالملزم مشد۔ **وسیلہ و ازوم** یہ کہ سیم عداک واسطے فہائش کے جسم
ہونا اور دنیا پر تشریف لانا مہطل کفارہ ہے اسلئے کہ اگر کفارہ ہونے تشریف لائے تھے تو زیادہ برکتی مخلوق کی ضرورت تھی
تاکہ جلد مصلیب نصیب ہوتی اور جس کام کو تشریف لائے تھے جلد سر انجام ہوتا نہ یہ کہ اسے کفارہ ہونے اور گئے فہائش کرنے تاکہ
لوگ نصیحت سمجھیں اور طاعت کریں اور کفارہ نہ ہونے دیں **وسیلہ سیر و ہم** یہ کہ تجسم و تجسم کا بارادہ کفارہ ہونیکے موجب غایت
مخلوق کا نہیں بلکہ باعث زیادہ تر عذاب کا ہے اسلئے کہ یہود اخی فہائش پر کان نہ کھلی اور تکذیب اور بے ادبیاں کیں اور مصلوب
کیا اور یہ حرکات بموجب تہارے اعتقادات کے باعث زیادہ تر عذاب یہود کا ہے جیسا کہ انجیل اربعہ ناطق ہیں اور نیز ظہور
علامات غضب الہی بعد مصلیب کے اسی موبد میں پس یہ کفارہ نہ ٹھہرا قیامت ٹھہری کہ حوض گناہ بخشے جائیکے اٹے گناہ گئے
جڑیں۔ **وسیلہ چارم** یہ کہ اگر کفارہ صحیح ہو تو لازم آتا ہے کہ سیم الدنہ ٹھہریں بلکہ جرمین ابن الدنہ قرار پادیں اسواسلئے کہ
الدنہ تعالیٰ کو مجرموں کی زیادہ خاطر ہوئی کہ انکے بدلے معصوم کو ملعون کرکے جنہم میں عذاب دیا اور مجرموں کو نجات دی اور جسکی
خاطر زیادہ منظور ہو چاہیے کہ وہ ابن الدنہ ٹھہرے **وسیلہ پانچم** یہ کہ کفارہ باطل ہے اسلئے کہ موجب تجسم کا اور باعث عذاب
کے گناہ اٹھایا یا متقصا سے رحمت آئی ہے یا مکر اور فریب اور دو نو ثقیں باطل اسواسلئے کہ شق اول پر حاجت تجسم کفارہ کی
نہیں اور ثانی صفت نقصان و نیز خلاف عدل ہے **وسیلہ ششم** یہ کہ کفارہ محال ہے اسواسلئے کہ مستلزم ہے مخلوقی خالق اور غلبہ
مخلوق کو وجہ ملازمت یہ کہ جب تک سیم ابن الدنہ اور الدنہ ہے جب تک عباد پر قادر ہے اور عباد مقدمہ اور مغلوب رہے اور جب تک کہ
تو جو مغلوب ہو کہ مصلیب پر ٹٹکے اور مخلوق کا اس سے زیادہ اور کیا غلبہ ہوگا کہ خالق کو مجرم و تہی مصلیبی **وسیلہ ہفتم**
یہ کہ کفارہ باطل ہے اسواسلئے کہ تجسم رنزل اور خواری جو وقت مصلیب کی ظہور میں آئی اور ملعون ہونا اور جنہم میں جانا اور عذاب پانا
خلاف شان الوہیت ہے یا مقتضی شان الوہیت اگر خلاف ہے تو یا ا لوہیت مسیح کی یا تجسم مسیح کا باطل ہے و کلاھما
منسلما عنہم اور اگر مقتضی ہے تو لازم آتا ہے کہ اب اور روح القدس ہی تجسم ہوں و اوصاف ذکر قبول خواہیں
ہوں اسی ایضاً خلاف محققانکم **وسیلہ شہ و ہم** یہ کہ کفارہ صحیح ہو تو لازم آتا ہے کہ بعد کفارہ ہو سکے کسی اور کو گناہ بخوانے جائز ہوں
والا لازم باطل خلک الملزم وجہ ملازمت حسب تقریر مسئلہ کفارہ کا ظاہر ہے اور وجہ بطلان لازم کی یہ کہ انجیل ربو میں چونکہ مسیح
حواریوں سے یہ فرمایا کہ تم روح القدس کی گناہوں کو تم بخنواؤ گے بخنہ جاؤ گے جس کے تم نہ بخنواؤ گے نہ بخنہ جاؤ گے
وسیلہ نویم یہ کہ سیم بموجب عقائد مسیح کے عدالت کرینگے میں پوچھتا ہوں کہ من حیث المجموع کرینگے یا من حیث
الروح اور کفارہ مہطل و تو قسم عدالت کو ہے اسواسلئے کہ جب سیم خود کفارہ ٹٹھاکے اور عذاب پا چکے۔
روح اور تمام عالم کو نجات دے چکے تو جلد مراتب عدالت طے ہوئے اب کیا باقی رہا جسکی عدالت کرینگے اور سہی لازم
آتا ہے کہ اب بھی اپنے دروہرو بنایا نہ کو آویں اسواسلئے کہ جمیع گنہگاروں کا واسطے سزا لائیکے سیم کے دروہرو حاضر ہونا ضرور
اہم سیم الیاف والد مجموعہ عصیات و عیسان میں **وسیلہ سیم** یہ کہ اگر کفارہ نجات کو کافی ہے تو لازم ہے کہ کوئی فرد سیم
کیفر سہر کرے اسواسلئے کہ سب فرقے باہمی میں نہ کا فر صلا تا کہ فرقہ تہو شست کا تہکت کی تکلیف کو سب سے دور فرقہ کا تہکت

فرق پر دستِ سنٹ کی کفر کرنا ہے اور عذابِ دائمی کا قایل ہے اور جو نجات کو کافی نہیں تو کفارہ کفارہ نہ ہو اگر غیر قبول ہوا
دلیل سبب یکم۔ یہ کہ کفارہ مسیح کا اللہ نے قبول کیا یا نہیں اگر قبول کیا تو یہ قول مسیح کا حواریوں کو کہ جسکے تم نے تمہارے تم
 بخشاؤ گے پختہ جاوینگے جسکے تم نے بخشاؤ گے نہ پختہ جاوینگے خلاف واقع اور کذب فقرا اور جو قبول نہیں کیا تو معاذ اللہ
 ملعونی راہِ گمان اور صلیب کی تکلیف اور عذابِ جہنم کی محنت مسیح پر بے فائدہ ہوئی اور فائدہ تجسّسِ اسم ابن الدکا لکھ گیا
 اور مخلوق محتاج کفارہ ثانی کی رہی ہائے صفت میں جان گئی **دلیل سبب دوم** یہ کہ بموجب تقریر کفارہ کہ جسکے عیساکہ
 شیخہ اوپر صرح لکھا ہے تخصیص کفارہ کی کسوسکے ساتھ نہیں دیر ہی بات اقوال قدماہ سچوں سے ثابت ہے چنانچہ قولہ
 ایمان بھی اسی پر گواہ ہیں کہ مسیح سب مخلوق کے نبی اور کسکے گناہوں کے کفارہ ہیں اس حالت میں سچوں کو کسی فرقہ
 اور کسی ملت پطعن اور الزام کی جا نہیں کیونکہ وہ سب شریکِ نجات و کفارہ مسیح ہیں علی الخصوص اہل اسلام کہ مومن مسیح پر
دلیل سبب سوم یہ کہ فضل بنی کا امت کو واجب ہے یا مہات میں جو کچھ بنی کرے وہ امت کو بھی کرنا چاہیئے بعد اس تہدیک
 میں کہتا ہوں کفارہ باطل ہے اگر علماء مسیحی مسئلہ کفارہ صحیح جانتے ہیں تو ضرور لازم ہے کہ ایک ایک مرتبہ سب عیسائی
 بھی اقتدارِ مسیح جہنم کی سیر کو دیں اور جہنمی کے فظ کو بد بجا نہیں بلکہ کہنے والے کے مومن ہوں کہ مسیح کے منصب میں شریک
 کیا والا فلاں ایضاً فکذا الملوچ خوب صاحب یہ بہت اچھا کفارہ ہے کہ جیسا کہ کفارہ بچا نا ضرور ہے وہاں کی راہ دکھاو
 یعنی اپنی تمام امت کو جہنم میں جانے کی ہدایت فرماوے اور اپنی جان مفت میں گنواے اور بہت دلائل تو یہ کفارہ کے
 باطل ہونے پر ہو سکتے ہیں لیکن مباحثِ طول ہونے سے اسلئے کہ نہیں پر کثفا کیا جو شخص فہم ہوگا انہیں دیکھ کر راستہ
 پر ہونے پر ہدیٰ آئے گا +

باب دوسرا اس بیان میں کہ اطلاق ابن الدکا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر حقیقتہً درست ہے یا نہیں۔ (حقیقہ علماء محمدی)

اہل اسلام کہتے ہیں کہ ابن الدکا کسی پر درست نہیں ہے پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہ
 خود انجیل میں اپنے تئیں لفظ ابن الانسان تعبیر کرتے ہیں بلاشبہ درست نہیں اور اگر جو اس اطلاق کا انجیل میں
 تو بطریق مجازہ حقیقتہً عقیدہ علمائے مسیحی اطلاقِ ابن الدکا یعنی مولود مسیح پر حقیقتہً درست ہے
جواب علماء محمدی اور اس مطلب پر بھی کوئی دلیل عقلی نہیں پیش کرتے ہیں بلکہ دلیل عقلی سے دست کش ہو کر صرف
 بکتب مقدسہ کرتے ہیں اور اس دعویٰ کو یوں توضیح کرتے ہیں **بیان عقیدہ علمائے مسیحی**۔ معلوم کرنا چاہیئے کہ اطلاق
 ابن الدکا مسیح پر بھی متعارف عیساکہ انسان پر اطلاق کیونکہ یہ ابن عمرو ہے کفارہ و مصلحت ہے اور یہ قایل ہونا کہ
 مولود مسیح کا اللہ سے ایسا ہے جیسا کہ انسان سے انسان یا حیوان سے حیوان تو لیدہ یا وے گراہی اور بچہ دینی ہے بلکہ اللہ اور
 مسیح میں یکساں علاقہ ہے کہ وہ باپ و بیٹے کے لفظ سے ادا ہوتا ہے اور لفظ ایت اور ابن تعبیر کیا جاتا ہے اور لفظ تو لیدہ
 اسے لفظ کہتے ہیں اور یہ تو لیدہ روحانی ہے نہ جسمانی اور حقیقت اس اطلاقِ ایت اور تو لیدہ کی اللہ نے اپنے کلام میں

بیان میں اطلاق ابن الدکا

بیان عقیدہ علمائے مسیحی

یہی ابن السدر کہتا درست، ہولیکن جائز ہے کہ کسی شی اسکا التزام کریں اور کہیں کہ ابن السدر کہنا ممنوع نہیں گو صراحتہ متقدمین نے یہ علاقہ نہ کیا ہو حاصل یہ ہے کہ یہ علاقہ بلطف خلق صاف ادا ہو سکتا ہے بلطف ابن

ادار کرنا اور تولید روحانی کا قائل ہونا مستلزم نتائج مذکور ہے
باب تیسرا اس بیان میں کہ تثلیث کو عقل جائز رکھتی ہے یا محال جانتی ہے اور کتب
مقدمہ سے نکالتی ہے یا نہیں۔ توضیح مفہوم تثلیث موافق عقیدہ علماء مسیحی

معلوم کرنا چاہیے کہ عقیدہ اجماعیہ سچوں کا یہ ہے کہ اعتقاد ایک خدا کا تثلیث میں اور تثلیث کا وحدت میں چنانچہ
اور ان کی بنیاد کا جدا جدا سمجھنا چاہیے بلکہ یقینوں کا لاہوت ایک ہے اور بھی کہتے ہیں کہ اللہ میں تین اقنوم ہیں

ذات علم حیوۃ ذات کو آب علم کو ابن حیوۃ کو روح القدس کہتے ہیں اور یقینوں کو واجب الوجود اور جلال اور
مجدد مٹا بہ اور متحد مانتے ہیں اور شریح اس مسئلہ کی یون بیان کرتے کہ جیسے عرض ہوتی ہے اور کینونہ کے سوا ایک

تیسری حالت اور ہے کہ اسے بلطف حلول بق کر تے ہیں اسی طرح جو ہر میں ہوتی ہے اور کینونہ کے سوا تیسری حالت اور ہے
کہ اسے بلطف قیومتیہ تعبیر کرتے ہیں اور زبان لاطینی میں اسکا نام سو بیسٹنصیا اور یونانی ہیلسٹا اسلیس اور عرب

اسے قیومتیت اور قیام او قوام کہتے ہیں اور کبھی اصل اور اساس اور عباد کہتے ہیں اور شخص ناطق کی قیومت کو اقنوم
کہتے ہیں اور اللہ میں اقنوم ثانی اضافی اور نبی ہے یہ تحقیقی یہ تقریر اس مسئلہ کی علامہ مسیحی کرتے ہیں جیسا کہ کتاب فیلس

فلیبس سے واضح ہے۔ اور میں جانتا ہوں کہ اقنوم لفظ عربی نہیں جیسا کہ قاموس اور صحاح سے واضح ہے قال
الجوہری الاقنوم الاصل حسبها انما رومیہ وقیل انها یونانیۃ وہی الامور الثلاثة اصولا لانها

اصولی الا لوهیة۔ بعد اسکے علامہ مسیحی یہ تقریر کرتے ہیں کہ اللہ ایک طبیعت اور ایک جوہر ہے اور جوہر
قیوم ہے ساتھ تین اقنوم کے اقنوم اول اب ثانی ابن ثالث راجع القدر اقنوم اول مصنوع اور مخلوق اور مفعول اور

مولود نہیں وہ انبی ذات سے جاد ہے غیر نشی غیر مولود اور اقنوم اب کی ابویۃ اور خا علیہ ہے اقنوم ثانی اب
سے مولود ہے عقل اور حکمت سے اس واسطے ابن کو حکمت اور کلمہ اور صورت اور مثال کہتے ہیں اور جو چیزیں کہ صفت کمال

اور ابن کے فضل پر دال ہیں مثل حکمت اور معرفت کے وہ واجب ہیں اب میں واسطہ اقنوم ابن کے اقنوم ثالث پیدا ہوا
اب اور ابن سے یعنی انکے ارادے سے اور اب اور ابن کا ارادہ واحد ہے اور وہ دو دو ایک چشمیں اور اقنوم

ثالث کو اسلئے روح القدس کہتے ہیں کہ وہ شقی ہے گو با وہ محبت ہے اور محبت گو با وہیت ہے یا نوران یا ایمان ارادہ کا ہے
اور اب نہیں ہے ابن اور ابن نہیں ہے اب اور روح القدس نہیں ہے اب اور ابن اور اب با ابن نہیں ہے

روح القدس بلکہ آپس میں تمیز میں اور باوجود اسکے کہ قانیم ثلث میں تمیز موجود ہے لیکن باہم کسوا اقنوم اور لاہوت الہی
یا طبیعت الہی میں تمیز نہیں ہے بلکہ ہر واحد قانیم ثلث سے شے واحد ہے حتی ساتھ طبیعت اللہ کے اور تمیز حاصل

ہوتی ہے باعث مقابہ بعض قانیم کے ساتھ بعض کے نہ نسبت طبیعت الہی کے اور قانیم ثلث میں سے کوئی نہایت
مستوفیہ کے حاشیہ نمبر میں ہے کہ تمیز کے تمیز کا ہے۔ ناظرین سے ہم کر لیں

عقیدہ علامہ مسیحی
اساقی سوم در بیان تثلیث
وہی قیوم صلیب
یہ میں بیان
تین یونانی کہ لفظ
روحی ہے اور
بعض نے کہا کہ
روحی یونانی ہے
اور انھوں نے
امور ثلاثہ کا نام
اصول کہا ہے
اس واسطے کہ وہ
ابوینت کا ہے

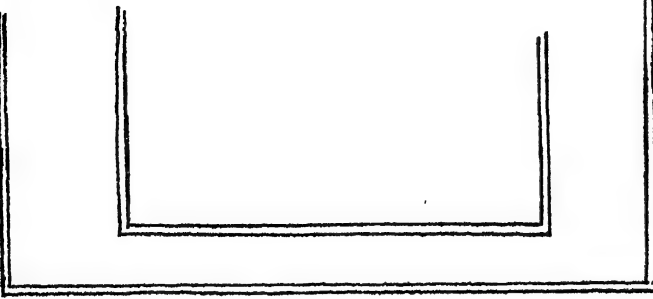
وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا

الحمد لله الذي جعله تفريرات اعترافات المشهورين نزديك دور

سباحه شاه جهان پور

که یس مشکلی جن سیدنا مولانا مولوی محمد قاسم انجرات مجمع عالم بیادینا
و منشی اندرین یادری اکاٹ فخر انجیل یادری فو لیس صاحبان و غیره
در شہ ۱۲۰۵ ہجری نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بمقام شاہ جهان پور کرؤہ و
ماہ جنوری ۱۲۰۵

بمطبع محتسبانی واقع دہلی طبع گردید



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آفتاب آمد دلیل آفتاب گردِ ولایت باید ازوے رو متاب

یا اللہ تیری ذات پاک سب پر محیط اور سب پر غالب۔ سب تیرے جویاں اور سب تیرے طالب۔
لیکن تیری معرفت وہم کی رسائی سے الگ خیال کی مجال سے پرے۔ قیاس کی وسعت سے
باہر ہے۔ اس لئے تیرے پتھے رسول نے دہی خداؤں کی بندگی سے دُنیا کو چھڑ دیا۔ اور
جو قدرتی مہول تو نے ہر انسان کے دل میں رکھ دیے ہیں اُنکو شگفتہ کیا۔ تیرے کلام پاک
نے ایمان بالغیب کی تعلیم دی اور تیری جانب رجوع کرنے کا ایسا طریقہ سکھایا جو فی حقیقت
ہماری بندگی اور تیری خدائی ہمارے نقص اور تیرے کمال کے لئے شایان ہے۔
یا اللہ تیرا سبک پچھلا اگر سب فضل رسولؐ جو تیرے مقدس کلام سے گویا ہوا اور جس نے
تیری روشن ہدایت سے عقل کو نورِ دل کو سُروِ رختا اُس نے ایسا علم اور ایسی ستقیم راہ
نیل انسان کو بتائی ہو کہ جو انسان کے حق میں کامل رحمت اور احسن نعمت ہو صلی اللہ علیہ وآلہ
وہما بہ اجمعین۔ لیکن طالب صادق اور شوق کامل درکار ہوا بھی نابان رسولؐ اور علماء
نحو ایسے موجود ہیں جن کا بیان منشاِ الہی کی تفسیر اور علمِ انبیاء علیہم السلام کی تشریح
ہو۔ اور اُس سے سامعین کے دل کو تشفی اور پُرہنے والوں کے قلب کو کامل خوشی حاصل

ہو سکتی ہے۔ چنانچہ میلہ خدا شناسی واقع شاہجہاں پور میں جو علماء اسلام و ہندو و عیسائیوں کا مباحثہ ہوا اُس کی کیفیت ناچیز گزرتین انام فخر الحسن نام اہل نظر کے روبرو پیش کرتا ہے۔

وہو ہذا

صاحبجو۔ اس جلسہ کے بانی مہمانی منشی پیارے لال کیرپتھی ساکن چاندا پور ضلع تحصیل شاہجہاں پور میں۔ ذی مقدور اور صاحب جائدا شخص ہیں۔ پادری نولس صاحب جو پارسال تک مشن اسکول شاہجہاں پور کے ماسٹر رہے۔ اور اب کانپور کو بدل گئے ہیں جب شاہجہاں پور کے دیہات کا دورہ کیا کرتے تو چاندا پور میں بھی اکثر وعظ کہتے اور منشی پیارے لال ان کے کچھ کو بگوش دل سنتے رفتہ رفتہ پادری صاحب نے اپنی توجہ ان پر ڈالی اور اُنس و تپاک پیدا کیا۔ اور پھر آپ جہلتے ہیں کہ اول تو پادری صاحب اور پھر وہ بھی یورپ میں۔ پس ان کے خلق کی بُو اور صحبت کی حرارت پوستی کی آنچ تو تھی نہیں جو خالی جاتی۔ تپ دق کی طرح اعضائے باطنی و صلی تک پہنچ گئی اور پھر یہ بھی ہوا کہ پادری صاحب کی ملاقات سے اُن کی عزت اور توقیر بھی بڑھ گئی۔ جب اُنکے خیر خواہوں نے دیکھا کہ منشی صاحب اپنی حالتِ دیرینہ کی طرح اپنے آبائی عقیدے کو بھی پارینہ سمجھنے لگے تو انہوں نے یہ صلاح دی کہ اپنی ملک کہ زمین اور باغات موضع سر بانگ پور ملحق سوانہ چاندا پور میں بلب دریائے گرا ایک میلہ خدا شناسی مقرر کرو اور اُس میں علماء مذاہب مختلفہ کا مناظرہ اور طرح طرح کی مخلوق دُور اور نزدیک کے جمع ہوں جس سے تحقیق مذہب بھی ہو جائیگی اور اس میلے سے کچھ اور بھی فائدے کی صورت ہوگی۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا کہ مسٹر ابرٹ ہاجر گری صاحب بہادر کلکٹر مجسٹریٹ شاہجہاں پور سے اجازت حاصل کر کے پارسال ۷۷ بمبئی کو عین شبابِ گرمی میں یہ میلہ منعقد کیا جس میں دعویٰ مذہب عیسائی پادری نولس صاحب سب سے سرغنہ تھے اور اہل اسلام کی طرف سے مولوی محمد قاسم صاحب انور مولوی سید ابوالمنصور صاحب۔ پس اُنس جلسہ کا نتیجہ تو سب پر ظاہر ہی

ہو گیا تھا کہ مولوی محمد قاسم صاحب کی نیلی لنگی کے نام سے فتح کا پھریرہ سارے عالم میں مشہور ہو گیا اور کتاب کیفیت واقعی اس جلسہ کی مطبع ضیائی میں چھپی جس کا تاریخی نام گفتگو سے مذہبی ہے اور قیمت اسکی علاوہ محصول کے تین آنے ہی غرض جب پار سال کے جلسے سے اس نواح کے عام و خاص لوگوں کے دلوں پر کیا وہ لوگ جو جلسہ میں موجود تھے اور کیا وہ جن کو راوی صحیح ملے یہ اثر پیدا ہوا کہ مسلمانوں کے قلوب میں تو مولوی محمد قاسم صاحب کی روشن تقریروں نے نور ایمان کو جلا دیدی اور فتنی پیارے لال کی بھی آنکھیں کھل گئیں کہ جس طرف انکی ٹٹکی لگی ہوئی تھی اُدھر سیاہی جھلکتی نظر آنے لگی۔ اور عام بنود کی یہ کیفیت ہوئی کہ جس گلی کوچے میں مولوی صاحب نکلتے تھے اشارہ کر کے لوگ کہتے تھے کہ وہ مولوی یہ ہے جس نے پادریوں کو بند کر دیا تھا اور پھسلنے کو تھام لیا تھا اور مولوی کیلئے ہوتا رہا تو بس اُس جلسہ کے لطف نے ایسا خدائاسی کا شائق بنایا کہ یہ میلہ ہر سال کے واسطے موسم بہار میں مقرر ہوا چنانچہ اب کے ۱۴ و ۲۰ مارچ کو اسکا انعقاد تجویز ہو کر فتنی پیارے لال نے اشتہار جا بجا بھیجے اور جو عالم پار سال شریک جلسہ ہوئے تھے اُن کو بھی اور سوائے انکے اور مشہور عالموں کو شہنشاہِ خطوط بھیج کر اطلاع دی۔ اخباروں میں بھی اشتہار چھپوایا۔ اور علاوہ اسکے یہ بھی شہرت ہوئی کہ اب کے بڑے بڑے نامی گرامی پنڈت و پادری وہاں آئیں گے اور اس شہرت نے یہ اثر کیا کہ مولوی محمد قاسم اور مولوی ابوالمنصور صاحب نے اس وجہ سے تہیہ دستی میں یہ ہفت کی زیر باری اور بیفائدہ تضحیقات سے ارادہ جانے کا نہیں کیا تھا مگر صرف اس خیال و شہرت سے کہ یہ مجمع بڑے بڑے بیدانتیوں اور مشاہیر کا ہو گا مبادا ہمارے نہ جانے کو لوگ طرح دینا سمجھیں تو کل علی اللہ یہ دونوں صاحب اور دوس بارہ اور بھی ان کے ساتھ کچھ شوقین کچھ مناظرین دلی سے روانہ شاہجہاں پور ہوئے۔ ۱۷ مارچ کو یہ سب صاحب تین بجے شاہجہاں پور میں ریل سے اترے مولوی حفیظ اللہ خاں صاحب

استقبال کے واسطے ریل پر کھڑے تھے سب کو مولانا عبد الغفور صاحب سلمہ اللہ کے مکان پر لیگئے اور وہ وہاں نوازی کی کہ کیا کہیئے ۱۸۰۰- کو آرام کیا جلسے کے اوقات کی نسبت یہ بات معلوم ہوئی کہ دونوں تاریخوں مذکورہ بالا میں صبح کے ساڑھے سات بجے سے گیارہ بجے تک اور ایک بجے سے چار بجے تک گفتگو ہوگی۔ ۱۴- پارچ کو مناظرین اہل اسلام آخرات سے اٹھ کر اہی میدان مباحثہ ہوئے جو شاہجہاں پور سے چھ سات کوس کے فاصلے پر تھا اور سب صاحب سوار مولوی محمد قاسم صاحب پیادہ باطلوع آفتاب کے کچھ بعد جا پہنچے ۱۰- مولوی محمد قاسم صاحب نے ندی پرستی سے فرغت حاصل کر کے وضو کیا اور نوافل ادا کئے اور نہایت خشوع و خضوع سے دعا مانگی غالباً وہ اعلائی کلمۃ اللہ کے لئے ہوگی کیونکہ مولوی صاحب دلی سے براہِ ریم ہی ہر شخص سے فرماتے آتے تھے کہ اُس بے نیاز سے دعا کرو کہ کلمۃ حق غالب آئے الغرض میدان مباحثہ کو دیکھا تو چند خیمے استادہ میں لگ پادری چٹائی کا پتہ نہیں۔ حیران ہوئے کہ وقت مباحثہ تو قریب آیا اور بحث کرنے والا کوئی دکھائی نہیں دیتا خیر اہل اسلام تو اُس خیمہ کے متصل جو خاص مسلمانوں کے لئے نصب ہوا تھا داخل کے سایہ میں بیٹھ گئے اتنے میں موتی میاں صاحب آنریری مجسٹریٹ تشریف لائے اور صاحب سلامت کر کے انتظام میلہ میں مصروف ہوئے جب ۴ بجے موٹے تپ ایک دو پادری چلتے پھرتے نظر آئے تھے غرض ساڑھے سات بجے کی جگہ دس بجے اُس خیمہ میں لوگ جمع ہوئے جو مناظرہ کے لئے استادہ ہوا تھا۔ اول تو یہ مشورہ ہوا کہ تینوں فریق میں سے چند اشخاص منتخب ہو کر علاحدہ ہو بیٹھیں اور پہلے شرائط مباحثہ تجویز کر لیں بعد اسکے گفتگو شروع ہو اہل اسلام میں سے مولوی محمد قاسم صاحب اور مولوی عبد المجید صاحب پادریوں میں سے پادری نولس صاحب اور پادری داکر صاحب اور ہندو میں سے ہندو دیا تہ صاحب سرستی اور منشی اندرمن صاحب منتخب ہوئے اور موتی میاں صاحب ہاتھم جلسہ بھی شریک ہوئے پادری نولس صاحب نے کہا کہ ہر ایک شخص کے درس و سوال و

جواب کے واسطے ۵ منٹ کی مدت مقرر ہو اس پر علماء اہل اسلام نے کہا کہ ۵ منٹ تھوڑے ہیں ہمیں کیا خاک فضائل مذہب و اعتراض و جواب بیان ہو سکتے ہیں ہماری رائے میں دو صورتوں میں سے ایک اختیار کرنی چاہیے یا تو یہ کہ مباحثہ تین دن تک اس طور سے رہے کہ ایک روز ایک مذہب والا اپنے دین کے فضائل گھنٹہ دو گھنٹہ بیان کرے اور پھر اُس پر دوسرے مذہب والے اعتراض کریں جواب سنیں۔ یا یہ ہونا چاہیے کہ درس کے لئے تو کم سے کم ایک گھنٹہ اور زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے مقرر ہوں اور سوال و جواب کیلئے دس منٹ سے بیس منٹ تک پچھ سو پادری صاحبوں نے اندونوں میں سے ایک امر کو بھی منظور نہ کیا ہر چند اُن سے کھا گیا کہ صاحب ۵ منٹ میں تو کچھ بھی بیان نہیں ہو سکتا دینیوی جھگڑے جو فروغ سمجھے جاتے ہیں اُن میں ہفتوں پنچایت و بحث ہوتی ہے یہ تحقیق مذہب ۵ منٹ میں کیونکر ہو سکتی ہے اور ہم لوگ بھی تو اس جلسے کے ایک رکن ہیں ہماری رائے کی رعایت بھی تو ضرور ہے باوجود ہر طرح کی نہائش کے پادری صاحبوں نے ایک نہ سنی اور پادری صاحب یہ چال چلے کہ منشی پیارے لال اور کتا پر شاد کو بھی رکن شوری قرار دیا اور یہ کہا کہ یہ بانی مبنی میلہ ہیں ان کی رائے بھی لینی ضرور ہے اور وہ بوجہ توافق پنہانی اور نیز عنادت صاحب بھی اُن کی ہاں میں ہاں ملائے لگے اس طور پر پادری صاحب کو یہ عہدہ بہانہ ہاتھ آیا کہ کثرت آرا کا اعتبار چاہئے سب پادریوں کو خیمہ میں بلا لیا اور کہا کہ اعتبار کثرت آرا کا چاہئے غرض جس بات کو پاری نولس صاحب کہتے تھے حضرات ہنود بھی ہاں میں ہاں ملا دیتے اور تسلیم کرتے تھے ناچار مولوی صاحب یہ کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے کہ آپ لوگوں کی جو رائے میں آتا ہو وہی کرتے ہیں ہم سے مشورہ کرنا فضول ہے تین گھنٹے سے ہم مغر مار رہے ہیں آپ ایک نہیں سنتے اب جو آپ کی رائے میں آئے سو کیجئے ہم ہر طرح گنگو کرنے کو موجود ہیں چاہیے یا نہ منٹ مقرر کیجئے خواہ اس سے بھی کم مولوی صاحب اپنے خیمہ میں تشریف لے آئے تو منشی پیارے لال نے چاہا کہ موتی میاں صاحب

سے کچھ مشورہ کریں موتی میاں صاحب نے ترش رو ہو کر فرمایا کہ میں آئندہ سال شریک جلسہ ہونگا اسکے کیا معنی کہ مسلمان جو کہتے ہیں اُنکے کہنے پر تو اتفاقات بھی نہیں کرتے اور پادری صاحبوں کے کہنے پر بے سوچے سمجھے ہاتھ اٹھا کر تسلیم کر لیتے ہو یہ بات بالکل سازش اور اتفاق باہمی پر دلالت کرتی ہو اس کے بعد منشی پیارے لال مولوی محمد قاسم صاحب کے پاس آئے اور عذر معذرت کرنے لگے کہ میں بھی مجبور ہوں پادری صاحب میری بھی نہیں سنتے البتہ آپ سے مجھ کو توقع ہو کہ آپ میری عرض قبول فرمائیں گے اسپر مولوی صاحب نے فرمایا کہ خیر صاحب ہم کو تو ناچار قبول کرنا پڑے ہی گا۔ البتہ آپ سے یہ شکایت ہو کہ آپ بانی جلسہ ہو کر عیسائیوں کی طرف داری کرتے ہیں آپ کو سب کی رعایت برابر کرنی چاہئے منشی پیارے لال نے پھر عذر کیا اور مولانا کا بہت کچھ شکریہ ادا کیا کہ آپ صاحب تو سب کچھ قبول کر لیتے ہیں پادری صاحب بڑے ہٹ دھرم ہیں کہ کسی کی نہیں سنتے اگر اُنکے خلاف کیا جاوے تو پہلے جانے کا اندیشہ ہو اسی اتنا میں مولانا نے یہ بھی فرمایا کہ منشی صاحب خیر یہ تو جو ہوا سو ہوا لیکن آپ اتنا کیجئے اور پادری صاحب کے کہنے کہ آج کا نصف دن تو اس جھگڑے میں ختم ہو گیا اسکے عوض میں یہ کرنا چاہئے کہ ایک روز مباحثہ کے لئے اور بڑھایا جاوے اور دو کی جگہ تین دن مقرر ہوں دوسرے یہ کہ وعظ کے لئے۔ مہ منٹ مقبرہ یوں منشی پیارے لال نے اسکو خود تو تسلیم کر لیا اور پادریوں کی طرف سے یہ جواب لائے کہ پادری نوٹس صاحب کہتے ہیں کہ یہ دونوں امر ہم کو منظور نہیں مگر میرے قیام کے لئے اگر کوئی امر مانع ہوا تو پادری اسکاٹ صاحب جو آج آئیوالے ہیں تیسرے روز بھی ٹھہریں گے وہ آپ سے گفتگو کریں گے اسکے بعد اہل اسلام نے کھانا کھایا اور ظہر کی نماز پڑھی پھر سنا کہ لوگ اب خیمہ مباحثہ میں جانیوالے ہیں مناظرین اہل اسلام اس خیمہ میں داخل ہوئے حضرات ہنود کے آنے میں کچھ دیر تھی اور اُنکے آنے سے پہلے تمام شامیانہ آدمیوں سے بھر گیا تھا۔ مناظرین اہل ہنود کے انتظار میں جو وقت گزرا۔ اُس میں مولوی محمد قاسم صاحب نے

پادری نوٹس صاحب کے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ نے ہمارے بار بار کہنے سے بھی افزائشِ وقت کو تو تسلیم نہ کیا خیر اسکو تو قبول کیجئے کہ بعد اختتامِ وقت جلسہ کے یعنی چار بجے کے بعد کل ہم ایک گھنٹہ وقفہ کیسے آپ بھی اُس محل میں شریک ہوں اور بعد ختمِ وعظ کے عترتیں کرنے کا بھی اختیار ہو بلکہ جس صاحب کے دل میں آئے وہ اعتراض کریں ہم جواب دینگے + پادری صاحب نے کہا کہ اگر ہم بھی اسی طرح خارجِ وقت میں درس دینگے تو تم بھی سنو کہ مولانا نے فرمایا ضرور ہم لوگ بھی شریک ہونگے بشرطیکہ اعتراض کرنے کے مجاز ہوں پادری صاحب نے کہا تو اچھا ہم بھی شریک ہونگے۔ اسی اثنا میں حضرات ہنود بھی آگئے اور اس باب میں گفتگو ہوئی کہ پہلے کیا مضمون بیان ہوگا۔ باتفاقِ رائے یہ بات قرار پائی کہ پہلے خدا کی ذات و صفات کا بیان ہوا تنے میں منشی پیارے لال بانی مہانی جلسہ نے ایک کاغذ اُردو لکھا ہوا پیش کیا کہ یہ پانچ سوال ہماری طرف سے پیش ہوتے ہیں ان کا جواب پہلے دینا چاہئے اور وہ سوال یہ تھے کہ۔

اول دنیا کو ہمیشہ نے کس چیز سے بنایا اور کس وقت اور کس واسطے ؟

سوال دوم۔ ہمیشہ کی ذات محیطِ کل ہو یا نہیں ؟

سوال سوم۔ ہمیشہ عادل ہے اور رحیم ہے دونوں کس طرح ہے ؟

سوال چہارم۔ وید اور بائبل اور قرآن کے کلام الہی ہونے میں کیا دلیل ہے ؟

سوال پنجم۔ نجات کیا چیز ہے اور کس طرح حاصل ہو سکتی ہے ؟ اہل جلسہ نے ان سوالوں

کے جواب دینے کو قبول کیا لیکن انہو شائقینِ اسقدر ہو گیا تھا کہ شاملینے میں نہ بیٹھنے

کی جگہ بھی نہ کھڑے ہونے کی اسلئے یہاں سے جلسہ پھر اُگھڑا اور شاملینے سے باہر

میدان میں فرش ہوا۔ بیچ میں میز بچھائی گئی اور اسکے متصل ایک تخت جس پر واعظ خواہ

متعرض یا مجیب کھڑا ہو کر تقریر کرے اور گرداگردِ کرسیاں اور صندوقیاں بچھائی گئیں۔

کرسیوں پر علماء اہل اسلام اور پادری لوگ اور پنڈت اور منتظم جلسہ اور تحریر کر رہے

سوالات از طرف بانی جلسہ

بیٹھے باقی سب فریق اور فرش کے گرد عام لوگوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ کھڑے ہوئے جب مجلس جمع گئی تو اس میں گفتگو ہوئی کہ پہلے کون ان سوالوں کے جواب دینے شروع کرے گا پنڈت صاحبوں سے کہا گیا کہ محفل شور سے ہیں آپ کہہ چکے ہیں کہ آج ہم درس دینگے سو آپ بیان کریں انہوں نے پہلو تہی کی پادری نولس صاحب جب اسے اصرار کر چکے تو مولوی محمد قاسم صاحب کی طرف متوجہ ہوئے مولانا نے فرمایا کہ ہمیں کچھ عذر نہیں۔ مگر انصاف تقاضی اسی کا تھا کہ سب کے بعد ہم بیان کرتے کیونکہ دیں بھی ہمارا سب سے پہلے چلا ہی اس پر پادری صاحب نے پنڈت دیانند سرتی صاحب سے کہا کہ آپ کیوں نہیں کہتے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اچھا میرا کہنا ہوں مگر جب اور سب بیان کر چکیں گے۔ تو پھر میں بیان کروں گا ورنہ میرا بیان سب کا ماضی پڑ جاوے گا۔ غرض اسی رد و کد میں چار بج گئے تو پادری صاحب نے مولوی صاحب سے کہا کہ اچھا مولوی صاحب آپ اپنا وعظ کل کی جگہ آج ہی کہہ لیئے کل پہلے پنڈت صاحب ان سوالوں کا جواب دینگے مولوی صاحب نے فرمایا کہ بہت اچھا مجھے تو سوالوں کے جواب دینے میں آج بھی عذر نہیں ہے۔ خود ہی ایک دوسرے پر حوالہ کرتے ہیں اور نہ کوئی وعظ کی حامی بھر تا میری جوابوں کی۔ خیر اب سب صاحب ذرا توقف کریں ہم نماز عصر پڑھ لیں آج وعظ کی بھی ابتدا ہم ہی کرتے ہیں اور کل جواب بھی پہلے ہم ہی دینگے اور جس صاحب کے جی میں آئے وہ مترادف کرے یہ کہہ کر مولانا نماز پڑھ آئے اور کھڑے ہو کر ایسا زور و شور کا وعظ کیا کہ تمام جلسہ حیران رہ گیا۔ اور ہر شخص پر ایک سکتے کا عالم تھا۔ اس وعظ کی تقریر یہ ہے +



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(وَعظ)

اے حاضرانِ جلسہ۔ یہ مکتبہ میں بغرض خیر خواہی کچھ عرض کیا چاہتا ہوں سب صاحبِ گوش ہوش سنیں میری یہ گزارش بنظر خیر خواہی دنیا نہیں بلکہ خیر اندیشی دین اور آخرت، ہر غرض اصلی میری یہ ہے کہ وہ عقائد و احکام جنکو عقائد دینی اور احکام خداوندی سمجھنا ہوں سب حاضرانِ جلسہ کو بالاجمال سناؤں اور اس لحاظ سے مجھ کو یہ دہم ہے کہ شاید حاضرانِ جلسہ میری بدافعالی اور خستہ حالی پر نظر کر کے میری گزارش پر کچھ دل نہ لگائیں اور دل میں یہ فرمائیں خود را نصیحت و دیگران را نصیحت مگر اہل عقل خود جانتے ہونگے کہ طبیبِ کلا بد پرہیز ہونا مریض کو مضر نہیں اسی طرح اگر میں خود اپنے کہے پر عمل نہ کروں اور دوسروں کو سمجھاؤں تو دوسروں کا کیا نقصان ہے جو میری گزارش کو قبول نہ فرمائیں۔ علیٰ ہذا القیاس سادہ مکرر کرنے والے کا بھنگی ہونا احکام دنیا کے احکام قبول کرنے اور تسلیم کرنے کو مانع نہیں اسکو کوئی نہیں دیکھتا کہ سنانے والا بھنگی ہے غریب ہوں یا امیر عام لوگ ہوں یا نواب بھنگی کی زبان سے احکام بادشاہی سنکر سر نہ زخم کر دیتے ہیں جب احکام دنیا کے احکام کی اطاعت میں یہ حال ہے تو احکم الحاکمین خداوند رب العالمین کے احکام کی اطاعت میں بھی میری خستہ حالی پر نظر نہ کیجئے اس سے بھی کیا کم کہ مجھ کو بھی بمنزلہ ایک بھنگی کے سمجھئے۔ غرض مجھ کو نہ دیکھئے اسکو دیکھئے کہ میں کس کے احکام سناؤں ہوں اور کسکی عظمت اور شان سے مطلع کرتا ہوں وہ بات جو سب میں اول لائقِ توجہ و اطلاع ہے اپنی وجود کی کیفیت ہے کون نہیں جانتا کہ سب میں اول آدمی کو اپنی ہی اطلاع ہوتی ہے اور سوا اپنے جس چیز کو جانتا ہے اپنے بعد جانتا ہے اسلئے سب میں اول

لائق توجہ نام اور دربارہ علم قابل اہتمام بھی اپنے ہی وجود کی کیفیت ہو مگر اپنے وجود کی کیفیت یہ ہو کہ دائم و قائم نہیں ایک زمانہ وہ تھا کہ ہم پردہ عدم میں مستور تھے اور اسکے بعد یہ زمانہ آیا کہ ہم وجود کہلائے اور طرح طرح کے آثار وجود ہم سے ظہور میں آئے اور پھر اسکے بعد ایک زمانہ آنے والا ہو کہ یہ ہمارا وجود پھر ہم سے مثل سابق علحدہ ہو جائیگا اور ہمارا ذکر جانے دو ہم سے پہلے اور ہمارے سامنے کس قدر غیر محدود بنی آدم وغیرہم وجود میں اگر محدود ہو گئے۔ غرض زمانہ وجود بنی آدم وغیرہم دو عدوں کے بیچ میں ایک زمانہ محدود ہو اس انفصال و اتصال و آمد و شد وجود بنے یہ نمایاں ہو کہ ہمارا وجود مثل نور زمین جسکو دھوپ یا چاندنی کہتے ہیں اور مثل حرارت آب گرم صفت غانہ نہیں بلکہ عطا وغیرہ ہے لیکن جیسے نور زمین اور حرارت آب گرم کا سلسلہ آفتاب اور آتش پر ختم ہو جاتا ہے اس لئے نسبت آفتاب و آتش کوئی شخص یہ خیال نہیں کر سکتا کہ عالم اسباب میں آفتاب و آتش میں کسی اور کا فیض ہو بلکہ ہر شخص یہی خیال کرتا ہے کہ آفتاب آتش میں نور و حرارت غانہ زاد ہے اور اس لئے ہر حال میں نور و حرارت آفتاب و آتش کو لازم و ملازم رہتے ہیں ایسا کبھی نہیں ہوتا ہے کہ مثل نور زمین و حرارت آب آفتاب و آتش سے بھی نور و حرارت منفصل ہو جائے ایسے ہی یہ بھی ضرور ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ ضرور ہے کہ ہمارے تمہارے وجود کا سلسلہ کسی ایسے موجود پر ختم ہو جائے جس کا وجود اسکے ساتھ ہر دم لازم و ملازم رہے اور اس کا وجود اسکے حق میں غانہ زاد ہو عطا وغیرہ ہو۔ ہم اُسی کو خدا کہتے ہیں اور اسی لئے کہتے ہیں کہ اُس کا وجود عطا سے غیر نہیں خود اُسی کا ہے جب ہماری نسبت بوجہ ناپائنداری وجود خدا کا ہونا ضرور ہے ہمیں تو اب ان اشیاء کی نسبت بھی اس بات کا دریافت کرنا ضروری ہے جو کجا وجود بظاہر نظر آتا ہے نظر آتا ہے جیسے زمین و آسمان دریلے شور۔ ہوا۔ چاند و سورج۔ ستارے کہ نہ کسی نے انکا عدم سابق دیکھا اور نہ اب تک عدم لاحق کی انکو نوبت آئی اس لئے یہ گزارش ہے

کہ زمین و آسمان وغیرہ اشیاء مذکورہ کو ہم دیکھتے ہیں کہ مثل اشیاء بائداران میں
 بھی دود و باتیں ہیں ایک تو یہی وجود اور ہستی جو تمام اشیاء میں مشترک معلوم ہوتا ہے
 دوسرے وہ بات جس سے ایک دوسرے سے متمیز ہے اور جن کے وسیلے سے ایک
 کو دوسرے سے پہچان لیتے ہیں اور دیکھتے ہی سمجھ لیتے ہیں کہ یہ فلانی چیز ہے اس
 چیز کو ہم حقیقت کہتے ہیں اور پھر یہ کہتے ہیں کہ وجود اور حقیقت دونوں باہم ایسا
 رابطہ نہیں رکھتے کہ ایک دوسرے سے جدا ہی ہو سکے اور مثل اشئین اور زوجیت یعنی
 دو اور خفیت ہونے کی ایک دوسرے کے ساتھ ایسے مربوط اور متلازم نہیں کہ ایک
 دوسرے کا کسی طرح پیچھا پی نہچھوڑے عدد اشئین سے اسکی زوجیت نہ خارج میں اس سے
 جدی ہو اور نہ ذہن میں علیحدہ ہو علی ہذا القیاس زوجیت سے عدد اشئین علیحدہ نہیں ہوتا
 چار اور چھ اور آٹھ وغیرہ اعداد میں بھی اگر زوجیت پائی جاتی ہے تو اسی دو کو عدد کی
 بدولت پائی جاتی ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ زوجیت کے معنی یہی ہیں کہ دو ٹکڑے صحیح ہلا کہہ
 برابر نکل آئیں اور ظاہر رہے کہ یہ بات یعنی دو ٹکڑوں کا برابر نکل آنا اس پر موقوف ہے
 کہ عدد مفروض چند اشئین یعنی چند دو کا مجموعہ ہے بغرض اشئین اور زوجیت میں طرفین سے
 متلازم ہے نہ یہ اس سے جدا ہو سکے نہ وہ اس سے علیحدہ ہو سکے نہ ذہن میں نہ خارج
 میں۔ اور ظاہر ہو کہ اس قسم کا ارتباط اشیاء مذکورہ کے وجود اور ان کے حقائق
 میں ہرگز نہیں یہ نہیں کہ جیسے اشئین اور زوجیت کی جدائی کسی کی عقل میں نہیں
 آسکتی ایسے ہی اشیاء مذکورہ کے وجود اور حقائق کی جدائی کسی کی عقل میں نہ آسکے
 چنانچہ ظاہر ہے کہ آسمان زمین کا معدوم ہو جانا عقل میں آسکتا ہی نہ خود وجود اور نہ
 اس ذات کا معدوم ہونا جو صفت وجود کے حق میں ایسی ہو جیسے زوجیت کے
 حق میں اشئین البتہ عقل میں نہیں آسکتا کون نہیں جانتا کہ وجود کا معدوم ہو جانا
 ایسا ہی جیسا خود نور کا نور ہو کر کالا سیاہ ہو جانا انہیں ابھرا بنانا اور جب وجود قابل عدم

نہیں تو پھر وہ ذات جو وجود کی بھی اصل ہو اور جو اس کے حق میں خانہ زاد ہو کیونکہ معدوم ہو سکے۔ الحاصل وجود زمین و آسمان اُن کے حقائق سے علیحدہ ہیں اور اسلئے یوں نہیں کہہ سکتے کہ اُنکا وجود اُن کا خانہ زاد ہو اور جب خانہ زاد نہیں تو پھر بیشک عطار غیر ہوگی اور قبل عطار اُنکا معدوم ہونا ثابت ہوگا جس سے اُنکے وجود کے لئے ایک ابتدائی آئینگی اور اُنکی قدامت باطل ہو جائیگی گو وہ ابتداء تمام بنی آدم کے موجود ہونے سے سابق ہو اور اسلئے اپنے آپ ہم میں سے کسی کو اُس کی اطلاع نہ ہوئی ہو اور اسی طرح اُنکا پھر معدوم ہونا ناممکن ہوگا کیونکہ جب وجود ہشیار مذکورہ مثل نور زمین اور حرارت آب گرم عطار غیر ہوگا تو مثل نور زمین و حرارت آب اُنکا پھر جدا ہونا بھی ممکن ہوگا مگر جب وجود ہشیار مذکورہ بھی عطار غیر نکلا تو بیشک حسب بیان سابق اُس غیر کا وجود جس کی یہ عطا ہو اُس کا خانہ زاد ہوگا اور اسلئے اُس کا وجود اُس سے کبھی نہ علیحدہ تھا نہ آئندہ علیحدہ ہو۔ غرض ہمیشہ سے اُس کا وجود تھا اور ہمیشہ تک رہیگا اب یہ بات دیکھنی باقی رہی کہ اس قسم کا موجود جس کا وجود اُس کا خانہ زاد ہو ایک ہی ہو یا متعدد میں اور ایک ہی تو اس سے زیادہ ممکن ہے یا محال ہے اسلئے یہ گزارش ہے کہ جیسے سیاہی۔ سفیدی۔ انسانیت۔ حیات وغیرہ اوصاف کے احاطہ میں قلیل و کثیر ہشیار داخل ہیں یعنی بہت سی ہشیار سفید ہیں بہت سی سیاہ بہت سے انسان ہیں بہت سے حیوان ایسے ہی وجود کے احاطہ میں بھی ہیں حال ہی لیکن سب اوصاف کے احاطے سے احاطہ وجود وسیع ہے بلکہ اُس سے اوپر کوئی احاطہ ہی نہیں یعنی جیسے انسانیت کے احاطے سے اوپر احاطہ حیات جس میں انسان غیر انسان گدھا۔ گھوڑا۔ اونٹ۔ بیل۔ بھیڑ۔ بکری وغیرہ سب داخل ہیں ایسے ہی وجود کے احاطے سے اوپر کوئی اور ایسا احاطہ نہیں کہ اُس میں موجود وغیرہ موجود داخل ہو کیونکہ غیر موجود اگر ہو تو معدوم ہی ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ معدوم کسی وصف کے احاطے میں داخل ہی نہیں کیونکہ ہر وصف کے حاصل ہونے کیلئے

اول وجود کا ہونا ضرور ہے چنانچہ ظاہر ہے مگر جب وجود کا احاطہ سب احاطوں سے وسیع اور سب میں اوپر ہے تو بالضرورة وجود ایک وصف غیر محدود نہ ہوگا کیونکہ ہر محدود کے لئے یہ ضرور ہے کہ وہ کسی ایسی وسیع چیز کا ٹکڑا ہوگا یا ایسی چیز میں سمائی ہوئی ہو جو اُس سے زیادہ ہو مثلاً ہر مکان اور محلہ اور شہر - ضلع - ولایت وغیرہ محدود چیزیں ہیں لیکن اُن کے محدود ہونے کے یہی معنی ہیں کہ یہ سب چیزیں زمین کے قطعات ہیں جو ان چیزوں سے زیادہ وسیع ہے اور زمین و آسمان اگر محدود ہیں تو اسکے یہ معنی ہیں کہ اس فضاء وسیع میں جو آنکھوں سے نظر آتا ہے سمائی ہوئی ہیں ۱۰ الغرض اگر وجود کو محدود کہنے تو یہ ضرور ہے کہ وہ کسی وسیع چیز کا ٹکڑا ہو یا کسی وسیع چیز میں سلایا ہوا ہو مگر وہ کون ہے جو نہیں جانتا کہ وجود سے زیادہ کوئی وسیع چیز نہیں تمام شیاں وجود کے احاطہ میں داخل ہیں پر وجود کسی کے احاطہ میں داخل نہیں اس لئے خواہ مخواہ اس بات کا استسار کرنا ضرور ہے کہ وجود غیر محدود ہے جب یہ بات ذہن نشین ہو چکی تو اب یہ خیال فرمائیے کہ نہ احاطہ وجود میں خدا کا ثانی ہو سکتا ہے اور نہ وجود کے احاطہ سے خارج اُس کا ثانی ممکن ہے احاطہ وجود میں محالی ہونے کی وجہ تو یہ ہے کہ جب ہمارا تمہارا وجود باوجود اس ضعف کے جو اسکے عطا وغیرہ ہونے سے نمایاں ہے غیر کو اپنے احاطے میں گھسنے نہیں دیتا خدا کا وجود اس قوت پر کہ اس کا خانہ زاد ہونا اس کی دلیل ہے کیونکہ اگر اپنے ثانی کو اپنے احاطے میں قدم رکھنے دیکھا ۱۱ القصہ جیسے ہم تم جہاں تک پھیلے ہوئے ہوتے ہیں وہاں تک اور دوسرا نہیں آسکتا اور آجائے تو پھر ہم وہاں نہیں رہ سکتے علیٰ ہذا القیاس ایک میان میں دو تلواریں نہیں آتیں اور سیر بھر کے برتن میں دو سیر غلہ نہیں ساکتا ایسے ہی بلکہ اس سے بڑھ کر خدا کے احاطے میں خدا کے ثانی کا آنا اور سامنا سمجھئے کیونکہ آفتاب کے نور کے مقابلے میں جو اس کی ذات کے ساتھ چسپاں نظر آتا ہے یہ دھوپ برائے نام نور ہے اور نہایت ہی دھوکہ

ضعیف ہو ایسے ہی بمقابلہ خدا کے وجود کے جو اسکی ذات کے ساتھ لازم و ملازم ہے مخلوقات یعنی اور شیا کا وجود برائے نام وجود ہو اور نہایت ہی درجہ کو ضعیف ہو مگر جب اس ضعف پر ہمارے وجود میں یہ قوت ہو کہ غیر کو اپنی سرحد میں قدم رکھنے نہیں دیتا تو خدا کا وجود اس قوت پر کا ہو کہ اور کسی خدا کی مداخلت کا روادار ہوگا اور خارج از احاطہ خدا کے ثانی کے نہونے کی وجہ یہ ہو کہ احاطہ وجود غیر محدود اسکے سوا اور اُس سے باہر کوئی جگہ ہی نہیں جو کسی دوسرے کے ہونے کا احتمال ہو اسلئے اس بات کا اقرار ہر عاقل کے ذمے ضرور ہو کہ خالق کائنات کو ایک ذات وحدہ لا شریک لہ سمجھے۔ اور احتمال تعدد کو دل سے اٹھا دھرے اسی تقریر سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ مسئلہ تثلیث جسہ مدار کا ایمان نصاریٰ فی زمانہ ہو سراسر غلط ہو وہاں تعدد کی گنجائش ہی نہیں جو تثلیث تک نوبت پہنچے اور پھر وہ بھی اس طرح کہ باوجود تعدد حقیقی وحدت حقیقی بھی باقی ہے کیونکہ وحدت اور کثرت دونوں باہم ضد یک دگر ہیں اور ظاہر ہو کہ اجتماع ضدین محال ہو جیسے یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک آن میں ایک شے سیاہ بھی ہو سفید بھی ہو۔ گرم بھی ہو سرد بھی ہو یا ایک وقت میں ایک جگہ دن بھی ہو رات بھی ہو دو پہر بھی ہو آدھی رات بھی ہو ایک شخص ایک وقت میں عالم بھی ہو جاہل بھی ہو بیمار بھی ہو تندرست بھی ہو موجود بھی ہو معدوم بھی ہو ایسے ہی یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ خدا تعالیٰ ایک بھی ہو اور تین بھی ہو وحدت بھی حقیقی ہو اور کثرت بھی حقیقی ہو علیٰ ہذا القیاس جیسے خدا مذکورہ کا اجتماع محال ہو ایسے ہی خدائی اور احتیاج کا اجتماع بھی محال ہو کیونکہ خدائی کو استغناء ضرور ہو آفتاب تو فقط اس وجہ سے کہ زمین کی نسبت معطیٰ نور ہو نور میں نہیں کا محتاج نہو خداوند عالم باوجودیکہ تمام عالم کے حق میں معطیٰ وجود ہو عالم کا یا عالم میں کسی کا محتاج ہو کیونکہ ہر چیز وصف ہو یا موصوف ہو اپنی ہستی میں خدا کی محتاج ہو پھر کیونکر ہو سکتا ہو کہ خداوند عالم کسی بات میں کسی کا محتاج ہو۔ جس چیز میں خدا کو محتاج

کہئے گا اُس سے پہلے اُس چیز کو خدا کا محتاج کہنا پڑیگا اور ظاہر ہے کہ احتیاج کے یہی معنی ہیں کہ اپنے پاس ایک چیز نہ ہو اور جس کی طرف احتیاج ہو اُسکے پاس وہ چیز موجود ہو جب ہر بات میں ہر چیز کو خدا کا محتاج مانا تو جو کچھ جہاں میں احتیاج کے قابل ہوگا خداوند عالم میں وہ پہلے ہوگا۔ ہاں خود احتیاج اور سامان احتیاج اُس میں نہ ہونگے علیٰ ہذا التماس یہ بھی ظاہر ہے کہ خود محتاج کا اُسپر کسی قسم کا دباؤ نہیں ہو سکتا جسکا خود محتاج ہے۔ ہاں معاملہ بالکس ہوا کرتا ہے یعنی ہمیشہ محتاج پر اسکا دباؤ رہتا ہے جس کا محتاج ہوتا ہے اسلئے یہ ضرور ہے کہ نہ خدا تعالیٰ میں کسی قسم کی احتیاج ہو نہ اُسپر کسی قسم کا دباؤ ہو اسکا وجود ہمیشہ سے ہو اور ہمیشہ کو رہے یہ نہ کہ اُسکے وجود کے لئے ابتدا انتہا ہو اس صورت میں کیونکر کہہ دیجئے کہ حضرت عیسیٰؑ یا سری رام چندر وغیرہ خدا تھے اُنکے وجود کی ابتدا اور انتہا معلوم کھانے پینے کا محتاج ہونا اور پاخانہ پیشاب مرض اور موت کا دباؤ سب پر آشکارا ایسی ایسی چیزوں کی احتیاج اور ایسی ایسی چیزوں کے دباؤ کے بعد بھی خدائی کا اعتقاد عقل اور انصاف سے سراسر بعید ہے اُسکے بعد پھر یہ گذارش ہے کہ وہ خداوند عالم جیسے اپنی ذات میں یکتا اور وحدہ لا شریک لہ ہے ایسے ہی جامع کمالات و صفات بھی ہے اور کیوں نہ ہو عالم میں جس صفت کو دیکھئے اپنی موصوف کے حق میں وجود کی تابع ہو یعنی قبل وجود کسی صفت کا ثبوت ممکن نہیں رہا امکان اور عدم واقع میں یہ دونوں باتیں وصف نہیں بلکہ سلب و وصف میں عدم میں تو ظاہر ہے سلب وجود ہوتا ہے۔ رہا امکان اسہل سلب ضرورت وجود ہوتا ہے اور عام لوگوں کے محاورہ کے موافق امکان کا استعمال قبل وجود ہی ہوتا ہے جب یوں بولتے ہیں کہ یہ چیز ممکن ہے۔ تو ہر کوئی یہی سمجھتا ہے کہ یہ چیز بالفعل موجود نہیں۔ مگر ہاں جیسے سایہ جو واقع میں عدم النور ہی بوجہ غلطی ایک چیز نظر آتی ہے ایسے ہی عدم اور امکان بھی بوجہ غلطی فہمی اوصاف معلوم ہوتے ہیں مگر جب تمام اوصاف اپنے ثبوت و حصول میں وجود کے محتاج ہوئے تو بیشک ہی کہنا پڑیگا کہ

تمام اوصاف اصل میں وجود کے اوصاف ہیں یعنی وجود کے حق میں عطا غیر نہیں بلکہ تمام اوصاف یعنی کمالات وجودی وجود کے حق میں خاتمہ زائد میں ورنہ جیسے نور زمین اور گرمی آب گرم زمین اور بانی سے علیحدہ ہو کر بھی پائی جاتی ہیں ایسے ہی اوصاف وجودی بھی وجود سے علیحدہ ہو کر پائے جاتے ہیں اس صورت میں بالضرور جو منہج وجود ہو گا وہی منہج اوصاف بھی ہو گا۔ ہر جہاں جہاں وجود ہو گا وہاں وہاں تمام اوصاف بھی قلیل اور کثیر ضرور ہونگے اگر فرق ہو گا تو ایسا ہو گا جیسا آئینہ اور پتھر میں فرق ہے یعنی بوجہ فرق حسن قابلیت و عدم حسن قابلیت آئینہ میں بہ نسبت پتھر کے زیادہ نور آتا ہے اسلئے یہ ضرور ہے کہ تمام کائنات میں علم و ادراک و قوت حس و حرکت قلیل و کثیر ضرور ہو بہت ہو تو یہ ہو کہ انسان وغیرہ میں علم و ادراک زیادہ ہو اور حیوانات میں اُس سے کم اور نباتات میں اُن سے کم اور جمادات یعنی زمین و آسمان اینٹ پتھر وغیرہ میں اُن سے بھی کم یا فرض کیجئے معاملہ بالعکس ہو مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ زمین پہاڑ اینٹ پتھر علم و ادراک اور قوت حرکت سے بالکل خالی ہوں باقی رہا ہکونہ معلوم ہونا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ موصوفہ ہوں چنانچہ ظاہر ہے ہر حال خداوند عالم بلکہ تمام عالم میں تمام کمالات کا ہونا ضروری ہے اور تمام کائنات کا وجود اور کمالات میں خداوند عالم کا محتاج ہونا لابدی ہے اسلئے یہ بھی ضرور ہے کہ خداوند عالم تمام عالم کے حق میں واجب الطاعت ہو اور تمام عالم کے ذمے اُس کی اطاعت اور فرمانبرداری واجب و لازم ہو کیونکہ وجوہ فرمانبرداری بظاہر کل ہیں اور حقیقت میں دو ہیں تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ کوئی کسی کی تابعداری یا امید نفع پر کرتا ہے جیسے نوکر اپنے میاں کی تابعداری تنخواہ کی امید پر کرتا ہے یا اندیشہ نقصان کے باعث اُسکی فرمانبرداری اور تابعداری کرتا ہے جیسے رعیت حکام کی اطاعت اور مظلوم ظالم کی تابعداری کیا کرتے ہیں یا بوجہ محبت کوئی کسی کی تابعداری کیا کرتا ہے جیسے عاشق اپنی معشوق کی تابعداری کیا کرتے ہیں مگر امید و اندیشہ کو دیکھئے تو اختیار نفع و نقصان کی

طرف راجع ہیں جسکے اصل کو ٹولیئے تو مالکیت اوصاف و کمالات نکلتے ہیں یعنی مالک اصلی کو اختیار و دوستد اوصاف و کمالات ہوتا ہے اور مستعیر کو اختیار رد و انکار نہیں ہوتا چنانچہ آفتاب و زمین کے حال سے نمایاں ہے کہ آفتاب وقت طلوع زمین کو نور عطا کرتا ہے تو زمین اسکو رد نہیں کر سکتے اور وقت غروب اس نور کو آفتاب چھین لیتا ہے تو زمین سے انکار نہیں ہو سکتا وجہ اسکی بجز اسکے اور کیا ہے کہ آفتاب مالک النور ہے اور زمین فقط مستعیر ہے الحاصل وجہ فرمانبرداری و سبب اطاعت بظاہر تین ہیں امید نفع اندیشہ نقصان محبت اور حقیقت میں کل دو سبب ہیں ایک مالکیت دوسری محبت اور اس سے زیادہ تنقیح کیجئے تو اصل سبب اطاعت محبت ہے اتنا فرق ہے کہ کہیں محبت مطاع موجب اطاعت ہوتی ہے اور کہیں محبت مال و جان باعث فرمانبرداری ہوجاتی ہے عشاق کی طاعت اور فرمانبرداری میں خود مطاع کے محبت باعث اطاعت ہوتی ہے اور نوکر کی اطاعت میں محبت مال و جان علیٰ ہذا القیاس رعیت کی اطاعت میں محبت جان و مال موجب فرمانبرداری ہوتی ہے مگر ہرچہ بادا باد وجہ اطاعت ایک ہو یا دو ہو یا تین جو کچھ ہو وہ خدا میں اول ہے آؤروں میں اسکے بعد کیونکہ مالکیت اور اختیار نفع و نقصان بھی ہستی اور وجود پر موقوف ہے اور جمال و محبوبیت بھی وجود و ہستی ہی پر موقوف ہے چہاں وجود اور ہستی کی اصل ہوگی وہیں مالکیت اور اختیار مذکور اور جمال و محبوبیت بھی ہوگی مثل وجود مالکیت و اختیار و محبوبیت بھی آؤروں میں اسی کی عطا ہوگی اور اسی کا فیض ہوگا جب مخلوقات میں وجہ مذکورہ نہ ہوگی اطاعت میں تو خداوند عالم کے حق میں یہ باتیں کیونکر سامان اطاعت و فرمانبرداری ہو سکتی انقصہ جب سبب اطاعت و فرمانبرداری سبکے سب خداوند عالم میں موجود ہیں اور وہ بھی اس طرح کہ آؤروں میں اس قسم کی چیز اگر ہے تو اسی کا فیض ہے تو بیشک خداوند عالم تمام عالم کے حق میں بالکل اطاعت ہوگا کیونکہ اطاعت اور فرمانبرداری اور تابعداری اسکو کہتے ہیں کہ دوسروں کی مرضی موافق کام کیا جاوے ورنہ خلاف مرضی کرنے پر بھی طاعت اور

بندگی اور فرمانبرداری ہی رہی تو پھر گناہ و خطا اور طاعت و بندگی میں کیا فرق رہیگا۔
الحاصل اطاعت کے لئے توافقی رضا ضرور ہو لیکن رضا و عدم رضا کا یہ حال ہو کہ ہم
بادجو یکہ سرا پا ظاہر میں ہماری مرضی عدم مرضی ایسی مخفی ہو کہ بے ہمارے اظہار کے ظاہر
نہیں ہو سکتی بے ہمارے بتلائے کسی کو اطلاع نہیں ہو سکتی بے ہماری تصریح یا اشارہ کنا یہ
کے کیسے اسکی خبر نہیں ہو سکتی اس صورت میں اُس خداوند عالم کی مرضی ہماری اس پوشیدگی
پر کہ آج تک خدا تعالیٰ کو کسی نے دیکھا ہی نہیں بے خدا کے بتلائے کسی کو اطلاع ہو سکتی
ہو لیکن بادشاہان دنیا و محبوبان دار فنا کو ہم دیکھتے ہیں کہ اس نام کی مالکیت اور محبوبیت
اور ذل سے سامان نخوت پر مکان مکان اور دکان دکان اپنی مطیعوں سے کہتے نہیں پھرتے
کہ یہ بات ہماری موافق مرضی ہو اسکی تعمیل کرنی چاہئے اور یہ بات خلاف مرضی ہو اس سے
احتراز لازم ہو بلکہ مقرران درگاہ اُنکے ارشادات اور اشارات کے موافق آؤروں کو
مطلع کر دیا کرتے ہیں اور حسب ضرورت اشتہار و منادی کراہیت میں اس صورت
میں خداوند عالم کو اس سامان بے نیازی پر کہ وہ کسی کا کسی بات میں محتاج نہیں اور
اُسکے سب اسکی سب باتوں میں محتاج کب سزاوار ہو کہ ہر کسی سے کہتا پھرے کہ اس کام
کو کرنا چاہئے اور اس کام کو نہ کرنا چاہئے وہ بھی اپنے مقرران خاص کے ذریعہ سے آؤروں
کو اپنی رضا و غیر رضا سے مطلع کریگا ہم انہیں مقربوں کو جو خداوند عالم کے ارشادات
کی اطلاع آؤروں کو کرتے ہیں پیغمبر اور نبی اور رسول کہتے ہیں وجہ تسمیہ خود ظاہر ہو
لیکن یہ بھی ظاہر ہو کہ کوئی کیسا مقرب جی ہو سکتا ہو جبکہ اُسکی موافق مرضی ہو جو لوگوں کا مخالف
مزاج ہوتے ہیں قرب منزلت اُنکو میسر نہیں آسکتا چنانچہ ظاہر ہو مگر یہ بھی ظاہر ہو
اگر کوئی شخص یوسف ثانی اور حسن میں لاثانی ہو یا اُسکی ایک آنکھ مثلاً کافی ہو تو
اُس ایک آنکھ کا نقصان تمام چہرہ کو بد نما اور نازیبا کر دیتا ہو ایسے ہی اگر ایک بات
بھی کسی میں دوسروں کے مخالف مزاج ہو تو اُن کی آفد خویاں بھی ہوئی ہوئی برابر

بیتِ معلومیتِ انبیا
علیہم السلام ۱۲

ہو جائیگے غرض ایک عیب بھی کسی میں ہوتا ہے تو پھر محبوبیت اور موافقت طبعیت و رضا
منصور نہیں جو امید تقرب ہو اسلئے یہ بھی ضرور ہے کہ انبیاء اور مرسل سراپا اطاعت ہوں
اور ایک بات بھی اُن میں خلاف مرضی خداوندی نہ ہو اسی وجہ سے ہم انبیاء کو معصوم
کہتے ہیں اور اس کہنے سے یہ مطلب ہوتا ہے کہ اُن میں گناہ خداوند عالم کا مادہ اور سامان
ہی نہیں کیونکہ اُن میں جب کوئی صفت بُری ہی نہیں تو پھر اُن سے بُرے افعال کا
صادر ہونا بھی ممکن نہیں، اسلئے کہ افعال اختیار می تابع صفات ہوتے ہیں اگر سخاوت
ہوتی ہے تو داد و بخشش کی نوبت آتی ہے اور اگر بخل ہوتا ہے تو کوڑی کوڑی جمع کی جاتی ہے
شجاعت میں معرکہ آرائی اور بزدلی میں پس پائی ظہور میں آتی ہے ہاں یہ بات ممکن ہے کہ
بوجہ سہو یا غلط فہمی جو گاہ بگاہ بڑے بڑے حائفوں کو بھی پیش آجاتی ہے اور سواے
خداوندِ علیم و خبیر اور کوئی اُس سے منزرہ نہیں کسی مخالف مرضی کام کو موافق مرضی اور
موافق مرضی کو مخالف مرضی سمجھ جائیں اور اسوجہ سے بظاہر خلاف مرضی کام ہو جائے
تو ہو جائے یا بوجہ عظمت و محبت مطاع ہی مخالفت کی نوبت آجائے مگر اسکو گناہ نہیں کہتے
گناہ کے لئے یہ ضرور ہے کہ عداً مخالفت کی جائے بھول چوک کو لغزش کہتے ہیں گناہ
نہیں کہتے یہی وجہ ہے کہ موقع عذر میں یہ کہا کرتے ہیں کہ میں بھول گیا تھا یا بیت
سمجھا نہ تھا اگر بھول چوک بھی گناہ ہی ہوا کرتا تو یہ عذر اور اُلٹا تڑا خطا ہوا کرتا عذر نہ
کرتا جب یہ بات واضح ہو گئی کہ افعال تابع صفات ہیں تو اب دو باتیں قابل لحاظ باقی
رہیں ایک اخلاق یعنی صفات اصلہ دوسرے عقل و فہم۔ اخلاق کی ضرورت تو
یہیں سے ظاہر ہے کہ افعال جن کا کرنا نہ کرنا عبادت اور اطاعت اور فرمانبرداری
میں مطلوب ہوتا ہے انکا بھلا بُرا ہونا اخلاق کی بھلائی بُرائی پر موقوف ہے اور اس سے
صاف ظاہر ہے کہ اصل میں بھلی اور بُری اخلاق و صفات ہی ہوتی ہیں اور عقل و
فہم کی ضرورت اسلئے ہے کہ اخلاق کے مرتبے میں موقع بموقع دریافت کرنے کی

لا مثلہ انما خد
انہی بلہ بھلائے اور
یہ بوجہ ادب و باریز
بیچے ۱۲

ضرورت ہوتی ہے تاکہ افعال میں بوجہ بموقع ہو جانے کے کوئی خرابی اوپر سے نہ آجائے
 دیکھئے سخاوت اچھی چیز ہے لیکن موقع میں صرف ہونا پھر بھی شرط ہے اگر مساکین اور مستحقین
 کو دیا جائے تو فہا ورنہ مٹیوں اور بھڑوؤں کا دینا یا شراب خواروں اور بھنگ نوشوں
 کو عطا کرنا کون نہیں جانتا کہ اوز برائیوں کا سامان ہے وجہ اسکی بجز اسکے اور کیا ہے کہ بموقع
 صرف ہوا بالجمہ افعال ہر چند تابع صفات ہیں لیکن موقع اور بموقع کا پہچانا بجز عقل سلیم
 و فہم مستقیم ہرگز متصور نہیں اسلئے ضرور ہے کہ انبیاء میں عقل کامل اور اخلاق حمیدہ ہوں
 ظاہر ہے کہ جب اخلاق حمیدہ ہونگے تو محبت بھی ضرور ہوگی کیونکہ خلق حسن کی بنا و محبت
 پر ہے اور جب موقع اور محل کا لحاظ ہے اور عقل کامل موجود ہے تو پھر خدا سے بڑھکر اور کونسا
 موقع سزاوار محبت ہوگا مگر خدا کے ساتھ محبت ہوگی تو پھر عزم اطاعت و فرمانبرداری بھی
 ضرور ہوگا جس کا انجام یہی نکلیگا کہ ارادہ نافرمانی کی گنجائش ہی نہیں اور ظاہر ہے کہ
 اسی کو معصومیت کہتے ہیں اب یہ گزارش ہے کہ مدار کار نبوت عقل کامل اور اخلاق حمیدہ
 پر ہے۔ رہے معجزات وہ خود نبوت پر موقوف ہیں نبوت اُن پر موقوف نہیں یعنی یہ نہیں کہ
 جسمیں معجزات نظر آئیں اُسکو نبوت عطا کریں ورنہ خیر بلکہ جس میں نبوت ہوتی ہے
 اُسکو معجزات عنایت کرتے ہیں تاکہ عوام کو بھی اُسکی نبوت کا یقین ہو جائے اور نبی کے
 حق میں اُسکے معجزے بمنزلہ سند و ستاد پز ہو جائیں اسلئے اہل عقل کے نزدیک دل عقل
 کامل اور اخلاق حمیدہ ہی کا تجسس چاہئے مگر عقل اور اخلاق میں دیکھا تو حضرت
 محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب میں افضل و اعلیٰ پایا عقل و فہم میں اولیت
 و افضلیت کے لئے تو اس سے زیادہ اور کیا دلیل ہوگی کہ آپ بذات خود امی اُن پڑھے
 جس ملک میں پیدا ہوئے اور جہاں ہوش سنبھالا بلکہ ساری عمر گزری علوم سے
 یک نخت خالی نہ علوم دینی کا پتا نہ علوم دنیوی کا نشان نہ کوئی کتاب آسمانی نہ کوئی
 کتاب زمینی باعث جہل کیا کیا کچھ خرابیاں نہ تھیں اب کوئی صاحب فرمائیں کہ

نبوت معصومیت
 انبیاء علیہم السلام

ایسا شخص اُمتی آن پڑھا ایسے ملک میں اول سے آخر تک عمر گزارے جہاں علوم کا نام و نشان نہ ہو پھر اس پر ایسا دین اور ایسا آئین۔ ایسی کتاب لاجواب اور ایسی ہدایات بنیاد ایک عالم کو جس پر ملک عرب کے جاہلوں کو الہیات یعنی علوم ذات و صفات خداوندی میں جو تمام علوم سے مشکل ہو اور علم عبادات اور علم اخلاق اور علم سیاسات اور علم معاملات اور علم معاش و معاہد میں رشک ارسطو و افلاطون بنادیا جسکے باعث تہذیب عرب رشک شائستگی حکماء و علم ہرگز چنانچہ انکے کمال علمی پر آج اہل اسلام کے کتب مطولہ جو خارج از تعداد میں شاہد ہیں ایسے علوم کوئی بتلائے تو سہی کس قوم اور کس فریق میں ہیں جس کے فیض یافتہ اور تربیت یافتہ لوگوں کا یہ حال ہوئے انکے استاد اول اور معلم اول یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہوگا اور اخلاق کی یہ کیفیت کہ آپ کہیں کے بادشاہ نہ تھے بادشاہ زادے نہ تھے امیر نہ تھے امیر زادے نہ تھے نہ تجارت کا سامان تھا نہ کھیتی کا بڑا اسباب تھا نہ میراث میں کوئی چیز تھائی نہ بذات خود کوئی دولت کمائی ایسے افلاس میں ملک عرب کے گردن کشوں جھاکشوں برابر کے بھائیوں کو ایسا مسخر کر لیا کہ جہاں آپ کا پسینا گرے وہاں ابرنا خون بہانے کو تیار ہوں پھر یہ بھی نہیں کہ ایک دور روز کا ولولہ تھا آیا نکل گیا ساری عمر اسی کیفیت سے گزار دے یہاں تک کہ گھر چھوڑا باہر چھوڑا زن و فرزند چھوڑے مال و دولت چھوڑا آپ کی محبت میں سب پر خاک ڈال اپنوں سے آمادہ جنگ و پیکار ہوئے کسی کو آپ مارا کسیکے ہاتھ سے آپ مار گئے یہ تسخیر اخلاق نہ تھی تو اور کیا تھی یہ زور شمشیر کس تنخواہ سے آپنے حاصل کیا ایسا اخلاق کوئی بتلائے تو سہی حضرت آدمؑ میں تھے یا حضرت ابراہیمؑ میں تھے یا حضرت موسیٰؑ میں تھے یا حضرت عیسیٰؑ میں تھے جب عقل و اخلاق کی یہ کیفیت ہو اس پر زہد کی یہ قات جو آیا وہی لٹا یا نہ کھلایا نہ پھنا نہ مکان بنایا تو پھر کونسا مقل یہ کہہ دیکھا کہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ علیہم السلام وغیرہم تو نبی ہوں ماور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نبی نہوں اُن کی نبوت میں کسی کو تامل ہو کہ نہ پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں اہل عقل و انصاف کو تامل کی گنجائش نہیں بلکہ بعد لحاظ کمالات علمی جو آپ کی ذات میں ہر عام و خاص کو ایسی طرح نظر آتے ہیں جیسے آفتاب میں نوریہ بات واجباً تسلیم ہے کہ آپ تمام انبیاء کے قافلہ سالار اور سب رسولوں کے سردار اور سب میں افضل اور سب کے خاتم ہیں تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ عالم میں جو کچھ ہے انبیاء کے کمالات ہوں یا اولیاء کے سب عطا خدا ہیں چنانچہ مضامین مسطورہ بالا سے یہ بات عیاں ہے مگر عالم خصوصاً بنی آدم میں کمالات مختلفہ موجود ہیں کسی میں حسن و جمال ہے تو کسی میں فضل و کمال ہے کسی میں زور و قدرت ہے تو کسی میں عقل و فراست ہے اس لئے خدا کے اور بندوں کی ہمت ایسی مثال ہوگی جیسے فرض کیجئے کسی اُستاد جامع کمالات کے پاس مختلف فنون کے طالب آئین اور ہر شخص جسے علم سے فیض یاب ہو کر اپنے اپنے کمالات دکھلائیں مگر ظاہر ہے کہ اسکے شاگردوں کے آثار سے یہ بات خود نمایاں ہو جائیگی کہ یہ شخص کون سے فن میں اُستاد مذکور کا شاگرد ہے اگر فیض منقول اُس شاگرد سے جاری ہے تو معلوم ہو جائیگا کہ فن منقول میں یہ شخص شاگرد اُستاد مذکور کا ہے اور اگر فیض محقول جاری ہے تو معلوم ہوگا کہ فن محقول میں اُستاد مذکور سے مستفید ہوا ہے بیماروں کا علاج کرتا ہے تو استفادہ علاج سے لگے گا اور شاعروں میں غزل خوانی کرتا ہے تو تحصیل کمال شاعری کا سراغ نکلے گا۔ الحاصل شاگردوں کے احوال خود بتلا دینگے کہ اُستاد کے کون سے کمال نے اس میں ظہور کیا ہے الحاصل جب بنی آدم خصوصاً انبیاء میں مختلف قسم کے حالات موجود ہوں اور پھر سب کے سب خدا ہی کے عطا اور فیض ہوں تو بدالات آثار و کار و بار انبیاء یہ بات معلوم ہو جائیگی کہ یہ نبی خدا تعالیٰ کی کونسی صفت سے مستفید ہے اور وہ نبی کونسی خدا کی صفت سے مستفیض ہے یعنی گو ایک کے ساتھ اور سب صفتیں بھی قلیل و کثیر آئیں پر اصل منبع فیض کوئی ایک ہی صفت ہوگی مگر بدالات معجزات انبیاء یہ معلوم

ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور صفت سے مستفید ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور صفت سے مستفید ہیں کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں بدالات اجازت موتے و مفاد امراض مضمون جاں بخشی کا پتہ لگتا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام میں بدالات استجوبہ کاری عصائے موسیٰ کہ کبھی عصا تھا کبھی رُز دیا تھا یہ معلوم ہوتا ہے کہ صفت تبدیل و تقلید کے سراخ نکلتا ہے مگر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدالات اعجاز قرآنی و کمالات علمی یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ صفت علم سے مستفید ہیں اور درگاہ علمی میں باریاب میں مگر سب جانتے ہیں کہ علم وہ صفت ہے کہ تمام صفات اپنی کارگزاری میں اسکو محتاج ہیں پر علم ہی پر کام میں کسی صفت کا محتاج نہیں کون نہیں جانتا کہ ارادہ قدرت وغیرہ صفات بے علم و ادراک کی کام کئے نہیں۔ زوٹی کھانے کا ارادہ کرتے ہیں اور پھر کھاتے ہیں اول یہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ روٹی تیرہ نہیں اور پانی پینے کا ارادہ کرتے ہیں پانی پیتے ہیں تو یہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ پانی پھر نہ پیا نہیں یہ علم نہیں تو اور کیا ہی مگر روٹی کو روٹی سمجھنا اور پانی کو پانی سمجھنا ارادہ قدرت پر موقوف نہیں اگر روٹی سانسے آہائے پانی سانسے سے گزر جائے تو بے ارادہ و اختیار وہ روٹی اور یہ پانی معلوم ہوگا القصہ علم کو اپنے معلومات کے تعلق میں کسی صفت کی ضرورت نہیں مگر باقی تمام صفات کو اپنے تعلقات میں علم کی حاجت ہے غرض جو صفات غیر سے متعلق ہوتے ہیں۔ اُن میں علم اول ہے اور سب پر افسر ہے اور علم سے اول اور کوئی صفت نہیں بلکہ علم ہی پر مراتب صفات متعلقہ بالذخیر ختم ہو جاتے ہیں اس لئے وہ نبی جو صفت العلم سے مستفید ہو اور بارگاہ علمی تک باریاب ہو تمام دنیا سے مراتب میں زیادہ اور رتبہ میں اول اور سب کا سردار اور سب کا مخدوم ہوگا اور سب اس کے تابع و محتاج ہوں گے اُس پر مراتب کمالات ختم ہو جائیں گے اس لئے وہ نبی خاتم الانبیاء بھی ضرور ہی ہوگا وجہ اسکی یہ ہے کہ انبیاء بوجہ احکام رسانی مثل گورنر وغیرہ نواب خداوندی ہوتے ہیں اس لئے ان کا حاکم ہونا ضرور ہے چنانچہ ظاہر ہے اس لئے جیسے عہدہ ہائے ماتحت میں سب میں اور پر عہدہ گورنری یا وزارت ہے اور سوا اسکے اور سب عہدے اس کے ماتحت ہوتے ہیں

ادروں کے احکام کو وہ توڑ سکتا ہے اس کے احکام کو اور کوئی نہیں توڑ سکتا اور وجہ اس کی یہی ہوتی ہے کہ اُس پر مراتب عہد جات ختم ہو جاتے ہیں ایسے ہی خاتم مراتب نبوت کے اوپر اور کوئی عہدہ یا مرتبہ ہوتا ہے نہیں جو ہوتا ہے اس کے ماتحت ہوتا ہے اس لئے اس کے احکام اور اس کے احکام کے ناسخ ہونگے اور اوروں کے احکام اس کے احکام کے ماتحت ہونگے اور اس لئے یہ ضرور ہے کہ وہ خاتم زمانی بھی ہو کیونکہ اوپر کے حاکم تک نبوت سب حکام ماتحت کے بعد میں آتی ہے اور اس لئے اس کا حکم اخیر حکم ہوتا ہے چنانچہ ظاہر ہے پارلیمنٹ تک مراۃ کی نبوت سبھی کے بعد میں آتی ہے یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ کسی اور نبی نے دعوے خاتمیت نہ کیا کیا تو حضرت محمد رسول اللہ صلعم نے کیا۔ چنانچہ قرآن و حدیث میں یہ مضمون تصریح موجود ہے سو آپ کے پہلے اگر دعوے خاتمیت کرتے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کرتے مگر دعویٰ خاتمیت تو درکنار انہوں نے یہ فرمایا کہ میرے بعد جان کا سردار آیا ہوا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے اپنی خاتمیت کا انکار کیا بلکہ خاتم کے آنے کی بشارت دی کیونکہ سب کا سردار خاتم الحکام ہوا کرتا ہے اور در صورت مخالفت رائے اس کے احکام آخری احکام ہوا کرتے ہیں چنانچہ مراۃ کرنیوالوں کو خود ہی معلوم ہے جب فضیلت محمدی اور خاتمیت محمدی دونوں معلوم ہو گئیں تو اب یہ گزارش ہے کہ فقط فضیلت محمدی کمالات ہی میں واجب التسلیم نہیں بلکہ معجزات میں بھی فضیلت محمدی واجب الایمان ہے اور کیوں نہ ہو معجزات خود آثار کمالات ہوتے ہیں اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مردے زندہ ہوئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عصا بے جان اڑدے جاندار بن گیا تو کیا ہو اور رسول اللہ صلعم کے طفیل سے کبھی کا سوکھا کھجور کی لکڑی کا ستون زندہ ہو گیا تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ایک زمانے تک رسول اللہ صلعم جمعہ کے روز اپنی مسجد کے ایک ستون کے ساتھ جو کھجور کا تھا پشت لگا کر خطبہ پڑھا کرتے تھے جب ممبر بنایا گیا تو آپ اُس ستون کو چھو کر ممبر پر خطبہ پڑھنے تشریف لائے

اُس ستون میں سے رونے کی آواز آئی آپ ممبر سے اتر کر اُس ستون کے پاس تشریف لائے اور اپنے سینہ سے لگایا اور ہاتھ پھیرا وہ ستون ایسی طرح چپکا ہوا جیسے روتا ہوا بچہ سبکتا سبکتا چپکا ہو جاتا ہے اس واقعہ کو ہزاروں نے دیکھا جمعہ کا دن تھا اور پھر وہ زمانہ تھا جس میں نماز سے زیادہ اور کسی چیز کا اہتمام ہی نہ تھا خاص کر جمعہ کی نماز جس کے لئے اس قدر اہتمام شریعت میں کیا گیا ہے کہ اُس سے زیادہ اور کسی نماز کا اہتمام ہی نہیں الغرض چھوٹے بڑے سب کا ضرتھے ایک دو اُس وقت ہوتے تو احتمال دروغ یا وہم غلط فہمی بھی تھا ایسے مجمع کثیر میں ایسا واقعہ عجیب پیش آیا کہ نہ احیاء موتے کو جو اعجاز عیسوی تھا اُس سے کچھ نسبت اور نہ عصائے موسوی کے اژدہا بن جانے کو جو معجزہ موسوی تھا اُس سے کچھ مناسبت شرح اس منحا کی یہ ہے کہ تن بیجان اور جسم مردہ کو قبل موت تو روح سے علائقہ تھا ستون مذکور کو تو نہ کبھی روح سے تعلق تھا نہ حیات معروف سے مطلب بد علاوہ بریں جسم انسان و حیوان کو منبج حیات ہو مگر قابل اور جاذب حیات ہونے میں تو کچھ شک بھی نہیں یہی وجہ ہوئی کہ روح علوی کو اس خاکدان سفلی میں آنا پڑا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ایام حیات کی ملازمت طویلہ کے بعد روح کو بدن کے ساتھ اُنس و محبت کا ہونا بھی ضرور ہے جس سے ادھر کی نگرانی اور معاونت کی آسانی ثابت ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ سب باتیں ستون مذکور میں مفقود ہیں علیٰ ہذا انقیاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کی برکت سے اگر عصا اژدہا بن گیا اور زندہ ہو کر ادھر ادھر دوڑا تو اُسکی حرکات سکناٹ بعد انقلاب شکل و ماہیت ظاہر ہوئی اور ظاہر ہے کہ اُس شکل اور اُس ماہیت کو جو بعد انقلاب حاصل ہوئی حیات سے ایک مناسبت قوی ہے یعنی سانپوں اور اژدہاؤں کے افعال اور حرکات اور نیک و پھچ و تاب اور وہ کاٹنا اور نگل جانا اُسی ماہیت اور اُسی شکل کے ساتھ مخصوص ہے اور زندوں سے بھی وہ کام نہیں ہو سکتے چہ جائیکہ نباتات یا جمادات سے ہذا القسمہ شکل مذکور

اور ماہیت مشارالہ میں روح کا آنا چندان مستبعد اور بعید اور عجیب و غریب نہیں
 جتنا سوکھے ستون میں جو بالیقین بالفعل منجملہ جمادات تھا روح و حیات کا آجانا حمل و تعجاب
 ہی علاوہ برین عصا و موسوی سے وہی کام ظہور میں آیا جو اور سانپوں اور اثر دہاؤں
 سے ظہور میں آتا ہو کوئی ایسا کام ظہور میں نہیں آیا جو ذوی العقول اور نبی آدم سے
 ظہور میں آئے ہیں چنانچہ ظاہر ہی اور ستون خشک کا در و فراق محمد معلم یا موقوفی خطبہ
 سے جو اسکے قریب پڑھا جائے کہ تار تھا رونا اور چلانا وہ بات ہی جو سوائے ذوی العقول بلکہ ان
 میں سے بھی بجز افراد کاملہ اور کسی سے ظہور میں نہیں آسکتے شرح اس محاکمی یہ ہو کہ جیسے
 محبت جالی کے لئے اول آنکھ کی ضرورت ہو اور پھر قابلیت طبیعت کی حاجت جس کے
 سبب میلان خاطر اور توجہ دلی متصور ہو ایسے ہی محبت کمالی کے لئے اول عقل و فہم
 کی ضرورت ہو اور پھر قابلیت مذکورہ کی حاجت اور ظاہر ہو کہ یہ دونوں باتیں تنہا تنہا
 بھی اور یمنیت مجموعی بھی بجز نبی آدم اور انہیں سے بھی بجز کاملین عقل و طبیعت متصور
 نہیں پھر اس پر طرہ یہ ہو کہ کاملان مذکور سے بھی جہی متصور ہو کہ کمالات محبوب کے علم کی
 نوبت علم الیقین اور عین الیقین سے گزر جائے اور مرتبہ حق الیقین حاصل ہو جائے
 کیونکہ قبل مرتبہ مذکورہ محبت کا حاصل ہونا ایسا ہی دشوار بلکہ غیر ممکن ہو جیسے قبل ذائقہ
 شریانی وغیرہ نعام لذیذہ شریانی کی رغبت غیر ممکن ہو یہ کبھی نہ سنا ہو گا کہ چکھنے سے پہلے
 فقط دیکھنے ہی کے سبب کسی غذا رنفس و لطیف کی طرف رغبت حاصل ہو جائے۔
 خواہ اس وقت چکھنے کا اتفاق ہو جس وقت وہ غذا سامنے آئے یا اس سے پیشتر اتفاق
 ہو چکا ہو خواہ بدالات شکل و صورت یہ بات معلوم ہو جائے کہ اس غذا میں وہ مزہ ہو
 جو پیشتر نصیب ہو چکا ہے یا کیسے بتلانے سے یہ معلوم ہو جائے کہ اس غذا میں وہ مزہ ہو
 جو پہلے اڑا چکے ہیں بہر حال قبل ذائقہ چشی رغبت و محبت اغذیہ تصور بیجا ہو اور
 کیوں نہ ہو وجہ محبت کوئی خوبی اور صفت ہی ہوتی ہو یہی وجہ ہو کہ نکی چیزیں کیسکو

مردو نہیں ہیں اور اگر کسی کو یہ خیال ہو کہ جمالی محبت میں فقط مرتبہ عین الیقین کافی ہو یہ خبر درودمان مرتبہ عین الیقین کی محبت کے لئے کافی ہو کسی اور مرتبہ کی ضرورت نہیں پڑے گا ہر ایک کو اس کا جواب یہ ہو کہ کبھی حصول حق الیقین کے لئے اس حاسہ کے سوا جو سامان عین الیقین ہوتا ہو کسی اور حاسہ کی ضرورت ہوتی ہو جیسے غذاؤں میں ہوتا ہو کہ عین الیقین تو بذریعہ چشم میسر آتا ہو اور حق الیقین بوسیلہ زبان حاصل ہوتا ہو اور کبھی حصول حق الیقین کے لئے حواس ظاہرہ میں سے سوائے اس حاسہ کے جو آلہ عین الیقین ہوتا ہو اور کسی حاسہ کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ دونوں مرتبے اسے ایک حاسہ سے متعلق ہوتے ہیں یا کوئی حاسہ باطنی آلہ حق الیقین ہو جاتا ہو سو محبت جمالی میں یہی قصہ ہو کہ جو آلہ عین الیقین ہو وہی آلہ حق الیقین ہو تفصیل اس اجمال کی یہ ہو کہ غذاؤں کی محبت بوجہ صورت نہیں ہوتی بوجہ ذائقہ ہوتی ہو اور جمال کی محبت بوجہ صورت ہی ہوتی ہو کسی اور وجہ سے نہیں ہوتی اس لئے جمال میں عین الیقین اور حق الیقین ایک ہی حاسہ سے متعلق ہوتی ہیں اور غذاؤں وغیرہ میں مرتبہ عین الیقین آنکھوں سے متعلق ہو تو مرتبہ حق الیقین زبان سے متعلق ہے کیونکہ عین الیقین اس کو کہتے ہیں کہ خبر نہ رہے مشاہدہ ہو جائے اگر نوبت مشاہدہ نہیں آئے بلکہ ہنوز خبر ہی خبر ہو تو بشرط یقین وہ علم خبری علم الیقین سمجھا جائیگا اور اگر مشاہدے سے بڑھ کر یہ نوبت بھی آجائے کہ اس شے کو استعمال میں لائے اور اس کے منافع سے منتفع ہو پھر یہ علم مرتبہ حق الیقین کو پہنچ جائیگا یہ الحاصل مرتبہ حق الیقین کا مرتبہ عین الیقین کے ساتھ ساتھ ہونا بعض بعض مواقع میں موجب اشتباہ ہو جاتا ہو اور یہ گمان ہوتا ہو کہ مرتبہ عین الیقین ہی میں محبت اور رغبت پیدا ہو جاتی ہو جب یہ بات ذہن نشین ہو چکی تو اب سینے کے جب پیدائش محبت مرتبہ حق الیقین سے متعلق ہوئی تو بالضرور اس بات کا اتوار لازم ہوا کہ ستون مذکور کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کا علم درجہ حق الیقین کو پہنچ گیا تھا اور ظاہر ہے کہ

جیسے یقین میں اس مرتبہ سے بڑھکر اور کوئی مرتبہ نہیں ایسے ہی کمالات روحانی کی نسبت اس مرتبہ کا حاصل ہونا ہر کسی کو میسر نہیں آتا کیونکہ روح اور کمالات روحانی ایسے مخفی ہیں کہ بجز ارباب بصیرت و مکاشفہ اور کسی کو اس کا حصول متصور نہیں مگر ظاہر ہو کہ ارباب بصیرت و اصحاب مکاشفہ ہونا ایسا کمال ہے جس کے کمال ہونے میں بجز احمق اور کسی کو شک نہیں ہو سکتا۔ الخرض عصار موسوی اگر از دہا بن گیا اور از دہا بن کر چلا دوڑا تو یہ وہ کام ہے کہ جتنے سانپ میں سبھی یہ کام کرتے ہیں کچھ سانپوں کے متبے سے بڑھکر کوئی کام نہیں اور ستون محمدی اگر فراق محمدی میں رویا تو اس کا رونا محبت کمالات محمدی پر دلالت کرتا ہو جو بجز مرتبہ حق یقین متصور نہیں جو بہ نسبت کمالات روحانی بجز ارباب کمال یعنی اصحاب بصیرت و مکاشفہ اور کسی کو میسر نہیں آسکتا اور ظاہر ہے کہ اس حدیث میں معجزہ موسوی کو معجزہ احمدی کے سامنے کچھ نسبت باقی نہیں رہتی اور سنئے اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاں پتھر سے پانی نکلتا تھا تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی انگشتان مبارک سے پانی کے چشمے جاری ہوئے تھے اور ظاہر ہو کہ زمین پر رکھے ہوئے پتھر سے پانی کے چشمے کا بہنا اتنا عجیب نہیں جتنا گوشت و پوست سے پانی کا نکلنا عجیب ہو کون نہیں جانتا کہ جتنی ندیاں اور نالے ہیں سب پہاڑوں اور پتھروں اور زمین ہی سے نکلتے ہیں پر کسی کے گوشت و پوست سے کسی نے ایک قطرہ بھی نکلتا نہیں دیکھا علاوہ بریں ایک پیالی پانی پر دست مبارک کے رکھ دینے سے انگشتان مبارک سے پانی کا نکلنا صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دست مبارک منہج البرکات ہو اور یہ سب جسم مبارک کی کرامات ہو اور سنگ موسوی سے زمین پر رکھ دینے کے بعد پانی کا نکلنا اگر دلالت کرتا ہو تو اتنی ہی بات پر دلالت کرتا ہو کہ خداوند عالم بڑا قادر ہو اور سنئے اگر باعجاز حضرت یوشع علیہ السلام آفتاب ویر تک ایک جا ٹھیرا یا کسی اور نبی کے لئے بعد غروب آفتاب لوٹ آیا تو اس کا حاصل بجز

عصار موسوی
میں سے زمین پر رکھ دینے سے
پانی کے چشمے جاری ہوئے تھے اور
ظاہر ہو کہ زمین پر رکھے ہوئے
پتھر سے پانی کے چشمے کا بہنا
اتنا عجیب نہیں جتنا گوشت و
پوست سے پانی کا نکلنا عجیب
ہو کون نہیں جانتا کہ جتنی
ندیاں اور نالے ہیں سب پہاڑوں
اور پتھروں اور زمین ہی سے
نکلتے ہیں پر کسی کے گوشت و
پوست سے کسی نے ایک قطرہ
بھی نکلتا نہیں دیکھا علاوہ
بریں ایک پیالی پانی پر دست
مبارک کے رکھ دینے سے انگشتان
مبارک سے پانی کا نکلنا صاف
اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ
دست مبارک منہج البرکات ہو اور
یہ سب جسم مبارک کی کرامات
ہو اور سنگ موسوی سے زمین
پر رکھ دینے کے بعد پانی کا
نکلنا اگر دلالت کرتا ہو تو اتنی
ہی بات پر دلالت کرتا ہو کہ
خداوند عالم بڑا قادر ہو اور
سنئے اگر باعجاز حضرت یوشع
علیہ السلام آفتاب ویر تک
ایک جا ٹھیرا یا کسی اور نبی
کے لئے بعد غروب آفتاب لوٹ
آیا تو اس کا حاصل بجز

اسکے اور کیا ہوا کہ بجائے حرکت سکون عارض ہو گیا یا بجائے حرکت روزمرہ حرکت سکون وقوع میں آئی اور ظاہر ہو کہ یہ بات اتنی دشوار نہیں جتنی یہ بات دشوار ہے کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے کیونکہ پھٹ جانا تو ہر جسم کے حق میں خلاف طبیعت ہے اور سکون کسی جسم کے حق میں بحیثیت جسمی خلاف طبیعت نہیں بلکہ حرکت ہی خلاف طبیعت ہے، یہی وجہ ہے کہ جیسے اجسام کے پھٹ جانے کے لئے اور سبب کی حاجت ہوتی ہے ایسے ہی حرکت کے لئے بھی اور سبب کی ضرورت پڑتی ہو اور سکون کے لئے کسی اور سبب کی ضرورت نہیں ہوتی ان تمام وقائع اور مضامین کے استماع کے بعد شاید کسی شبہ ہو کہ معجزات مرقومہ بالا کا جو سبب معجزات محمدی صلعم مذکور ہوئے کیا ثبوت ہو اور ہم کو کاہے سے معلوم ہو کہ یہ یہ معجزات ظہور میں آئے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم کو کاہے سے معلوم ہو کہ اور انبیاء اور اوتاروں سے وہ معجزات اور کرشمے ظہور میں آئے ہیں جو ان کے عقید بیان کرتے ہیں اگر توریت و انجیل کے بھروسے ان معجزات اور کرشموں پر ایمان ہی تو قرآن و احادیث محمدی صلعم کے اعتماد پر معجزات محمدی پر ایمان لانا واجب ہے کیونکہ توریت و انجیل کی کسی کے پاس آج کوئی سند موجود نہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ کس نے مانعین کیا ہیں لکھی گئیں اور کون کون اور کس قدر ان کتابوں کے راوی ہیں اور قرآن و حدیث کی سند اور سناد کا یہ حال کہ یہاں سے لیکر رسول اللہ صلعم تک راویوں کی تعداد معلوم نسب اور سکونت معلوم نام اور احوال معلوم۔ پھر تا شاہ ہے کہ توریت و انجیل تو معتبر ہو جائیں اور قرآن و حدیث کا اعتبار نہو اس سے بڑھ کر اور کیا ستم اور کون سی نا انصافی ہوگی اگر توریت و انجیل وغیرہ کتب مذاہب دیگر لایق اعتبار ہیں تو قرآن و حدیث کا اعتبار سب سے پہلے لازم لب یہ گزارش ہے کہ ہمارا یہ دعویٰ نہیں کہ اور مذاہب اور دین بالکل ساختہ اور پرداختہ بنی آدم ہیں بطور مجلسازی ایک دین بنا کر خدا کے نام لگا دیا۔ نہیں دو مذاہبوں کو تو ہم یقیناً دین آسمانی سمجھتے ہیں۔ ایک دین یہود اور دوسرے دین نصاریٰ ہاں اتنی بات ہی کہ بوجہ قرین بنی آدم کے اسے کی آمیزش بھی ان دو دنیوں میں ہو گئے ہے۔ باقی رہا

دین ہندو اسکی نسبت اگرچہ ہم یقیناً نہیں کہہ سکتے کہ اصل سے یہ دین بھی آسمانی ہی مگر یقیناً یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ یہ دین اصل سے جلی ہو خدا کی طرف سے نہیں آیا کیونکہ اول تو قرآن شریف میں یہ ارشاد ہو و ان من امتہ الاخلاقیہما نذیر۔ جسکے یہ معنی ہیں کہ کوئی امت یعنی گروہ عظیم ایسی نہیں جس میں کوئی ڈرانہ والا نہ گزرا ہو پھر کیونکہ کہہ دیجئے کہ اس ولایت ہندوستان میں جو ایک عریض و طویل ولایت ہو کوئی بادی نہ پہنچا ہو کیا عجب ہو کہ جسکو ہندو صاحب اوتار کہتے ہیں اپنے زمانے کے نبی یا ولی یعنی نائب نبی ہوں۔ دوسرے قرآن شریف میں یہ بھی ارشاد ہو۔ منہم من قصصنا علیک ومنہم من لم نقصص علیک۔ جسکا حاصل یہ ہو کہ بعض انبیاء کا قصہ تو ہم نے تجھ سے بیان کر دیا ہو اور بعضوں کا قصہ بیان نہیں کیا سو کیا عجب ہو کہ انبیاء ہندوستان بھی انہیں نبیوں میں سے ہوں جسکا تذکرہ آپ سے نہیں کیا گیا رہی یہ بات کہ اگر ہندوؤں کے اوتار انبیاء یا اولیا ہوتے تو دعویٰ خدائی نہ کرتے اور افعال ناشایستہ مثل زنا چوری وغیرہ ان سے سرزد نہ ہوتے حالانکہ اوتاروں کے معتقد یعنی ہندو ان دونوں باتوں کے معتقد ہیں جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہو کہ یہ دونوں باتیں بیشک ان سے سرزد ہوئی ہیں سو اس شبہ کا جواب یہ ہو سکتا ہو کہ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف دعویٰ خدائی نصاریٰ نے منسوب کر دیا ہو اور دلائل عقلی و نقلی اسکے مخالف ہیں ایسے ہی کیا عجب ہو کہ سری کرشن اور سری رام چندر کی طرف بھی یہ دعویٰ بدوخی منسوب کر دیا ہو جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بدلائل آیات قرآنی اور نیز بدلائل آیات انجیل اپنے بندہ ہونے کے متبر اور معترف تھے اور پھر وہی کام مدت العمر میں کیلئے جو بندگی کو سزاوار ہیں دعویٰ خدائی پر نہیں پھرتے یعنی نماز روزہ ادا کیا کئے زبان سے عجز و نیاز کرتے رہی جب کہا اپنے آپکو ابن آدم کہا اور بندہ قرار دیا پھر اس پر انکے دستے تہمت دعویٰ خدائی لگا دی گئی ایسے ہی کیا عجب ہو کہ سری کرشن اور سری رام چندر کی نسبت تہمت خدائی لگا دی ہو علی ہذا القیاس جیسے حضرت لوط اور

حضرت داؤد علیہ السلام کی نسبت باوجود اعتقاد نبوت یہود و نصاریٰ تہمت شراب خواری اور زنا کاری لگاتے ہیں اور ہم انکو ان عیوب سے بری سمجھتے ہیں ایسے ہی کیا عجب ہو کہ سری کرشن اور سری رام چندر بھی عیوب مذکورہ سے متبرہ ہوں اور ان کے ذمے یہ تہمت زنا و سرقت لگادی ہو۔ الحاصل ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ ان کے ذمے اس زمانے میں مذہب اصل سے غلطی میں دین آسانی نہیں بلکہ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ اس زمانے میں سوائے اتباع دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور کٹیطرح نجات تصور نہیں اس زمانے میں یہ دین سب کے حق میں واجب الاتباع ہو باقی رہا یہ شبہ کہ اس صورت میں اور دین منسوخ ٹھہریں گے اور یہ وہم پیدا ہوگا کہ پہلے احکام میں خدا تعالیٰ سے کچھ غلطی ہوئی ہوگی جسکے تدارک اور اصلاح کے لئے یہ حکم بدلا گیا اسکا جواب یہ ہو کہ نسخ ایک لفظ عربی ہے اس لفظ کے معنی ہم سے پوچھنے چاہئیں۔ نسخ فقط تبدیل احکام کو عربی زبان میں کہتے ہیں مگر حکام دنیا چونکہ اپنے احکام جہی بدلتے ہیں جبکہ پہلے حکم میں کچھ نقصان معلوم ہوتا ہو اسلئے نسخ کو لفظ کو سنکر یہ شبہ پیدا ہوتا ہو ورنہ نسخ محض تبدیل احکام کو کہتے ہیں اور صورت تبدیل احکام خداوندی یہ ہوتی ہو کہ جیسے منہج مہمل اپنی اپنی وقت میں سب کے ذمے اسلئے بعد اقسام میں منہج بکائنات منہج نسخہ مہمل بدلا جاتا ہے اور ان کی وجہ غلطی نسخہ منہج کوئی نہیں سمجھتا ایسے ہی دین موسوی اور دین عیسوی اپنی اپنی زمانہ میں مناسب اور اس زمانہ میں یہی مناسب کہ اتباع دین محمدی کیا جائے کیونکہ اور دینوں کی میعادیں ختم ہو گئیں اب اسی دین محمدی کا وقت ہے عذاب آخرت اور غضب خداوندی سے نجات اسوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے اتباع میں منحصر ہے جیسے اس زمانے میں گورنر زمانہ سابق لارڈ نارٹھ بروک کے احکام کی تعمیل کافی نہیں بلکہ گورنر زمانہ حال لارڈ لٹن کے احکام کی تعمیل کی ضرورت ہو ایسے ہی اس زمانے میں اتباع ادیان سابقہ کافی نہیں۔ بلکہ دین محمدی کا اتباع ضروری ہے سزا سے سرکاری سے نجات اور رستگاری جہی تصور ہو جبکہ زمانہ حال کے

علاوہ ان قصائد
یہی ہرگز رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم
اور سب سے افضل ہیں
چنانچہ اس سے پہلے
یہ بات یاد رکھو کہ
پیشینوی کی رو سے
جسکو خدا تعالیٰ
یاد دیتا ہے
اس کو نسخہ حکام
نسخہ منہج کہلاتا ہے
اور صورت خلافت
اس کا حکم خدا تعالیٰ
اور اس کا حکم خدا تعالیٰ
نسخہ منہج نہیں
ہو سزا سے

گورنر کا اتباع کیا جائے اگر کوئی نادان یوں کہے کہ گورنر سابق بھی تو ملکہ ہی کا نائب تھا تو اس عذر کو کوئی نہیں سنتا ایسے ہی یہ عذر کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی تو رسول خدا تھے اس وقت قابل اتباع نہیں بلکہ جیسے اس وقت اگر گورنر سابق بھی موجود ہو تو لارڈ لٹن ہی کا اتباع کرے جو گورنر زمانہ الحال ہوا ایسے ہی اس زمانے میں اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی موجود ہوتے تو انکو چار ناچار رسولِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا اتباع کرنا پڑتا اور اگر کوئی شخص اپنے خیال کے موافق بوجہ غلطی کوئی عیب ہمارے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ لگائے بھی تو ہم ہزار عیب انکے بزرگوں میں نکال سکتے ہیں یہی تقریر پروردگار تعالیٰ جو پادری صاحب نے فرمایا کہ تھنٹہ پورا ہو گیا۔ خیر مولوی صاحب تو بیٹھے اور عیسائیوں کی طرف سے پادری بھی الدین پتا دری اٹھے اور مولوی صاحب کی تقریر پر چار اعتراض کئے جنکے دیکھتے کے بعد اہل فہم کو یقین ہو جاتا ہے کہ جیسے ہنود کی طرف سے مولوی صاحب کی تقریر کے رہ میں آخر جلسہ تک کوئی صدا نہ اٹھی پادری صاحبوں نے بھی گویا مطالب ضروری کو اس تقریر کے تسلیم ہی کر لیا کیونکہ طالبِ صلی اور ضروری تو اس تقریر میں کل آٹھ باتیں تھیں خدا تعالیٰ کا نبوت اسکی وحدانیت۔ اسکا واجب الماطاعت ہونا۔ نبوت کی ضرورت۔ نبوت کی علامات اور صفات۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت انکی خاتمت۔ انکے ظہور کے بعد انہیں کے اتباع میں نجات کا منحصر ہو جانا۔ ان آٹھ باتوں میں سے تو ایک بات پر بھی پادریوں نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ ہاں پادری محی الدین مذکور نے مضامین ملحقہ اور زائدہ پر البتہ اعتراض کر کے انجام کار خود آدم ہوئے اور پادری صاحبوں کو نام کر ایادہ چار اعتراض یہ ہیں۔ ایک تو انبیاء کی معصومیت پر یہ اعتراض کہ حضرت آدم علیہ السلام نے باوجود ممانعت خداوندی گہوں کھالیا اور مخالفت خداوندی کی۔ اور ظاہر یہ کہ اس مخالفت ہی کو گناہ کہتے

[illegible]

ثبوت آپ کو قرآن سے دینا تھا قرآن سے آپ نے ثبوت نہیں دیا چوتھا اعتراض یہاں
اللہ صلعم کی انصافیت پر یہ تھا کہ مسلمانوں کے ہاں درود اس طرح پڑھیں۔ اللہ صلعم

سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد کما صلیت علی سیدنا ابراہیم وعلی آل سیدنا ابراہیم انک
حمید مجید۔ اس درود میں لفظ کما صلیت جو تشبیہ پر دلالت کرتا ہے خود اس جانب مشیر
ہو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہوں کیونکہ

۴ احکام شریعت سے دست برداری اور سبکدوشی علی بن ابی طالب سے دیں موسیٰ کا بھی یہی حال تھا کہ کہیں تو یہ
اعتقاد تھا کہ حضرت خیر خدا کے بیٹے تھے کہیں اپنی بیگناہی کا دوست اور خدا کا فرزند سمجھتے تھے جبکہ باعث خدا
کے احکام کی تعمیل ہو باطل طعن ابطال تھے اسی قسم کے خیالات بیجا کے رنج کرنے کو حضرت جیسے کو بھیجا گیا تھا

انگوئی چھوڑیہ بھی نہ سمجھا کر کوئی نیک ہی آدمی میں چنانچہ اسی وجہ سے اُسے وہ سلوک کیا کہ کبھی نہیں انحضرت
کوئی دین تمل بعثت محمدی ایسا نہ پاتا تھا جمیں ایجاد بندہ ہو گیا ہو۔ اسلئے وہ زمانہ ایسا ہو گیا تھا جیسا وہ زمانہ
تھا جمیں سب سے پہلے پیغمبر تشریف لائے ہونگے یعنی حق و باطل و موافق و مخالف مرضی خداوندی کے اصلا

تیز باقی نہ رہی تھی اور ظاہر ہے کہ ایسے وقت میں کوئی شخص بوجہ احکام لایق عذاب نہیں ہو سکتا کیونکہ عذاب
اُس وقت مناسب ہو کہ کوئی شخص باوجود علم و مکان اطلاع خدا کے احکام کی تعمیل نہ کرے یہاں علم احکام و مکان
اطلاع احکام کی کوئی صورت تھی اسلئے ایسے وقت میں اتنی بات کافی ہو کہ اپنی طرف سے ہر دم بصدق دل اس پر آمادہ

ہو کہ اگر کسی طرح کوئی حکم معلوم ہو جائے تو اُسکی تعمیل کر دوں اور پھر حسب ہدایت عقل جتنی معلوم ہو اُسکا کار بند رہوں سو
یہ بات محمد اللہ تعالیٰ رسول صلعم کو قبل بعثت حاصل تھی۔ تبرک۔ زنا۔ چوری۔ قتل۔ شراب خاری۔ جھوٹ وغیرہ
امور معلومہ منہیہ سے احتراز تھا اور غار حرا میں تنہا بیٹھ کر اپنے خدا سے راز و نیاز تھا اور ظاہر ہو کہ سیکو طاعت اور

فرمانبرداری کہتے ہیں بلکہ اصل طاعت یہی ہے اطلاع احکام سے غرض اصلی اسی آمدگی کا امتحان ہوتا ہے ہر قسم سے صورت میں نہ
احترام ہو سکتا ہو کہ جب ملک عرب میں آپ سے پہلے ایک عرصہ سے کوئی نبی ہی تھا اور احکام خداوندی کی تعمیل کی کوئی صورت
ہی نہ تھی تو پھر بعد عدم تعمیل آپ معلوم نہ ہو نعوذ باللہ منہا گارنٹ۔ اور نہ یہ اعتراض ہو سکتا ہو کہ آپ سے پہلے حضرت عیسیٰ نبی

تھے اپنے انکا اتباع کیا اسلئے نعوذ باللہ خدا کے نافرمان ٹھہرے کہ وہ نہ معلوم اُس وقت تعمیل اُس وقت مفر ہو جبکہ علم اطلاع بھی ہوا اور
۱۱۔ اہل بیت علیہم السلام کو بھی اطلاع تھی۔ اہل بیت علیہم السلام کو بھی اطلاع تھی۔ اہل بیت علیہم السلام کو بھی اطلاع تھی۔ اہل بیت علیہم السلام کو بھی اطلاع تھی۔

یہاں بھی کاتبین
الوقت نہ درج ہو سکی
باران محفوظ و محفوظ
اور اگر سب کچھ لکھا جائے
معلوم ہو جائے کہ اس
پہلے رسول خدا صلی
اللہ علیہ وسلم کے
موجود ہونے کے بعد
ظاہر ہو جائے کہ وہ
موجود تھے اور انکی
حکامات کی تعمیل
کے واسطے کلام
اللہ اور فرشتے
میں سے ہوتی تھی
اور انکی حکامات
میں سے ہوتی تھی
اور انکی حکامات
میں سے ہوتی تھی
اور انکی حکامات
میں سے ہوتی تھی

تشبیہ میں مشبہ بہ مشبہ سے افضل ہوا کرتا ہے یہ چار اعتراض کر کے انہیں سنبھالنے اور پادری
 نوٹس صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ اعتراض تو اڈر بھی تھے مگر وجہ طول تقریر یاد نہیں رہی مگر
 ان چار اعتراضوں کے معائنہ سے ناظرین کو یہ بھی معلوم ہو گیا ہو گا کہ اگر بالفرض ان تقریر
 پادری صاحب اپنے بیان میں کچھ ہی ہوں یعنی انکے خیال میں اثنا تشریر میں کچھ اور
 بھی اعتراض آئے ہی ہوں مگر وجہ طول تقریر یاد نہ رہی ہوں تو بھی یہ چار اعتراض تو ان
 سب میں محل سرسب اور ان سب کا انتخاب ہی ہونگے جو یاد رہی پھر جب انکے یہ حال ہو کہ
 پادری صاحب بیان ہی نہ کرتے تو اچھا تھا نہ بیان کرتے نہ نادم ہوتا پڑتا تو اور اعتراض
 تو کس شمار میں میں الغرض پادری صاحب تو بیٹھے اور مولوی صاحب کھڑے ہوئے یہ
 اول تو یہ فرمایا کہ آپ ایک گناہ کے معنی ہی نہ سمجھے گناہ فقط مخالفت امر و ارتداد و
 نہی و منع ہی کو نہیں کہتے بلکہ یہ بھی ضرور ہو کہ وہ مخالفت عدا ہو وجہ نسیان و غلطی ہو
 یہی وجہ ہو کہ موقع عذر میں یوں کہا کرتے ہیں کہ میں بھول گیا تھا یا میں سمجھا تھا اگر وہ جو
 نسیان و غلطی بھی بھی مخالفت کو گناہ کہتے تو پھر موقع عذر میں یہ کہنا کہ میں بھول گیا
 تھا سراسر لغو ہوا کرے بہر حال گناہ یعنی سرکشی کے لئے یہ بھی ضرور ہو کہ مخالفت مذکور
 وجہ نسیان و غلطی نہ ہو عدا ہو اور عدا بھی ہو تو اس شخص کی محبت اور عظمت جسکی
 مخالفت کرتا ہے باعث مخالفت نہوتی ہو چنانچہ اثنا تقریر میں چہنہ خود اس مضمون کی
 طرف اشارہ کر کے یہ کہہ دیا تھا کہ کہیں بھولے چوکے یا بتقاضا محبت بھی انبیاء و سر مخالفت
 ہو جاتی ہے البتہ عدا نہیں ہوتی الحاصل گناہ وہ مخالفت ہو جو عدا ہو اور باعث مخالفت
 اسکی محبت و عظمت نہوتی ہو جسکی مخالفت کرتا ہے اور اگر وجہ نسیان یا بتقاضا محبت و
 عظمت مخالفت سرزد ہو جائے تو پھر اسکو گناہ نہیں کہتے بلکہ زلفت کہتے ہیں۔

یہ بھی وجہ ہو کہ اگر کوئی مضمون کم از کم چھوڑ کر سرائے پیشنے کہے کہ اور وہ اسنے کہے کہ نہ تو اس شخص
 کوئی شخص کو نہیں کہتا نہ مضمون کو نہیں کہتا بلکہ عین دلیل مخالفت کرتا ہے۔ ۱۲

جسکا ترجمہ لغزش ہے مگر اس صورت میں حضرت آدم علیہ السلام کے گہیوں کھالینے کو موافق اصول اہل اسلام نہاد اور جرم قرار دینا غلط ہے کیونکہ اول تو حضرت آدم علیہ السلام نے یہ حرکت مخالف امر خداوندی بھول کر کی تھی چنانچہ قرآن شریف میں حضرت آدم علیہ السلام کی شان میں یہ وار دی ہوئی نفسی و لم یخزلہ عزما جسکا ماحصل یہ ہے کہ آدم علیہ السلام بھول گئے اور ہمیشہ انہیں پختگی نپائی اور اگر حضرت آدم علیہ السلام سے عداوتی یہ مخالفت ظہور میں آئی اسلئے اور ظاہر ہے کہ لغزش اسی حرکت کو کہتے ہیں جو بے اختیارانہ صادر ہو کسی اور کے دھکے اور ضرر سے وقوع میں آئے مگر ایسی حرکت کو کوئی عاقل پریم اور اخوات اور سرکشی کے اتسام میں شمار نہیں کرتا *۔

سنا کہ اگر کسی صاحب کو یہ شبہ دامنگیر ہو کہ اگر حضرت آدم علیہ السلام بھول گئے تھے تو یہ آیت جمہیں بھی رہا
 کما ریکہ اعم بنہ الشجرۃ الا ان تکفرا ملکین او تکفونا من الخالدین غلط ہوگی کیونکہ اس آیت میں صاف اس بات کی
 طرف اشارہ ہو کہ حضرت آدم علیہ السلام کو مانعت ممانعتی یاد تھی اور اگر عہدِ ایہ حرکت اُن سے وقوع میں
 آئی تو پھر آیت فسی ولم یجد لہ غرا غلط ہوگی تو اس کا جواب یہ ہو کہ اگر یہ دونوں آیتیں اسی قصہ کے متعلق ہیں تو پھر
 آیت فسی ولم یجد لہ غرا کا یہ مطلب ہو کہ حضرت آدم علیہ السلام ایک تو یہ بات بھول گئے کہ وجہ مانعت وہ نہیں جو
 شیطان بیان کرتا ہے بلکہ وجہ مانعت پاس عزت و راحت حضرت آدم و حضرت حوا علیہما السلام تھا چنانچہ خود
 قرآن شریف میں فرماتے ہیں۔ ولا تقر باہذہ الشجرۃ فتکونان من الظالمین جن کا حاصل یہ ہو کہ ادا آدم و حوا
 تم دونوں اس درخت کے پاس مت چٹکنا یعنی اس کا پھل مت کھانا اور نہ ظالم ہو جاؤ گے۔ غرض اس فعل کا
 نتیجہ حب اور خداوندی ملکیت و خلود تھا بلکہ ظلم تھا جن کا انجام سب جانتے ہیں کہ بد ہوتا ہے سو حضرت آدم
 علیہ السلام ایک تو نتیجہ مخالفت کو جو وجہ مانعت تھی بھول گئے۔ دوسری یہ بات بھی بھول گئے کہ خداوند
 نے پہلے سے نسبت شیطان فرمایا تھا کہ اذ عدو لکما فلا یخرج جکم من الجنة فتقتلی جس کا حاصل یہ ہو کہ شیطان
 تم دونوں کا دشمن ہو ایسا ہو تم دونوں کو جنت سے نکال دیا اور تو بد بخت ہو جائے یعنی ایسا ہو کہ وہ تم کو فریب
 دلا کر ہدی مخالفت کو ادا سے اور اس سبب تم جنت سے کالے جاؤ۔ غرض ارشاد خداوندی بن نسبت شیطان
 اور نیز بن نسبت وجہ مانعت دونوں بھول گئے فقط مانعت یاد رکھی اور اس بھول کے باعث نوبت یہاں

صبر آئی اور
 اگر آیت فسی ملکہ اور
 سحر و جادو سے تشفی ہو
 جیسے بعض میں یوں ہے
 اگر حضرت آدم علیہ السلام
 نے خدا سے کچھ کیفر
 کہہ دیا تو حضرت داؤد
 علیہ السلام کو بددی
 خواہ اور دھڑوٹ فرمایا
 آدمی ملک کو فرمایا
 کہ میں خدا پر کھڑا ہوں
 یہی میں سے
 اپنی ہمت سے کھول
 جانتا ہوں کہ یہ
 دونوں آیتوں کو
 ظاہری مخاطبوں میں
 نہیں ہے جو زمین ہفت
 آبی است اس تصور
 میں جواب اول کام
 نہ پہنچا ۱۲ منہ

تو اُس کا باعث کوئی ہوا و نفسانی نہیں ہوئی بلکہ بتقاضا و محبت خداوندی اُن سے یہ حرکت سرزد ہوئی تفصیل اسکی یہ ہے کہ قرآن شریف میں اس قصہ کو اس طرح پر فرمایا ہے:

ربکم اعن هذه الشجرة الا ان تکون ا ملکین او تکون من الخالدين وقاسمها انی لکما لمن لنا صحیبن

خدا ہمارے غور۔ جس کا حاصل اوپر کے عبارت کے ملانے سے یہ نکلتا ہے کہ شیطان نے حضرت

آدم علیہ السلام اور حضرت حوا سے یہ کہا کہ اس پھل کے کھانے سے تمکو خدا نے فقط اسلئے

منع کیا ہے کہ اسے کھا کر کہیں فرشتے نہ بن جاؤ کہیں ہمیشہ رہنے والوں میں سے تم بھی نہ ہو جاؤ

پھر بعد اسکے شیطان نے قسم کھا کر کہا کہ میں تمہارے خیر خواہوں میں سے ہوں۔ سو

اسطور پر فریب دیکر انکو نکال باہر کیا اور اُس بلندی سے نیچے گرا دیا یہاں تک حاصل

مطلب قرآنی تھا اب ہماری سنئے کہ جب وجہ مخالفت فرشتے ہو جانے اور خلوت دینے ہمیشگی

کا شوق ہو چنانچہ سیاق آیت سے ظاہر ہو تو پھر حضرت آدم علیہ السلام کی طرف موافق ہل اسلام

گناہ کا الزام عائد نہیں ہو سکتا کیونکہ فرشتے مقربان بارگاہ الہی ہوتے ہیں اور آرزو سے

تقرب خداوندی اُسی شخص کو ہو سکتی ہے جو خدا کو عظیم الشان سمجھتا ہو اور خدا سے

محبت رکھتا ہو سو اس مخالفت کو گناہ کہنا جو بالیقین بتقاضا و محبت خداوندی

اور بالفاظ عظمت خداوندی ظہور میں آئے سراسر نا انصافی ہے الحاصل حضرت آدم

علیہ السلام کا گیموں کھا لینا منجملہ گناہ نہیں بلکہ از قسم زلت و لغزش ہو اسکے بعد

یہ فرمایا کہ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کی نسبت آپکا یہ فرمانا کہ حضرت

داؤد علیہ السلام نے نعوذ باللہ زنا کیا یا حضرت سلیمان علیہ السلام نے نعوذ باللہ بت پرستی

کی اور یہ باتین قرآن میں موجود ہیں بالکل غلط ہیں قرآن شریف میں کہیں ان باتوں کا

لہ جو چیز عزیز ہوتی ہو تا مقدور اُس چیز کو حفاظت سے رکھتے ہیں۔ اور خواب نہیں ہونے

دیتے۔ سو حضرت آدم علیہ السلام کو خلعت کی آرزو وہ بھی ناز و نعمت میں اسی غرض سے تھی

کہ خدا کے نزدیک عزیز ہو جاؤں +

پتا نہیں اگر تکو قرآن یاد ہوتا تو تم کرسٹمان نہوتے پھر اسکے بعد یہ فرمانا کہ آپ جو پر شاو کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم سے پہلے کون نبی تھا سو اسکا جواب یہ ہو کہ میں نے ایک کہا تھا کہ ہر قرن اور ہر زمانہ میں نبی کا ہونا ضرور ہو اگر میں یہ کہتا تو البتہ تمہارا یہ اعتراض بجا تھا میں نے فقط اتنا کہا تھا کہ ہر گروہ میں کوئی درانیوالا خدا کی طرف سے چاہئے اور ظاہر ہے کہ اس مضمون پر آپ کا اعتراض وارد نہیں ہو سکتا اسکے بعد اعتراض ثالث کے جواب میں یہ ارشاد فرمایا کہ اول تو قرآن شریف میں مذکور ہونا کوئی شرط ثبوت نہیں روایت صحیح چاہئے سو بحمد اللہ روایات احادیث اہل اسلام جن میں اکثر معجزات محمدی منقول ہیں ایسے صحیح ہیں کہ توریت وانجیل کی روایات اسکے ہم پلہ نہیں ہو سکتی۔ علاوہ بریں معجزہ انتفاع نمر اور پیشین گوئی خلافت وغیرہ قرآن میں نہیں اور کایسے میں ہیں۔ اتنے میں پادری نوٹس صاحب نے فرمایا کہ دس منٹ ہو چکے اسلئے مولوی صاحب مجبوری بیٹھ گئے پر غالباً یہ ارشاد فرمایا کہ تنگئے وقت سے مجبور ہوں ورنہ جواب اعتراض راجع موجود ہو اسکے ساتھ یہ بھی کہا کہ ایک ایک اعتراض کرتے جائیے اور جواب لیتے جائیے۔ بہت سے اعتراض اکٹھے ہو جاتے ہیں تو بوجہ تنگئے وقت جواب میں وقت پرتی آئے نصاریٰ کے متقاو کے موافق الفاظ تورات وانجیل خدا کی طرف سے نہیں آئے اور سے فقط الہام معانی ہاں ہاں انبیاء یا حواریوں نے ان الفاظ میں ان مضامین کو ادا کر دیا چنانچہ تہجوں کو تورات وانجیل کہنا بھی سہولت کرتا ہے سو ہفتی میں احادیث نبوی مسلم حلیہ متقاو اہل اسلام تورات وانجیل کے برابر ہر میں کیونکہ احادیث کی نسبت بھی متقاو اہل اسلام بعینہ یہی ہے پھر اس پر یہ بات علاوہ یہی کہ اہل اسلام میں تو یہاں سے لیکر اوپر تک راویوں کی تعداد نام و نشان مراتب علم و دین سب معلوم اور تورات وانجیل کے راویوں کی نسبت ان باتوں میں سے ایک بھی معلوم نہیں۔ اور یہاں بوجہ اعتبار تہجوں کو حدیث نہیں کہتے کیونکہ پیغمبروں کی طرف تو بوجہ قرب و کمال عقل یا احتمال نہیں خدا کا خطاب صحیح ہوں ورنہ منصب پیغمبری قابل اطمینان نہ رہی اور تہجوں کی طرف بوجہ کم فہمی و انداز یعنی بوجہ نیشی و غور کی (ادعات اور نیز بونی وغیرہ سوج کے احتمال میں یہی بلا لاکن اب تک حق میں سر پر خطرات ہو گئی ہیں

کیونکہ اعتراض میں تو کچھ دیر نہیں لگتی البتہ جواب کے لئے زمانہ واسع چاہئے پادری محی الدین نے کہا کہ اب سے ایسا ہی ہوگا خیر سننے والوں کے دلیں ارمان رہ گیا مگر سرشتہ اختیار اپنے ہاتھ سے بجز خاموشی کچھ نہ بڑا کیونکہ پادری صاحبوں نے اعتراض و جواب کیلئے دس دس منٹ مقرر کر دیے تھے اور ہنود بھی انہیں کے ہم صنف ہو گئے تھے اسلئے مسلمانوں کی خواہش دربارہ عدم تعین وقت کچھ کارگر نہ ہوئی حاصل کلام یہ ہو کہ مولوی صاحب تو بیٹھے اور پادری محی الدین پھر کھڑے ہوئے اور یہ فرمایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کے زنا اور بُت پرستی کا بیان گو قرآن میں نہیں پرمیل یعنی تورات و انجیل و زبور میں یہ افسانے موجود ہیں اور قرآن شریف میں بیل کی تصدیق موجود ہے یہ کہہ کر وہ تو بیٹھے اور مولوی صاحب کھڑے ہوئے اور یہ فرمایا کہ قرآن شریف میں بیشک تورات و انجیل کی تصدیق ہے مگر اُس تورات و انجیل کی تصدیق ہے جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام پر نازل ہوئی تھی اس تورات و انجیل کا ذکر نہیں جو آپ صاحبوں کے ہاتھ میں ہو اسکا اعتبار نہیں کیونکہ اس میں تحریف یعنی تغیر و تبدل واقع ہو چکی ہو اس پر پادری محی الدین صاحب بہت جھٹلا کر اٹھے اور فرمایا کہ اگر آپ تحریف ثابت کر دیں تو ابھی فیصلہ ہے مولوی صاحب نے فرمایا ابھی یہی۔ اور یہ کہہ کر جناب امام فن مناظرہ اہل کتاب یعنی مولوی ابوالمنصور صاحب کی طرف مخاطب ہو کر یہ فرمایا کہ ہاں مولوی صاحب انجیل کے اُس درس کی نسبت جو آج صبح آپ نے ہم کو صبح اُسکے حاشیہ کے دکھلایا تھا علماء انصار نے کی رے سے پادری صاحب کو مطلع فرما دیجے امام صاحب نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ تحریفات تو بہت ہیں مگر شتہ نمونہ از خردارے درس ، باب پانچواں یوحنا کا نامہ دیکھئے اُس میں یہ مضمون ہے کہ تین ہیں جو آسمان پر گواہی دیتے ہیں باپ اور کلام اور روح القدس اور یہ تینوں ایک ہیں اور پھر فرمایا جب یہ کتاب مرزا پور میں باہتمام اکابر پادریان بہت اہتمام سے سوسائٹی کی

طرف سے عبرانی اور یونانی زبان سے اردو میں ترجمہ ہو کر شہادہ میں چھپی تو درس مذکور کی نسبت حاشیہ برائے پادریوں نے جو اسکے طبع کے مہتمم تھے یہ عبارت چھاپ دی ہے کہ (یہ الفاظ کسی قدیم نسخہ میں نہیں پائی جاتی) اسپر پادریوں نے انکار کیا اور یہ کہا کہ ایسا ہنسی سکتا اسلئے مولوی محمد قاسم صاحب نے امام فن مناظرۃ اہل کتاب جناب مولوی ابوالمنصور صاحبؒ یہ عرض کیا کہ آپ وہ کتاب ہی منگائیے اسلئے جب اشارۃ امام صاحب اُن کا ایک خادم دوڑا اور خیمہ میں سے وہ کتاب اُٹھالایا امام صاحب نے وہ نعام کھول کر دکھلادیا دیکھتے ہی پادریوں کے تو ہوش اُٹ گئے۔ اور اہل جلسہ پر یہ بات آشکار ہوئی کہ مسلمان باری جیتے مگر اس پر بھی پادری محی الدین صاحب نے حیا کو کام فرمایا اور شرم اُتارنے کو یہ فرمایا کہ یہ تحریف نہیں کمی بیشی ہے ہر چند جواب تو اسکا یہی تھا کہ کمی بیشی خود اقسام تحریف میں سے ہے اسلئے کہ چل تحریف فقط تغیر و تصرف ہے کسی طرح ہو۔ مگر حسب بیان مولوی صاحب موصوف مولوی صاحب کو پادری صاحب کی انصاف پرستی سے یہ کھٹکا ہوا کہ پادری صاحب اس باب میں لا و نغم کرتے کرتے وقت کو خراب کر دینگے۔ اسلئے یہ فرمایا کہ اگر یہ تحریف نہیں کمی بیشی ہے تب بھی ہمارا مطلب ہاتھ سے نہیں جاتا اثبات تحریف سے اہل اسلام کو اس سے زیادہ اور کیا مقصود ہے کہ تورات و انجیل قابل اعتبار نہیں سو در صورت تسلیم کمی بیشی یہ بات بدرجہ اولیٰ ثابت ہو جائیگی اس اشار میں پادری جان ٹامس صاحب کرٹان اُٹھے اور دربارہ نسخ کچھ فرمانا چاہا مگر کھڑے ہو کر ایک دوہی لفظ کہنے پائے تھے جو بگئے اور لاچار ہو کر اُنکو یہ کہنا پڑا کہ ہاں مولوی صاحب آپ کیا فرماتے تھے مولوی محمد قاسم صاحب نے فرمایا معقول آپ کو اصل بات تو معلوم ہی نہیں اعتراض کرنے کس بھروسے پر آپ کھڑے ہوئے تھے اسپر اکثر اہل جلسہ یہاں تک پادری لوگ بھی ہنس پڑے مگر جن توں سنبھل سنبھلا کر پادری صاحبؒ نے یہ فرمایا کہ اہل اسلام کے نزدیک اخبار میں

منسوخ نہیں ہوتا احکام میں ہوتا ہے اور آیات قرآنی بعضے تو منسوخ التلاوت بھی ہیں۔ اور منسوخ الحکم بھی ہیں اور بعضے منسوخ الحکم میں ہیں اور بعضے فقط منسوخ التلاوت میں اس قسم کی بات بیان کر کے حسب عادت بس کر کے بیٹھ گئے مگر کیسکو یہ معلوم ہوا کہ پادری صاحب نے کس بات پر اعتراض کیا موافق مثل مشہور المعنی فی لہن اشاعر یا در یصائب کے سوا اور کیا مطلب کھلا اور میں جانتا ہوں کہ شاید وہ بھی اتنا ہی سمجھے ہوں کہ کوئی مطلب کی بات میں نے نہیں کہی مگر بہت کچھ تان کیجئے تو تقریر سابق سے پادری صاحب کے کلام کو اس سے زیادہ مناسبت نہیں نکل سکتی کہ آیات منسوخ التلاوت کا قرآن سے نکال دینا قرآن کی نسبت بھی کمی کے اقرار کا باعث ہے شاید اس لئے اسکے جواب میں غالباً مولوی محمد قاسم صاحب نے یہ فرمایا کہ جب ہم کو بالیقین یہ معلوم ہو کر پہلے اتنا تھا اور اب اتنا ہی پہلے یہ حکم تھا اب یہ حکم ہو اور پھر جو کچھ ہوا خدا کے حکم سے ہوا ہمارا تصرف نہیں تو پھر قرآن کو تورات و انجیل پر قیاس کرنا سخت نا انصافی ہے اسکے بعد پادری نوٹس صاحب بولے کہ بیشک یہ فقرہ ثابت ہو اور جو کچھ پادریان مرزا پور نے حاشیہ پر لکھا صحیح و درست ہو مگر یہ چھاپ دینا اور اسکے الحاق کا اقرار کر لینا

لہٰذا یعنی تورات و انجیل میں کمی و بیشی تعمیر و تبدیل جو کچھ ہوا بندوں کے تصرف سے ہوا خدا کے حکم سے نہیں ہوا پھر یہ معلوم نہیں کہ اصل کیا تھی لفظ کیا تھے اسکے کیا معنی تھے غرض نسخ تلاوت آیات قرآنی اصل مطلب کے خلاف ہوتا کا باعث نہیں ہوا بخلاف انجیل کے کہ ایک ایسی فقرہ کے بڑھانے سے کس قدر خرابی واقع ہوئی کہ توحید کو چھوڑ کر تمام نصاریٰ تثلیث کے مستحق ہو گئے حالانکہ اس فقرہ کی نسبت حسب تحریر سابق یہ بھی اعتقاد ہو کر یہ فقرہ الحاقی ہو گا۔ لہٰذا جائے خیر ہے اہل اسلام سے تو معجزات کا ثبوت قرآن سے ملتا جائے حالانکہ معجزات پر بنا نبوت نہیں بلکہ معجزات ہی خود نبوت پر مبنی ہیں اور بنا نبوت فقط کمال عقل و فہم و اخلاق پر ہو چکا ثبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت آفتاب سے زیادہ روشن ہو چکا نہ پہلے واضح ہو چکا اور اپنا یہ حال ہو کہ اصل عقیدہ جو چھوڑنا اور کافریت پر انجیل میں نہ ہوا

عجیب کو خوبی نہ بنا دیگا ایسے ہی اگر کسی دستاویز کسی وثیقہ میں ایک جگہ مخدوش ہو رہی باقی دستاویز اور وثیقہ کی درستی اس ایک مقام مخدوش کو درست اور صحیح نہ بنا دیگی اُس ایک جگہ کا مخدوش ہونا تمام دستاویز اور تمام وثیقہ کو مخدوش بنا دیگا پھر تاشاہی کے مقدمات دنیوی میں تو ایسی دستاویزیں قابل اعتبار نہ ہیں حالانکہ اہل عقل کے نزدیک متلوع دینا چنداں قابل اہتمام نہیں اور مقدمہ دینی میں ایسی دستاویز مخدوش لائق اعتبار ہو جائے اور اتفاق سے حالت وعظ میں نصف شہر یعنی شاہجہاں پور بھی آگئے تھے اور مولوی صاحب کے سامنے ہی بیٹھے ہوئے تھے مولوی صاحب نے یہ کہہ کر منصف صاحب کی طرف اشارہ کر کے پادری نوٹس صاحب سے فرمایا کہ اس مقدمہ میں ہمارے آپ کے حکم منصف صاحب ہی رہے اور وہ آپ کے مقدمات اور جھگڑے بھی یہی فیصلہ کرتے ہیں ہماری ڈگری بھی یہی کریں گے اور پھر منصف صاحب کی طرف مخاطب ہو کر یہ فرمایا کیوں منصف صاحب آپ ہی فرمائیں اگر کوئی دستاویز جعلی آپ کے ہاں آئے اور اسکا جعل کھلیاٹے خود مدعی اقرار جعل کرے یا اور کسی طریقہ سے اسکا جعلی ہونا ثابت ہو جائے تو قانون سرکاری اسکی نسبت کیا ہے اور آپ اس مقدمہ میں کیا فیصلہ فرمائیں گے مگر منصف صاحب نے بطور اعلان کچھ نہ فرمایا تب سم کرتے رہے ہاں بعض صاحبوں سے سنا کہ منصف صاحب نے یہ فرمایا کہ دعوے و دسمس دستاویز مسترد مدعی اور گواہوں کو چودہ چودہ برس کی قید۔ شاید یہ بات منصف صاحب نے اپنے پاس کے صاحبوں سے فرمائی ہو اور اُس وقت آدروں نے سنی ہو اور بعض کا یہ منقولہ ہے کہ یہ بات موتی میاں صاحب یا مولوی عبدالحی صاحب نے فرمائی مگر راقم حروف نے دونوں صاحبوں سے نہیں سنی پر جس کسی نے کہی انصاف کی بات کہی ہاں ایک اور بات اپنی سنی ہوئی ہے وہ یہ کہ جس شب کو چاندا پور سے شاہجہاں پور آئے اسکی صبح کو راقم حروف مولوی محمد علی صاحب کی خدمت میں حاضر تھا اور واقعہ

چاندپور کے متعلق ہی باتیں ہو رہی تھیں جو ایک صاحب قوم کے مسلمان مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے انداز ملاقات سے یہ معلوم ہوا کہ مولوی صاحب کے اشناؤں میں سے ہیں اُس ذکر میں ذکر اُنہوں نے یہ بھی کیا کہ منصف صاحب یہ فرماتے تھے کہ مولوی محمد قاسم صاحب نبوت کے متعلق تقریر بیان کر رہے تھے جو میں بھی اُن کو غلط میں پہنچ گیا مجھ کو وہ تقریر نہایت پسند آئی اُسکے بعد اُنہوں نے پادری کو تو ایسا ذلیل کیا کہ غیرت ہو تو منہ نہ دکھائے اور میں اُن کو نہیں جانتا تھا اور وہ مجھ کو نہیں جانتے تھے خدا جانے اُنہوں نے مجھ کو کیسے پہچان لیا جو بار بار میری طرف مخاطب ہو کر بہکتے تھے منصف صاحب آپ ہمارے حکم رہے آپ اوروں کے مقدمے فیصل کرتے ہیں ہمارا مقدمہ بھی آپ ہی فیصل کر دیجئے القصہ پادری صاحبوں کو مولوی منصور علی صاحب اور مولوی محمد قاسم صاحب کی باتوں کا جواب نہ آیا ادھر وقتِ مغرب بھی آگیا تھا اسلئے جلسہ برخواست ہوا مگر اُن دو بار کے بعد جنکا مذکور ہو چکا پادری محی الدین پھر نہ اُٹھے ایک بار کیتقدرا مادہ بھی ہوئے مگر اُوں پادری اُنکی طرف گھورنے لگے اور اُنکا گھورنا بجا تھا اُنہیں کی بدولت پادریوں کو یہ ندامت اُٹھانی پڑی اسلئے بطور ظرافت مولوی منصور علی صاحب نے اُسوقت پادریوں سے یہ کہا دیکھنا پھر اُنکو موت کھڑا کرنا نہیں پھر سیطرح فضیلت کرائینگے یہی ہنود اُنہیں کو کوئی صاحب اس جلسہ میں ادل سے آخر تک بولا بھی نہیں خیر وقت غروبِ آفتاب جلسہ برخواست ہوا اہل اسلام شادانِ فرحان اپنی فرود گاہ پر آئے بعد مغرب مولوی محمد قاسم صاحب اور مولوی منصور علی صاحب وغیرہ خیمہ میں بیٹھے ہوئے تھے کسی نے مولوی محمد قاسم صاحب سے یہ کہا کہ بوجہ تنگی وقت اُس عرض کا جواب رہ گیا جو پادری محی الدین پر ستا ویز درود شریف رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی فضیلت پر کیا تھا اگر آپ اُسکا جواب بیان کرتے تو کیا بیان کرتے مولوی صاحب نے کہا پادری محی الدین کا یہ عرض رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی فضیلت پر بوجہ تشبیہ حضرت ابراہیم جو درود شریف میں واقع ہوا وہ نہیں ہو سکتا کیونکہ تشبیہ کا انصاف ہونا تشبیہات مجازی میں ضرور ہوتی تشبیہات حقیقی میں ضرور نہیں بلکہ تشبیہات

ضرور نہیں علیٰ ہذا القیاس یوں کہہ سکتے ہیں جیسا آفتاب بیسی دھوپ جیسا چاند بیسی چاندنی جیسا تخم ویسی ہی شاخ و برگ جیسا درخت ویسا ہی پھل سو اس طرح درود شریف میں بھی خیال فرمایئے تفصیل اس اجمال کی یہ ہو کہ جیسے درویشی اور طریقت کے سلسلے متعدد ہیں ایسی ہی نبوت کے بھی سلسلے متعدد ہیں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمعیلؑ اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک سلسلہ میں ہیں یہ سلسلہ حضرت ابراہیمؑ سے چلا اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا اور حضرت یعقوبؑ اور انکی اولاد حضرت موسیٰؑ ایک سلسلہ میں ہیں یہ سلسلہ حضرت یعقوب صلی اللہ علیہ وسلم سے چلا اور دو تک چلا گیا مگر سلسلہ اول میں حضرت ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم کو بمنزلہ تخم سمجھئے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بمنزلہ درخت کامل سمجھئے جس میں شاخ و برگ پھول پھل سب جو ہوں علیٰ ہذا القیاس سلسلہ ثانی میں حضرت یعقوب صلی اللہ علیہ وسلم کو بمنزلہ تخم اور حضرت موسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بمنزلہ درخت کامل خیال فرمائیے اور پھر فرمائیے کہ باوجود امکان صحت تشبیہ تساوی کیونکہ لازم آتی ہے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کس طرح ہاتھ سے جاتی ہے۔ اور دوسرا جواب یہ ہو کہ اگر فرض کیجئے کوئی شخص ایک ماشہ کنڈن سونا لیکر ہزار من سونا خریدنا چاہے اور ماشہ بھر کنڈن سونے کو دکھلائے اور یہ کہے ایسا خریدنا منظور ہو تو یہ تشبیہ تو صحیح ہوتی ہے مگر اسکے یہ معنی نہیں ہوتے کہ ماشہ بھر اور ہزار من برابر ہو گئے جتنے ہزار من دلے کو عزت اور ثروت حاصل ہو اتنی ہی ماشہ بھر دلے کو بھی ثروت اور عزت حاصل ہو بلکہ یہ مطلب ہوتا ہے کہ اس قسم کا ہوا اس نوع کا ہو غرض تشبیہ فی النوع مراد ہوتی ہے اور اس وجہ سے تساوی نوعی ضرور ہو مگر تساوی نوعی کو یہ لازم نہیں کہ مراتب شخصی بھی برابر ہو جائیں جو ہزار من دلے کا افضل ہونا اور ماشہ بھر دلے کا کمتر ہونا لازم نہ آئے ایسے ہی درود شریف میں صلوات ابراہیمی کو نمونہ سمجھئے اور تشبیہ فی النوع مراد لیجئے اور جیسے ہزار من والا ماشہ بھر دلے سے افضل ہوتا ہے ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل

سمجھیے اسی اثنار میں منشی پیارے لال صاحب تشریف لے آئے اور مولوی محمد قاسم صاحب
 یہ فرمانے لگے کہ بعد مغرب پادری اسکاٹ صاحب غیر ہم بھی آپہنچے اور گفتگوئے متعلق
 شرائط سنکر یہ فرمانے لگے کہ درس کے لئے ایک گھنٹہ سے کم نہونا چاہئے اس باب میں
 مسلمانوں کی رائے ٹھیک ہی کیونکہ ایک گھنٹہ سے کم میں کوئی کیا بیان کر سکا اسلئے پادری نے
 صاحب وغیرہ نے مجھو بھیجا کہ آپ جو درس کے لئے ایک گھنٹہ تجویز کرتے تھے اب ہم بھی
 وہی تجویز کرتے ہیں اس پر مولوی صاحب نے فرمایا اب ہکو منظور نہیں ہتے تیں گھنٹہ تک
 مغزنی کی اور ہزار سنت پادری صاحب سے عرض کیا کہ کم سے کم ایک گھنٹہ درس کے
 لئے رکھئے مگر پادری صاحب نے اپنے سنی اب پادری اسکاٹ صاحب نے کہا تو ہم سے کہتے
 ہیں کہ اچھا ایک ہی گھنٹہ سہی ہم پادری صاحب کے محکوم نہیں پادری صاحب اس میلے
 کے حاکم نہیں کہ جو وہ چاہیں سو ہوا اسکے بعد منشی صاحب مولوی صاحب نے یہ کہا کہ ہم کو
 ایک گھنٹہ سے انکار نہیں پر پادری صاحب کو ذرا شرمنا بھی چاہئے مجھو انکا شرمنا
 منظور ہو اول انکو شرم کر پھر اجازت دیجائیگی پھر مولوی صاحب نے منشی صاحب سے کہا کہ
 اب شاید پادری صاحب یہ بھی درخواست کریں کہ پادری اسکاٹ صاحب بھی مناظرہ
 کرنیوالوں میں داخل کئے جائیں اور وہ جو آج پانچ پانچ آدمی گفتگو کے لئے مقرر ہوئے
 تھے اور انکے نام معین ہو گئے تھے وہ شرط بھی ترمیم کی جائے منشی صاحب نے کہا کہ ہاں
 اس بات کے بھی خواستگار ہیں اور اسکے ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر اہل ہلام چاہیں
 وہ بھی کسی اور کو شامل کر لیں ہر چند یہ بات عین مطابق رائے مولوی صاحب تھی کیونکہ
 مولوی محمد علی صاحب بھی بعد مغرب ہی تشریف لائے تھے۔ اور جو کمال علمی
 مولوی صاحب موصوف مولوی محمد قاسم صاحب و تمام مناظرین اہل اسلام کو یہ
 آرزو تھی کہ انکا نام بھی مناظرین میں داخل کیا جائے بلکہ بلحاظ تشریف آوری منشی اندرین
 انکا مناظرین میں داخل ہونا ضرور تھا بلکہ خاص اسلئے انکو تکلیف دی گئی تھی مگر تاہم بعض

مکانات درستی پادری صاحب لزام حجت اُسوقت بظاہر مولوی جیٹا نے یہی فرمایا کہ بتقریر شرائط
تغیر و تبدیل ممکن نہیں جو ہو چکا سو ہو چکا اور پھر یہ فرمایا کہ منشی صاحب مجھ کو کسی بات پر غور
نخواہ اڑ نہیں مگر ہاں پادری صاحب کی اس کج راہی پر کہ ہم منتیں کریں اور وہ تسلیم کریں بالضرر
ہماری طرف یہی جواب ہے کہ اب کچھ نہیں ہو سکتا آپ اُنکو سنا دیں باقی جو کچھ ہو گا وقت پر
دیکھا جائیگا پھر منشی صاحب کی طرف مخاطب ہو کر کہا منشی صاحب اپنے دیکھا پادری صاحب کیسے
کیسے حیلے بہانے کئے اور کس کس طرح اہل اسلام کو اظہار مطالب اور اثبات مدعل سے مجبور
کرتے ہیں کہیں کہتے ہیں دو روز سے زیادہ مباحثہ ہو گیا ہے فرماتے ہیں چار منٹ صاحب نہایت میں عرض
زیادہ درس کے لئے وقت نہ دیا جائے کوئی پادری صاحب سے پوچھے کہ پہلے سے کون اپنے
مطالب کو ناپ تول کرتا ہے جو وقت قلیل محدود والظرفین میں بیان کرے اور مذہبی مباحث
چار بار پنج منٹ یا دس میں منٹ میں کوئی کیونکر یہ یاد کر سکتا ہے بلکہ مولوی صاحب نے بعض
مواقع میں یہ بھی فرمایا تھا کہ جسکے مذہب میں ایک دو فضیلت ہو وہ دو چار منٹ میں بیان
کر سکتا ہے جسکے مذہب میں ہزاروں فضائل ہوں وہ اتنے تھوڑے عرصہ میں کس طرح بیان
کر سکتا ہے منشی صاحب نے مولوی صاحب کے اس فرمانے پر فرمایا واقعی اتنا ہلکو بھی معلوم
ہوتا ہے کہ پادری صاحب آپ سے گھبراتے ہیں اور اُن میں آپ کے مقابلہ کی طاقت معلوم نہیں
ہوتی پھر مولوی صاحب نے فرمایا منشی صاحب ہلکو آپ سے یہ بڑی شکایت ہے کہ ہم اور پادری
صاحب دونوں آپ کے بلائے ہوئے دونوں آپ کے مہمان ہیں آپ کو لازم تھا دونوں کو
برابر سمجھتے مگر جب آپ ڈھلتے ہیں اُنہیں کی طرف ڈھلتے ہیں جب تائید کرتے ہیں اُنہیں
کی کرتے ہیں اُنہیں کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں منشی صاحب نے فرمایا ہم تو سبھی کے خادم ہیں۔
پر اتنا فرق ہے کہ پادری صاحبوں سے ناخوشی کا اندیشہ ہو دوتا ہوں کہیں ناخوش ہو کر
لے مطلب یہ تھا کہ دوبارہ شرائط مناظرہ آپ نے اُنہیں کی سی کہی حالانکہ بذریعہ تحریر بواسطہ موتی میاں
صاحب مولوی صاحب کی درخواستیں دوبارہ شرائط منشی صاحب نے پیشتر منظور کر لیں تھیں ۱۲ منہ

چلے نہ جائیں اور آپ کے اخلاق سے اس بات کا اندیشہ نہیں علاوہ بریں آپ تو سب کی مان لیتے ہیں اور پادری صاحب کسی کی نہیں مانتے خیر منشی صاحب تو پہلے گئے اور مولوی محمد قاسم صاحب اسی پس و پیش میں مولوی محمد علی صاحب کی خدمت میں تکیا گیا صاحب کے خیمہ میں تشریف لیکئے باتوں باتوں میں موتی میاں صاحب مولوی محمد قاسم صاحب سے فرمانے لگے پنڈت دیوانہ بہ سستی اور منشی اندر من آپ کے اور مولوی منصور علی صاحب کی بہت تعریف کرتے تھے اور اپنے خاص جہول کی تقریر اور تائید کے بہت تکیا تھے۔ بعد اُسکے موتی میاں صاحب نے مہاں نوازی کو کام فرمایا حاضر: تو اضع سے سبک مکلف کھانا کھلایا نماز عشا سے فارغ ہو کر ہر ایک کو سوئے کی سو بھنی مگر علاوہ دراکنان شاہجہاں پور و نواح شاہجہاں پور دیوبند میرٹھ دلی خورجہ سنبھل مراد آباد رامپور بریلی تہر تک سے بعض بعض شایق تشریف لائے تھے اور سب ملکر ایک مجمع کثیر پڑھایا تھا اسلئے وہ خیمہ جو موتی میاں صاحب نے خاص باہر کے مہانوں کے لئے حسب استدعا مولوی محمد قاسم صاحب کے نصب کر دیا تھا کافی نظر نہ آیا اور اودھر موسم کی یہ کیفیت کہ شب کو کسی دن کم کسی دن زیادہ سردی ہوا کرتی تھی۔ اس روز اتفاق سے زیادہ سردی تھی پھر اُس پر جنگل کی ہوا دیر کا کندہ شب کا وقت اور درختوں کی آڑ اور خیمہ کے سایہ کے سوا اور کوئی بچاؤ نہ تھا سردی کو گویا سمجھ کر ساماں سرمائی اکثر صاحب ساتھ نہ لائے تھے مولوی محمد قاسم صاحب کو آؤروں کا فکر ہوا موتی میاں صاحب کی خدمت میں جا کر یہ سب ماجرا بیان کیا اور یہ کہا کہ آپ کے مہان بکثرت ہیں وہ خیمہ جو آپ نے مہانوں کے لئے کھڑا کر دیا تھا کافی ہوا اب بجز اسکے چارہ نہیں کہ آپ عاجز دین جن صاحبوں کو جائے نہ ملے وہ آپ کے خیمہ میں آرام کریں مگر موتی میاں صاحب کے اخلاق کریمانہ اور مہاں نوازی کی کیا تعریف کیجئے سنتے ہی بکمال اخلاق یہ فرمایا مولوی صاحب یہ بات آج آپ کے پوچھنے کی نہیں آج تو میں آپ سے پوچھوں تو بجا ہر کہ میں کہاں سوؤں؟

مگر اتنی مہلت دیجیے کہ جو صاحب باقی ہیں وہ کہہ سکیں۔ انقصہ کچھ یہاں کچھ وہاں
جہاں کسی جگہ ملی سر رکھ کر پڑ گیا صبح ہوتے ہی پھر وہی ذکر و فکر تھا جوتے میں سارے ساتھی بچے

کیفیت جلسہ روز دوم

سارے ساتھی بچے ہی گفتگو کرنے والے اور سننے والے سب میدان مناظرہ میں اکٹھے
ہوئے اہل اسلام بھی لبم اللہ کر کے پہنچے جب سب اپنی اپنی ٹھکانے پر بیٹھ گئے تو اس وقت
پادری نولس صاحب غیرہ نے مولوی محمد قاسم صاحب سے اس بات کی درخواست کی کہ وقت عظم
بڑھا دیا جاوے اور آج ہماری طرف سے پادری اسکاٹ صاحب درس دینگے مولوی صاحب
فرمایا کل ہم بہ ہزار منت آپ سے اس بات کے خواستگار ہو کر کم سے کم درس کے لیے ایک گھنٹہ
عنایت کیجیے ہماری التماس اور عجز و نیاز پر تو آپ نے نظر نہ فرمائی آج اگر کسی کے کہنے سننے سے
اپنا نفع نظر آیا تو آپ ہم سے اسی بات کے خواستگار ہوتے ہیں جبکہ ہم سے انکار کر چکے ہیں جو
ہو چکا سو ہو چکا اب کیا ہوتا ہے نہ وقت مقرر میں تبدیل ہو سکتی ہے نہ پادری اسکاٹ صاحب
درس کی اجازت ہو سکتی ہے یہ بات وقت تجویز شرائط کے ساتھ گئی اب کچھ نہیں ہو سکتا ورنہ
اسکو یہ معنی ہو کر کہ ہم باوجودیکہ رکن مباحثہ ہیں مباحثہ کے حساب کا اہل عدم ہیں جو کچھ ہوتا ہے آپ
ہی ہو کر اسپر پادری نولس صاحب نے فرمایا آپ پادری اسکاٹ صاحب ڈرتے ہیں
مولوی صاحب نے فرمایا میں تو خدا کی عنایت سے پادری اسکاٹ صاحب کے استاد ہوں
مگر اسے بھی نہ ڈروں بلکہ انشاء اللہ تعالیٰ تمام پادری بھی اکٹھے ہو جائیں تو ہمیں ڈرنا سمجھ کو
نقطہ یہ جملانا تھا کہ بات کو مقرر کر کے اگر کون قائم رہتا ہے اور کون پھرتا ہے ہمارا تو یہ قول
ہو کہ گھنٹہ دیر گھنٹہ دو گھنٹے جقدر چاہیں آپ درس کے لئے وقت مقرر کریں جس کی چاہیں
درس کے لئے تجویز کریں ہم ہر طرح سے موجود ہیں پر آپ کی طرف سے پادری اسکاٹ صاحب
داخل مناظرین کئے جاتے ہیں تو ہم جناب مولوی محمد علی صاحب کو شامل کرینگے۔ مگر ایسا

یاد پڑتا ہے کہ گفتگو ہو ہو کر تینوں فریق کی رضا سے یہ بات مقرر ہوئی کہ آدھا گھنٹہ درس کے لئے رہے اور دس دس منٹا اعتراض و جواب کے لئے دیئے جائیں اسی اثناء میں یہ جھگڑا بھی ہو مارا کہ اول کھڑا ہو مولوی محمد قاسم صاحب نے چند بار فرمایا کہ اگر آؤر صاحب اول کھڑے ہوئیے گھبرائے ہیں تو مجھ کو اجازت ہو کہ میں اول کھڑا ہوتا ہوں جب یہ مرحلہ طے ہو چکا تو پادری صاحبوں نے اور بیٹی کھائی کیا فرماتے ہیں ان سوالات میں جو منشی پیارے لال کی طرف سے پیش ہوئے اول سوال چہارم میں گفتگو ہونی چاہیے مولوی محمد قاسم صاحب نے فرمایا اگر لحاظ اثبات و تحقیق نہ ہو تو جیسا ہم کل عرض کرتے تھے اول ذات باری میں گفتگو ہو کر ہی پانہیں اور ہی تو ایک ہی ہر با متقد و پھر صفات باری میں گفتگو ہو کہ صفات مخصوصہ ذات خالق کیا کیا ہیں اور کون کونسے صفات اُنہیں پائے جاتے ہیں کونسے نہیں پائے جاتے پھر تجلیات جناب باری میں گفتگو ہو یعنی جیسے آئینہ وغیرہ میں آفتاب وغیرہ کی جلوہ افروزی ہوتی ہے خدا کی جلوہ افروزی کس کس چیز میں اور کہاں کہاں ممکن ہے اُسکے بعد نبوت میں گفتگو ہو کہ انبیاء علیہم السلام کی ضرورت ہے کہ نہیں اور کون ہی کون نہیں اُسکے بعد احکام میں مباحثہ ہو کہ کونسا حکم اصول مذکورہ پر منطبق ہو سکتا ہے اور کونسا حکم منطبق نہیں ہو سکتا اور کونسا حکم قابل تسلیم ہو کونسا نہیں اگرچہ بروئے انصاف بعد ثبوت نبوت شخص معین و صحت روایت عقل مار سے احکام کی بھلائی بُرائی کی تفتیش امر لا عام بلکہ نازیبا ہو کیونکہ عقل سے یہ کام ہو سکتا تو انبیاء علیہم السلام کی ضرورت ہی کیا تھی اور نبی کا کہنا واجب التسلیم ہو گا تو پھر جو کچھ وہ فرمائیں برسرِ وجہ ہم ہر حال اگر اثبات و تحقیق مذہب پر نظر ہو تو ترتیب عقلی یہ ہو جو ہم نے کل عرض کی اور اگر اثبات مذہب ہی کچھ بحث نہیں منشی پیارے لال صاحب ہی کے فرمانے کا اتباع ہو تو جو ترتیب اُنکی تجویز کی ہوئی ہے اُسکے موافق کام کیا جائے بالہ نہ ہم اس پر بھی راضی ہیں اگر پنڈت صاحب وغیرہ مناظران ہندو راضی ہو جائیں غرض اہل اسلام کی طرف سے کسی امر میں یہ اصرار نہیں

ہوا کہ یوں ہو یوں نہ ہو مگر ہندوؤں اور عیسائیوں کی طرف سے دربارہ سوالات اور
تعیین اوقات البتہ اصرار رہا ہندوؤں نے جو سوالات مذکورہ کی نسبت اصرار کیا اور
درس کے وقت کے بڑھانے پر راضی ہوئے تو اُسکی یہ وجہ تھی کہ حسب بیان بعض معتبرین
سوالات مذکورہ پنڈت دیانند کے تجویز کئے ہوئے تھے گو بظاہر سائل منشی پیارے لال
تھے چنانچہ سوالات خود کہے دیتے ہیں کہ کس نے تجویز کئے اور ظاہر ہے کہ جو شخص خود سوالات
تجویز کر لیا اور وہ بھی اسطور پر کہ ایک ہفتہ پہلے سے اسی کام کے لٹو آیا ہوا ہو اسکو ان سوالات
کے جواب میں کچھ وقت نہیں ہوتی ہاں جو شخص پہلے سے بے خبر ہو اس قسم کا سامان کتب
اُسکے ساتھ ہو اُسکی دشواری دیکھنی چاہیے اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ انکو افزائش
وقت اول اول انکار رہا یہ سمجھا ہوگا ہم تو سمجھے سمجھائے ہوئے ہیں جو کچھ ہوگا جھٹ پٹ
بیان کر دینگے پر جو شخص پہلے سے بیخبر ہو وہ اگر کچھ بیان بھی کرنا تو بدقت اور پور بیان
کرنا ہوا ایسہ عجیب نہیں پنڈت صاحب کو یہ بھی خیال ہو کہ پادری لوگ تو فلسفہ اولہیات
سے بے خبر ہی ہوتے ہیں رہو اہل اسلام انہیں اگرچہ ان علوم کو ایسا جانتے ہیں کہ عالم میں
اباد کوئی نہیں جانتا مگر جو صاحب پادریوں کے مباحثہ کا شغل رکھتے ہیں وہ صاحب اکثر ان
علوم سے بے بہرہ ہوتے ہیں وہی صاحب تشریف لائے ہونگے ان سوالات کے جوابوں میں
خواہ مخواہ رہ جائیں گے ہاں اور قسم کے سوالات پیش کئے گئے تو پھر اہل اسلام سے باری
جیتنی البتہ امر محال ہو علاوہ بریں جلسہ سال گزشتہ میں اہل اسلام کی تڑاق پڑاق کی گفتگو
کے افسانے سُنے ہوئے تھے اسلئے یہ چال چلنی مناسب سمجھا اور پادری نوٹس صاحب
وغیرہ جو ان سوالوں پر اڑے ہوئے تھے تو اُسکی دو وجہ معلوم ہوتی ہیں ایک یہ کہ مولوی
محمد قاسم صاحب نے جو روز اول دربارہ تغیر سوالات بطور مثال الیہ بہت کچھ کہا سنا
تو وہ بھی مثل پنڈت صاحب شاید یہ سمجھے کہ ان سوالوں کے جواب میں یہ لوگ عاری
ہیں انہیں سوالات میں گفتگو ہو تو بہتر ہے ہکو جواب آئے کہ نہ آئے پر کسی طرح سینہ سے

سال گزشتہ کا داغ جاے پارسال کا اہل اسلام کا غلبہ کسی طرح خاک میں مل جائے گو ہم بھی
 لاجواب رہیں مگر اس مجمع میں ہیکو کوئی کہے گا تو بعد ہی میں کہیگا اہل بدنام ہونگے تو اہل
 اسلام ہی ہونگے ۵ شام کہ از قیباں دامن کشاں گزشتہ بد گوشت خاک ماہم بر باد رفتہ باد
 یہ نہ سمجھے کہ مولوی محمد قاسم صاحب کا التماس خدا جانے کس غرض سے ہو دوسرے وقت تک
 انکو یہ بھی پھر وہ تھاکہ پادری اسکاٹ صاحب علم معقول میں یکتا ہیں رسالہ منطق کی
 تصنیف پر سرکار سے پانسو روپیہ انعام پانچکے ہیں شام تک وہ آجائیں گے آج جوں توں
 دن کو ٹلاؤ چنانچہ ہی ہوا کہ روز اول اصرار اور انکار ہی میں وقت جلسہ گذر گیا اور گفتگو نہ
 ہونے پائی مگر شام کو پادری اسکاٹ صاحب تشریف لائے تو سوالات کو سنکر گھبرائے اسلئے
 اس بات کے مستعدی ہوئے کہ سوال چہارم میں اول گفتگو ہو اور دوبارہ وقت درس اگرچہ
 پادری نوٹس صاحب نے غالباً بلحاظ وسعت تقریر مناظران اہل اسلام جو سال گزشتہ میں دیکھ چکے
 تھے بہت کچھ تنگی کرنی چاہی چارمنٹ سے بد خواری میں منٹ پڑائے اور باوجودیکہ ان کو یہ
 یاد دلایا گیا کہ سال گزشتہ میں آپ باوجود اصرار اہل اسلام پندرہ منٹ سے زیادہ نہ بڑھے
 اور پھر خود اپنے درس کے وقت آپکو مولوی محمد قاسم صاحب سے پندرہ منٹ کے برابر اور
 پندرہ منٹ کی اجازت لینے پڑی اس تجربہ کے بعد بھی آپ وہی کہے جاتے ہیں انھوں نے
 ایک نہ مانی لیکن پادری اسکاٹ صاحب کو اپنے دن بھی نظر آئے اسلئے باوجود تقریر شرائط
 شرط وقت میں ترمیم کی تدبیر کے درپے ہوئے کمی سے زیادتی کی طرف آئے مگر اہل اسلام
 کی طرف سے روز اول تو دوبارہ شرائط کچھ تکرار ہوا اور سوالات میں اسلئے کہ مطلب صافی یعنی
 تحقیق مذہب ہاتھ آئے حضرات جلسہ جو اکثر اسی امید میں آئے ہیں محروم نہ جائیں علاوہ بریں
 اس قسم کی باتیں چونکہ اکثر کانوں میں پڑتی رہتی ہیں ہر کوئی سمجھ سکتا ہے جو باتیں کبھی سنی
 بھی نہیں انکو کون سمجھے گا اور یہ بھی احتمال ہے کہ اسطور سے دوسروں کی نسبت اپنی
 در ماندگی اور عجز کا ایہام منظور ہوتا کہ اس بنا پر حریف تو مغرور ہو جائے اور حضرات جلسہ کو

اُن سے کچھ امید نہ رہی پھر اُسکے بعد حریف کو پچھا اُتو زیادہ لطف ہوگا اور سب کو یاد رہیگا مگر آخر کار بایں خیال کہ مبادا حاضرانِ جلسہ کو گریز کا وہم ہو اور پادری لوگ اور پنڈت لوگ یہ کہتے پھریں کہ اہل اسلام گریز کر گئے مولوی محمد قاسم صاحب نے یہ فرمایا کہ ہم ہر طرح سے آمادہ میں پنڈت صاحب کو راضی کر لیجے مگر پنڈت صاحب راضی نہ ہوئے آخر کار منشی پیارے لال کی رائے پر منحصر رکھا گیا مگر اُنھوں نے بھی اُس وقت پنڈت جی ہی کی سی کہی۔

یہ کہا کہ میری رائے میں بھی یہی ہے کہ گفتگو ہو تو حسب ترتیب سوالات ہو اسلئے پادری صاحب کو مجبور ہونا پڑا اور یہ کہا کہ بیش کل بعد شام آیا تھا عیسائی بھائیوں نے مجھ سے یہ کہا کہ کل تم کو سول چارم کا درس دینا پڑیگا میں نے اُسی سوال کو دیکھ بھال سوچ سمجھ رکھا تھا مگر جب آپ صاحب نہیں آتے تو مجبوری میں اُسی سوال کا درس دینا ہوا چوں اُن سوالات میں اول یہ وہ سوال یہ تھا۔ خدا نے دنیا کو کب پیدا کیا اور کا پیسے پیدا کیا اور کیوں پیدا کیا غرض اس سوال کے جواب دینے کے لئے پوری اسکاٹ صاحب اُس چوکی پر تشریف لائے جو گفتگو کرینوالوں کے لئے بیچ میں چھائی گئی تھی اور یہ فرمایا سائل جو یہ پوچھتا ہے کہ خدا نے دنیا کو کا ہے سے پیدا کیا اس کا جواب تو یہ ہے کہ منستی ہو پیکار اپنی قدرت سے پیدا کیا۔ اپنے ارادے سے پیدا کیا۔ اور یہ جو پوچھتا ہے کہ کب پیدا کیا یہ بات قابل سوال نہیں اس سے بندہ کو کیا مطلب ہے کہ کب پیدا کیا جو اسکی تحقیق کیجے غرض مباحثہ مذہبی سے اسکو کچھ تعلق نہیں اور نہ کتب مذہب کی رو سے اسکا ثبوت ہو سکتا ہے البتہ مؤرخین اسمیں کچھ لکھتے ہیں سو اُن کے اقوال خود مختلف ہیں مگر اتنی بات یقینی ہے کہ عالم کے وجود کے لئے ایک بتدائی رہی یہ بات کہ کہوں پیدا کیا اسکا جواب یہ ہے کہ اُسکا خوشی جو اُسکے جی میں آیا اُس نے کیا عالم کے بنانے میں اُسکا کچھ نفع نہیں اگر ہوگا تو کسی اور ہی کا نفع ہوگا خلاصہ جواب پادری صاحب تو اتنا ہی ہے اگر چہ الفاظ اتنے کچھ تھے کہ ایک وقت وسیع پادری صاحب نے اُنکی بیان میں صرف کیا خیر پادری صاحب فایز ہو کر کر سی پڑ بیٹھے اور مولوی محمد قاسم صاحب کھڑے ہوئے اور یہ فرمایا کہ پادری صاحب مطلب سوال ہی نہیں سمجھے سائل کا یہ مطلب نہیں کہ موجود ہونے سے پہلے معلوم تھا یا نہ تھا یا خدا نے

جو عالم کو پیدا کیا تو اس کے بنانے میں قدرت سے یا کسی اور آئہ سے کام لیا اگر یہ مطلب ہوتا تو البتہ پادری صاحب کا یہ جواب مطابق سوال ہوتا سائل کا یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ مادہ عالم کیا ہے خداوند عالم نے عالم کو کس مادہ اور کس اصل سے بنایا یہ کہہ کر منشی پیارے لال اور لالہ مکتا پر شاد و غیر ہم کی طرف متوجہ ہو کر استفسار مطلب سوال کا ارادہ کیا ہی تھا جو لالہ مکتا پر شاد نے کہا کہ ہاں صاحب یہی مطلب ہے جو آپ نے بیان کیا اسکے بعد مولوی صاحب نے فرمایا کہ جب پادری صاحب مطلب سائل ہی نہیں سمجھے تو انکا جواب سراسر لغو ہو گیا سوال از آسمان جواب از لیساں اسی کو کہتے ہیں۔ ہاں جواب سوال ہم بیان کرتے ہیں ماضران جلسہ متوجہ ہو کر سنیں عالم کو خداوند عالم سے ایسی نسبت سمجھئے جیسے دھوپ کو آفتاب سے نظر آتی ہے جیسے آفتاب طلوع ہوتا ہے تو اس کے نور سے عالم منور ہوتا ہے اور غروب ہوتا ہے تو اسکا نور اس کے ساتھ چلا جاتا ہے اور لوہے زمین و آسمان تیرہ و تاریک رہ جاتے ہیں ایسے ہی ارادہ ایجاد خداوندی سے مخلوقات موجود ہو جاتے ہیں۔ اس کے ارادہ فنا سے مخلوقات فنا اور معدوم ہو جاتے ہیں جیسے دھوپوں کا مادہ وہ نور آفتاب ہے جو اس سے لیکر دور دور تک پھیلنا ہوا ہے اور تمام زمیں و آسمان کو اپنے آغوش میں لئے ہوئے ہو ایسے ہی تمام مخلوقات کی ہستی کا مادہ خدا کا وہ وجود ہے جو تمام کائنات کو محیط ہے اور سب کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے جیسے دھوپوں کی روشنی کی اصل آفتاب کا نور مذکور ہے اور دھوپوں کے اشکال مختلفہ مربع مثلث مخرف دائرہ وغیرہ موافق تقطیعات صحن و روشندان وغیرہ

لے مخلوقات کا قبل پیدائش معدوم ہونا ایسا نہیں جو کوئی نہ جانتا ہو جو بے سوال آئی ملی نہ انقیاس غایت کا مٹا نہ تھا اور جماعت حدت ہونا بھی برہم ہی ہے یہ بھی لائق استفسار نہیں البتہ مادہ عالم ایسی چیز ہے کہ اسکی حقیقت ہم کو معلوم نہیں اسلئے مولوی صاحب نے یہ فرمایا تھا کہ طلب سائل وہ نہیں جو پادری صاحب سمجھے بلکہ مطلب سائل اور ہی کچھ ہے نہ نہ تھ کہنے کو تو منشی پیارے لال میلے کے باب میں زیادہ شہور تھے مگر دیکھنے بھلنے سے میں معلوم ہوتا تھا کہ لالہ مکتا پر شاد بھی شریک ہمت ہیں ۱۲ منہ

اُس پر عارض ہو جاتے ہیں ایسے ہی مخلوقات کی ہستی اور وجود کی اصل تو خدا کا وجود مذکور ہے
 پر اشکال مختلفہ مخلوقات جنکے وسیلہ سے ایک دوسرے سے تیز کر سکتے ہیں موافق علم خداوندی
 اُس پر عارض ہو جاتی ہیں غرض جیسے کشتی اور کشتی میں بیٹھنے والوں کی حرکت تو ایک
 ہوتی ہے پر کشتی اور کشتی میں بیٹھنے والے باہم مغائر ہوتے ہیں کشتی اور ہے اور کشتی نشین
 اور پھر میں اور ہوں اور تم اور ایسے ہی خداوند عالم اور عالم کا وجود تو واحد ہے
 پر خدا اور ہے اور عالم اور ہے میں اور ہوں اور تم اور ہوں غرض جیسے نور مذکور اور حرکت
 مذکور دونوں طرف منسوب ہو آفتاب و کشتی کی طرف انتساب صدور اور انتساب اولیٰ اور
 ذاتی اور حقیقی ہے اور زمین اور کشتی نشین کی طرف انتساب قوع اور انتساب ثانوی اور
 عرضی اور مجازی ہے ایسے ہی وجود واحد دونوں طرف منسوب ہے خدا کی طرف تو نسبت صدقہ
 اور ذاتیت اور حقیقت اور اولیت ہے اور عالم کی طرف نسبت وقوع اور عرضیت اور
 مجازیت اور ثانویت ہے جیسے دھوپوں کی شکلیں مریخ ہوں یا مقرر مثل نور آفتاب
 کی طرف سے صادر ہو کر اور انہیں سے نکل کر نہیں آتیں اور اسلئے مثل نور اسکی عطا اور
 اُسکا فیض اور اسکی صفت نہیں بلکہ یوں کہتے ہیں کہ آفتاب کے سبب پیدا ہو گئی ہیں
 آفتاب طلوع نہوتا تو یہ شکلیں پیدا نہوتیں ایسے ہی حقائق مخلوقات یعنی اُنکی اشکال
 میزہ خواہ ظاہر ہوں جیسے حقائق اجسام یا باطنہ جیسے حقائق ارواح مثل وجود
 خدا کی ذات سے صادر ہو کر اور اُس سے نکل کر نہیں آتیں جو انکو فیض خداوند عالم اور
 عطا خداوند عالم اور صفت خداوند عالم کہتے بلکہ خداوند عالم کی ذات کے بدولت یہ
 تمام حقائق پیدا ہو گئے ہیں اگر وہ ارادہ ایجاد نہ کرتا تو یہ کایہ نہانہ پردہ عدم سے جلوہ گاہ
 وجود میں نہ آتا اس صورت میں حقائق کی بھلائی بُرائی خالق کی بھلائی بُرائی کا باعث
 نہوگی وہ اشکال ہی بھلی بُری کہلائیں گی اسکی ایسی مثال ہے جیسے صفحہ کا غزو
 دفتر میں پر کوئی خوشنویس بھلے اور بُرے حرف لکھ دے ظاہر ہو کہ وہ حرف ہی بھلے یا بُرے

معلوم ہونگے کتاب اور خوشنویس اُنکے سبب بھلا یا بُرا معلوم نہوگا ایسے ہی حقائق ممکنہ
 بھلائی یا بُرائی خدا کی بھلائی یا بُرائی کا باعث نہوگی وہ بھلائی اور بُرائی اُن حقائق تک ہی
 رہیگی بالجملہ حقائق ممکنہ خدا سے بھی منجیر اور باہم بھی منجیر البتہ مادہ حقائق مذکورہ وہ
 وجود مشترک ہی جسکو خدا کی ذات سے وہ نسبت ہے جو آفتاب کی شعاعوں کو اُسکی ذات
 سے نسبت ہوتی ہے مخلوقات اپنے وجود میں اُسکی ایسی ہی محتاج ہیں جیسی دھوپ میں اپنے
 وجود میں شعاعوں کی محتاج ہیں یا برات آب گرم اپنے وجود میں حرارت آتش کی
 محتاج ہے چنانچہ مخلوقات کے وجود کی ناپائنداری اور آمد و شد ہی اس بات پر دلالت کرتی
 ہو کہ اُنکا وجود خاندہ زاد نہیں مستحار ہے کسی ایسے کا فیض ہے جسکا وجود اُسکا خاندہ زاد اور
 اُسکی ذات کے ساتھ مثل حرارت آتش و نور آفتاب لازم و ملازم رہتا ہے رہی یہ بات
 کہ خدا نے دنیا کو کب پیدا کیا اسکے جواب میں ہم بھی پادری صاحب ہی کے ہم صیغہ
 میں واقعی یہ بات از روئے مذہب قابل استفسار نہیں اگر قابل استفسار ہے تو یہ بات
 ہے کہ کیوں بنایا روٹی کی نسبت یہ بات پوچھنا کہ کب پکی اور کب پکائی ایک امر لغو ہے
 قابل استفسار ہے تو یہ بات ہو کہ روٹی کا ہے کے لئے پکائی جاتی ہے سو غرض پیدائش
 عالم جو سوال اول کی تیسری شق ہے البتہ قابل استفسار اور لائق جواب ہے اسلئے ہم
 بھی عرض کرتے ہیں مگر اول یہ عرض کرتے ہیں کہ پادری صاحب کا بہ نسبت غرض
 پیدائش یہ کہنا کہ اُسکا خوشی یعنی خدا کی خوشی میں آیا عالم کو بنا دیا ایسی بات ہے کہ جسکو
 بعد تنقیح مطلب پادری صاحب کوئی عاقل تسلیم نہیں کر سکتا اسکا حاصل تو یہ ہوا کہ عالم کے
 پیدا کر دینے کوئی غرض اور حکمت نہیں یوں ہی جو خوشی میں آیا کر لیا اگر یہ ہے تو یوں
 کہو پادری صاحب نے خدا کے افعال کو بچوں کے افعال کے برابر کر دیا یہ شاں بچوں
 کی ہوتی ہے کہ جو جی میں آیا کر لیا جی چاہا بیٹھ گئے جی چاہا کھڑے ہو گئے جی چاہا
 کودنے لگے جی چاہا تھم گئے کھانے کو جی چاہا کھا لیا سونے کو جی چاہا سو رہے خدا کجا

اور یہ بات کجا اسکے افعال میں بھی حکمت نہ ہو تو اور کس کے افعال میں حکمت اور مصالحت ہوگی اُسکے بندوں میں تو یہ صفت ہو کہ جو کریں اُسکے لیے کوئی نتیجہ سبچ لیں کوئی حکمت اور مصالحت خیال میں بٹھالیں خداوند عالم میں یہ عمدہ بات کیونکر نہ ہوگی مگر یاں یہ مسلم کہ مطالب مقصودہ دو طرح کے ہوتے ہیں کبھی تو یوں ہوتا ہو کہ کرنے والا نتیجہ افعال اور مقاصد اعمال کا محتاج ہو جیسے بیمار طبیعت سے نسخہ لکھوانے جاتا ہو تو اُسکو اُسکی حاجت ہوتی ہو اور کبھی یوں ہوتا ہو کہ افعال کا کر نیوالا اُنکے نتیجہ کا محتاج نہ ہو بلکہ کوئی دوسرا محتاج ہو اور اُسکی کارروائی مقصودہ ہو مثلاً اگر طبیب نسخہ لکھتا ہو تو بحیثیت طب طبیب کو اُسکی حاجت نہیں ہوتی بلکہ دوسروں کی حاجت روائی مطلوب ہوتی ہے ایسے ہی خداوند عالم کو عالم کی پیدائش سے اُس قسم کا مطلب تو ہرگز کم کوثر خاطر نہیں جس کی نسبت اُسکا محتاج ہونا لازم آئے کیونکہ محتاج ہوگا تو خدا ہی کیا ہوگا بلکہ خدائی کو یہ لازم ہو کہ تمام موجودات اپنے وجود میں اُسکے محتاج ہوں چنانچہ ہم کل ثابت کر چکے ہیں کہ اُسکے افعال میں حکمت ہوگی تو دوسری ہی قسم کی ہوگی چنانچہ عالم کے پیدا کر نیکے معنی بھی یہی ہیں کہ وجود اور لوازم وجود سے اُسکو سرفراز فرمایا یا اُن البتہ اُن افعال میں جنہیں دوسری قسم کی حکمت ہو خاص اپنی ذات کے لیے بجز اعزاز و تعظیم اور پھر نہیں ہوتا ہوتا ہو تو یہی ہوتا ہو بلکہ ضرور ہوتا ہو اسلئے یہ داد و دہش وجود و صفات وجود بھی جو خلاصہ ایجاد ہو کسی نہ کسی غرض کے لئے ہوگی وہ غرض کیا ہے عبادت و بندگی اور عجز و نیاز ہے جو اصل مطلوب خدا ہونا چاہیے یعنی اور جس صفت کو دیکھئے خدا کی درگاہ میں اول موجود ہو اور کوئی عالم ہو تو وہ علیم ہو اور کوئی قادر ہے تو وہ قدیر ہو اُسی کے علم و قدرت کا پر توہ ہی جو مخلوقات میں علم و قدرت نمایاں ہیں یعنی جیسے آئینہ میں عکس آفتاب اور پر توہ آفتاب نظر آتا ہو درحقیقت آئینہ میں کوئی نور نہیں ہوتا ایسے ہی مخلوقات میں بھی عکس و پر توہ خداوند سبحان درحقیقت ممکنات

یہ چنانچہ عالم کے پیدا کرنے کے معنی بھی یہی ہیں کہ وجود اور لوازم وجود سے اُسکو سرفراز فرمایا یا اُن البتہ اُن افعال میں جنہیں دوسری قسم کی حکمت ہو خاص اپنی ذات کے لیے بجز اعزاز و تعظیم اور پھر نہیں ہوتا ہوتا ہو تو یہی ہوتا ہو بلکہ ضرور ہوتا ہو اسلئے یہ داد و دہش وجود و صفات وجود بھی جو خلاصہ ایجاد ہو کسی نہ کسی غرض کے لئے ہوگی وہ غرض کیا ہے عبادت و بندگی اور عجز و نیاز ہے جو اصل مطلوب خدا ہونا چاہیے یعنی اور جس صفت کو دیکھئے خدا کی درگاہ میں اول موجود ہو اور کوئی عالم ہو تو وہ علیم ہو اور کوئی قادر ہے تو وہ قدیر ہو اُسی کے علم و قدرت کا پر توہ ہی جو مخلوقات میں علم و قدرت نمایاں ہیں یعنی جیسے آئینہ میں عکس آفتاب اور پر توہ آفتاب نظر آتا ہو درحقیقت آئینہ میں کوئی نور نہیں ہوتا ایسے ہی مخلوقات میں بھی عکس و پر توہ خداوند سبحان درحقیقت ممکنات

میں نہ علم ہے نہ قدرت اسلئے اس قسم کی صفات تو مطلوب نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ صفات تو خود اُسی کے دیے ہوئے ہیں مطلوب وہ چیز ہوگی جو اُسکے پاس نہ ہوگی ایسی چیز جو عبادت و عجز و نیاز اور کیا ہو سکتی ہو یہی ایک ایسی چیز ہو جو خدا کے پاس نہیں خدا کی درگاہ میں اُسکا پتا نہیں مگر سارے عالم کا اس غرض سے مخلوق ہونا اس طرح پر ہے کہ سارا عالم انسان کے لئے ہو اور انسان اس کام کے لئے ہو اسوقت باقی عالم اور انسان کی ایسی مثال ہوگی جیسے کہا کرتے ہیں گھاس دانہ گھوڑے کے لیے اور گھوڑا سواری کے لئے مگر ظاہر ہو کہ اسوقت میں گھاس دانہ سے مطلب بھی وہی سواری ہوگی ۔ علیٰ ہذا القیاس روٹی کھانے کے لئے ہوتی ہے اور لکڑی اُپلے روٹی کے لئے ہوتی ہیں مگر سب جانتے ہیں کہ اسوقت لکڑیاں اور اُپلے بھی کھانے کے لئے مطلوب ہونگے اسلئے لکڑی اُپلے وغیرہ سب کے دام لگا کر کہا کرتے ہیں کہ کھانے میں اتنا صرف ہوا الغرض جو چیز کسی چیز کا ساماں ہو وہ چیز اُسی حساب میں اور اُسی مد میں لکھی جاتی ہے اور اُسی ذیل میں شمار کی جاتی ہو مگر زمین سے آسمان تک جس چیز پر نظر پڑتی ہے انسان کے کار آمد نظر آتی ہو پر انسان ان چیزوں میں سے کسی کے کام کا نہیں اعتبار نہ ہو دیکھ لیجئے زمین اگر نہ ہوتی تو کاہے پر نہ ہستی اور کاہے پر بیٹھتے کاہے پر سوتے کاہے پر چلتے پھرتے کاہے پر کھیتی کرتے کاہے پر مکان بناتے کاہے پر باغ لگاتے غرض زمین نہ ہوتی تو انسان کو جیسا محال تھا اور انسان نہ ہوتا تو زمین کا کچھ نقصان نہ تھا علیٰ ہذا القیاس پانی نہ ہوتا تو کیا پیتے اور نہ پیتے تو کیونکر جیتے کاہے سے اُٹاؤ نہ دھتے اور کاہے سے سالن وغیرہ پکاتے کاہے سے کپڑے وغیرہ دھوتے کاہے سے نہاتے غرض پانی نہ ہوتا تو انسان کی زندگی دشوار تھی اور انسان نہ ہوتا تو پانی کا کیا نقصان تھا نہ ہوتا تو انسان کیونکر چلتا کھیتی وغیرہ کا کام کیونکر نکلتا یہ ٹھنڈی ہوائیں روح افزا کہاں سے آتیں غرض نہ ہوتا تو جان ہوا ہو جاتی ہم ہوتے تو ہوا کو کیا وقت پیش آتی اسی طرح اوپر تک چلے چلو سورج چاند ستارے

اگر نہ ہوتے تو دیکھنا بھالنا چلنا پھرنا ایک امر محال تھا انسان نہوتا تو نہ سورج کا نقصان
 تھا نہ چاند و سورج کو کوئی دشواری تھی آسمان اور اس کی گردشیں نہوتیں تو یہ سائبانی
 کون کرتا اور یہ گرمی جاڑے کے موسم کیونکر آتے اور انسان نہوتا تو نہ آسمان کا نقصان تھا
 نہ گردشوں میں کوئی وقت تھی الغرض انسان کو دیکھئے تو زمین آسمان میں کیسے کام کا
 نہیں پر سوال کے جو چیز ہر سب انسان کے کام کی ہر اس صورت میں اگر انسان خدا کے کام کا
 بھی نہ تو یوں کہو انسان سے زیادہ کوئی نکما ہی نہیں مگر تمہیں فرماؤ کہ اس دانش و کمال
 اور اس حسن و جمال پر انسان کو کون نکما کہدیگا اگر انسان اس فضیلت مسلمہ اور مشہورہ
 پر بھی نکما ہے تو یوں کہو اُس سے زیادہ میرا ہی کوئی نہیں اسلئے چار و نیاچار یہی کہنا پڑیگا کہ
 انسان خالق جہاں کے کام کا ہر ایسی خوبی اور اس اسلوبی پر ایسے ہی بڑے کام کے
 لئے ہوگا مگر ظاہر ہے کہ خداوند عالم کسی بات میں کسی کا محتاج نہیں پھر انسان سے محتاج
 کا تو کیا محتاج ہوگا جسکی سب سے زیادہ محتاجی اسی سے ظاہر ہو کہ زمین سے لیکر آسمان
 تک تمام عالم کی اُسکو ضرورت ہو اسلئے یہی کہنا پڑیگا کہ اُسکو بندگی اور عجز و نیاز کے لئے بنایا
 ہو کیونکہ یہی ایک ایسی چیز ہو جو خدا کے خزانہ میں نہیں مگر چونکہ یہ عجز و نیاز خدا کے مقابلہ
 میں موافق تقریر والا ایسا ہوگا جیسا طبیب کے سامنے بیمار کی منت و مساجت تو جیسے بیمار
 کی منت و مساجت کا یہ ثمرہ ہوتا ہو کہ طبیب اُسکے حال زار پر مہربان ہو کر چارہ گری کرتا ہو
 ایسے ہی انسان کی بندگی یعنی عجز و نیاز کی بدولت خداوند عالم اُسپر مہربان ہو کر
 اُسکی چارہ گری کیونکر نہ کر لیا ہو ہر حال تمام عالم انسان کے لئے ہو اور انسان عبادت
 کے لئے ہو اسلئے جیسے بانیو جہ کہ گھوڑا سواری کے لئے اور گھاس و دانہ گھوڑے کے
 لئے ہو تو گھاس دانے کو بھی سواری ہی کے لئے سمجھتے ہیں ایسے ہی بانیو جہ کہ انسان عبادت
 کے لئے ہو اور تمام دنیا انسان کے لئے ہو تمام عالم کو بھی عبادت ہی کے لئے سمجھئے
 غرض مقصود واسلی پیدائش عالم سے عبادت ہو جو سامان حاجت روائی بنی آدم ہو یہی

حاجت روائی مقصود نہیں۔ اس قسم کے مضامین مولوی صاحب بیان کر رہے تھے جو عباد
 معینہ ختم ہو گئی اس لئے مولوی صاحب تو بیٹھے اور پنڈت صاحب کھڑے ہوئے مگر ہم نے
 سننا ہی کہ منشی پیارے لال یا منشی کتا پر شاؤ نے مولوی صاحب کی اس جواب کو سن کر
 یہ کہا جواب اسکو کہتے ہیں یا یہ کہا جواب تو یہ ہوا مگر جو کچھ کہا جا کہا خیر مولوی صاحب تو
 بیٹھے اور پنڈت دیانند صاحب موقع گفتگو پر تشریف لائے اور اپنے محاورات میں کچھ
 فرمانا شروع کیا مگر چونکہ انکی زبان میں الفاظ سنسکرت بہت ملے ہوئے تھے بلکہ اکثر تلم
 کے جملے سوائے کے کام وغیرہ حروف ربط کے سنسکرت میں ہوتے تھے تو سوائے دو چار
 آدمیوں کے حاضران جلسہ میں سوائے طلب کو کوئی نہ سمجھا ہوگا ہاں ایک دو بات اس قسم کی
 سمجھ میں آئیں گے جیسے کہا رگڑا وغیرہ برتن بنانا تو اول کارا ہونا ضرور ہے گارا نہ تو پھر
 برتن نہیں بن سکتا ایسے ہی خدا نے جو اس عالم کو بنایا تو اسکا مادہ پہلے ہی سے ہونا چاہیے
 وہ بھی مخلوق ہو تو پھر عالم کا بنانا ایسا ہوگا جیسا بے گارے برتن بنائے غرض مادہ عالم
 قدیم ہوا اور پھر قدیم سے عالم کا وجود ہوا اور ہمیشہ ایسا ہی چلا جائیگا اور جیسا کہ بادی حساب
 کہتے ہیں کہ قدرت الہی سے نیت سے ہست ہوا یہ بات معقول نہیں کیونکہ نیت کوئی چیز
 نہیں اس سے کوئی چیز پیدا نہیں ہو سکتی مگر ان دو ایک بات کے سوا اور کچھ کسی کی
 سمجھ میں نہ آیا یہ بھی نہ معلوم ہوا کہ غرض پیدائش عالم انھوں نے کچھ بیان کی یا نہ کی
 اور بیان کی تو کیا بیان کی ہاں اوروں کے بیان سے اتنا معلوم ہوا کہ پنڈت
 صاحب اسوقت تنازع یعنی آواگوں کے بھی مدعی ہوئے خدا جانے اس دعوے کے
 لئے دلیل کیا پیش کی ہوگی الغرض اصل مطلب تو بوجہ وقت زبان معاوم نہ ہوتا تھا
 اس لیے مولوی محمد قاسم صاحب نے عین اسوقت جسوقت پنڈت صاحب تقریر کر رہے تھے
 اپنی کرسی سے اٹھ کر آہستہ سے منشی اندر من صاحب کے کہا کہ آپ اگر خود کچھ بیان نہیں
 فرماتے تو یوں ہی کیجئے کہ آدھے وقت میں تو پنڈت صاحب جو کچھ اُن کو بیان کرنا ہو

کر لیا کریں اور آدھے وقت میں آپ اسکا ترجمہ کر دیا کریں جو ہم بھی کچھ سمجھیں ورنہ پھر نہ تسلیم کی کوئی صورت ہو نہ اعتراض کی کوئی جگہ مگر منشی صاحب نے اس کے جواب میں یہ کہا سچ تو یہ ہو کہ مجھ کو کبھی لکچر دینے کا اتفاق نہیں ہوا جو لوگ یہ کام کرتے بہتے ہیں انھیں سے ہو سکتا ہے اس لئے میں معذور ہوں خیر چار چار پڑت صاحب نے جو کچھ سنایا سننا پڑا جب وہ فارغ ہوئے تو حسب ترتیب اول پادری اسکاٹ صاحب پھر کھڑے ہوئے مگر باوجودیکہ وقت اعتراض تھا اپنی تقریر اول پیش کی جب پادری صاحب اپنا کام کر چکے اور اہل اسلام کی نوبت آئی تو مولوی محمد قاسم صاحب نے جناب مولوی محمد علی صاحب کی خدمت میں یہ عرض کیا کہ یہ نیازمند تو پڑت صاحب کی تقریر کچھ سمجھا نہیں اس لئے اب آپ ہی کو تکلیف کرنی پڑے گی اگر میں کچھ سمجھتا ہوتا تو انشاء اللہ تامل و آپ کو تکلیف نہ کرنے دیتا مگر مولانا محمد علی صاحب نے فرمایا میں بھی پورا پورا نہیں سمجھا مگر مولوی محمد قاسم صاحب نے عرض کیا کہ میں کچھ بھی نہیں سمجھا اس لئے مولانا محمد علی صاحب اٹھے اور یہ فرمایا کہ پڑت صاحب کے بیان سے ظاہر ہوتا ہو کہ عالم ازلی ہو اور مادہ بھی قدیم ہے اور پیدا کیا ہوا کیسا نہیں لازم آیا کہ مادہ واجب الوجود ہے پس دو واجب الوجود موجود ہو کر اور توحید جاتی رہی علاوہ بریں ضرورت تسلیم باری تعالیٰ کی کیا رہی سوا اسکے یہ بات ظاہر ہو کہ عالم مرکب ہو اور ترکیب کے واسطے حدوث لازم ہے اس صورت میں قدم عالم بالبدایت باطل ہو پھر پڑت صاحب کھڑے ہوئے اور حسب بیان اہل فہم اول تو انہوں نے پادری صاحب پر وہی اعتراض سابق کیا بعد ازاں اپنے اوپر کے اعتراض کا جواب اس طور پر دیا کہ جسکا خلاصہ یہ ہو کہ ہمارے بیان کو ہمارے مقابل فریقوں نے اچھی طرح نہیں سمجھا ہم صرف مادہ عالم کو قدیم کہتے ہیں عالم کو قدیم نہیں کہتے عالم کو اس مادہ سے خدا تعالیٰ نے ایجاد کیا ہو اور چونکہ ایجاد کرنی والا عالم کا خدا تعالیٰ ہے اس لئے خدا تعالیٰ کے ماننے کی ضرورت ہوئی کیونکہ مادہ سے خود بخود عالم پیدا نہیں ہو گیا بلکہ پیدا کرنی والا عالم کا

لے جو شیخ
زید مولانا
محمد علی صاحب
محمد قاسم صاحب
محمد علی صاحب
محمد علی صاحب
محمد علی صاحب

خدا تعالیٰ ہی غرض خلاصہ بیان پنڈت صاحب یہ تھا اتنا ہی کہنے پائے تھے کہ دہمنٹ پور سے
 ہو گئے اسلئے پنڈت صاحب تو چوکی سے اترے اور یہ یاد نہیں رہا کہ پھر کون کھڑا ہوا ترتیب
 مشار الیہ تو یوں کہتی ہے کہ پادری صاحبوں میں سے کوئی کھڑا ہوا ہو چنانچہ اتنا یاد ہے
 کہ سوائے پادری اسکاٹ صاحب دیسی پادریوں میں سے بھی بعض صاحب کھڑے ہوئے مگر چونکہ
 انکی تقریر قابل التفات نہ تھی تو کچھ یاد نہیں رہا کہ انہوں نے کیا بیان کیا اور کیا نہ کیا البتہ
 اتنا یاد ہے کہ اسی اثنا میں ایک یا مولوی محمد قاسم صاحب پھر کھڑے ہوئے اور یہ فرمایا کہ
 پنڈت صاحب جسکو مادہ قدیم کہتے ہیں اگر وہی وجود نہ کرے ہو جسکو ہم نے مادہ عالم قرار دیا ہے
 تو چشم باروشن دل ماشا وادہ پنڈت صاحب بھی ہمارے ہی ہم حنفیہ ہو گئے اور اگر کچھ اور چیز ہے
 یعنی خدا کی صفت اور اسکی تجلی نہیں بلکہ ایک امر مستقل اور خدا کی ذات سے متصل ہے تو وہ
 اگر مخلوق ہی نہیں بلکہ اپنے آپ ہی موجود ہے تو وہ خود خدا ہو گا خدا اسی کو کہتے ہیں کہ خود بخود
 موجود ہوا اپنے موجود ہونے میں اسکو خالق کی ضرورت نہ ہو اور اگر مادہ مذکور مخلوق ہو تو پھر
 اسکے قدیم ہونے کی کوئی صورت نہیں کیونکہ جو چیز اپنے آپ موجود نہیں کسی دوسرے کے موجود
 کرنے سے موجود ہو تو اسکا وجود اسکا خانہ زاد ہو گا اسی کی عطا ہو گا جس نے اسکو موجود کیا
 اور اسوقت اسکی ایسی مثال ہوگی جیسے زمین اپنے آپ منور نہیں آفتاب کے منور کرنے
 سے منور ہوتی ہے تو اسکا نور بھی عطار آفتاب ہی ہوتا ہے مثل نور آفتاب خانہ زاد نہیں ہوتا
 الغرض اگر مادہ مذکور مخلوق ہو گا تو یہ معنی ہونگے کہ خالق کے موجود کر نیے موجود ہوا جسکا حاصل
 یہ ہو گا کہ اسکا وجود اسکا خانہ زاد نہیں بلکہ عطار خالق ہو مگر چونکہ عطار وجود مثل عطار
 نور مذکور ہے اسکے تصور نہیں کہ ادھر سے وجود آئے اور جیسے آفتاب سے نور اگر زمین پر واقع
 ہوتا ہے اس پر وجود مشار الیہ اگر واقع ہو تو خواہ مخواہ ایک حرکت کا ادھر سے ادھر کو تسلیم کرنا
 پڑیگا جسکا مبداء ادھر ہو گا اور منتہا ادھر اور ظاہر ہو کہ حرکت کی وجہ سے جو چیز حاصل ہوتی
 ہے اس میں عدم اول ہوتا ہے اور وجود دوم یعنی حرکات مکانی اگر مثلاً ہوتی ہے تو کسی مکان تک

نظر انقلاب مذکور سے اٹکھوٹے یا کسی اور طریقہ سے محسوس نہیں ہوتی اور یہی وجہ ہے کہ علماء و علمائے کرام میں اسباب میں اختلاف ہے کہ آفتاب متحرک ہے یا زمین متحرک ہے اگر حرکت خود محسوس ہوتی تو یہ اختلاف کیوں ہوتا سب کے سب ایک ہی چیز کو متحرک کہتے الحاصل انقلاب حرکت پر موقوف ہے۔ یہ حرکت انقلاب مقصود نہیں، ورنہ انقلاب کو دیکھ کر حرکت کا یقین نہ دے کر تاہم اگر جس قسم کا انقلاب ہوتا ہے اسی قسم کی حرکت ہوتی ہے اور اسی قسم کی حرکت سمجھ میں آتی ہے انقلابات ظہور و غروب وغیرہ چونکہ از قسم انقلاب مکانی ہیں تو حرکت مکانی کی طرف ذہن دوڑتا ہے یعنی مثلاً جب یوں دیکھتے ہیں کہ بعد صبح آفتاب طلوع ہوا تو اس کے یہی معنی ہوتے ہیں کہ آفتاب مثلاً پہلے اور کمال میں تھا اب افق پر آگیا علیٰ ہذا القیاس جب افق سے گزر کر سر پر آفتاب آتا ہے تو اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ آفتاب مکان اول سے جبکہ افق کہتے ہیں اس مکان میں آگیا جبکہ نصف النہار کہتے ہیں مگر چونکہ یہ انقلاب مکانی ہے تو حرکت مکانی ہی ذہن میں آتی ہے حرکت کیفی یا حرکت کمی یا حرکت وضعی سمجھ میں نہیں آتی اس لئے انقلاب وجود و عدم کو حرکت وجودی اور حرکت عدمی لازم ہوگی مگر مخلوق ہونا ایک نہایت عجیب و غریب وجودی و عدمی ہے کیونکہ مخلوق اُسی کہ کہتے ہیں کہ پہلے نہ ہوا اور بعد موجود ہو جائے اور ظاہر ہے کہ یہ انقلاب وجودی و عدمی ہے جو جیسا کہ انقلاب حرکت ہم جنس پر دلالت کرتی ہیں یہ انقلاب یکساں حرکت ہمجنس پر دلالت نہ کرے گا حقدار انقلاب ہیں وہ اسی انقلاب کے متضمن ہونے کے باعث انقلاب کہلاتی ہیں اگر یہ عام اور یہ مطلق اور انقلابات خاصہ و مقیدہ میں ملحوظ اور ماخوذ نہ ہو تو پھر ان انقلابوں کا انقلاب ہونا بھی غلط ہے انقلاب مکانی کے یہی معنی ہیں کہ پہلے ایک چیز اس مکان میں نہ تھی اب اس مکان میں موجود ہو گئی غرض وہی ہونا نہ ہونا جسکا حاصل وہی وجود و عدم ہے انقلاب مکانی میں ملحوظ و ماخوذ ہوتا ہے اور اس سبب وہ انقلاب مذکور انقلاب کہلاتا ہے اس لیے یہ ضرور ہے کہ اس انقلاب اعظم میں وہ بات بدرجہ اولیٰ ہو جو اور انقلابوں میں بوجہ انقلاب ہوتی ہے مگر وہ کیا ہے یہی حرکت ہے جسکا ہمجنس انقلاب ہونا تقریر بالا سے روشن ہو چکا ہے لیکن حرکت مجانس انقلاب وجود و عدم وہ حرکت وجودی و عدمی ہے اس لیے حرکت وجودی کا مخلوقات

میں ماننا ہر عاقل کے ذمہ ضروری ہے اور ہر جبری اس کا تسلیم کرنا لازماً آتا ہے کہ جیسے حرکت مکانی میں ہر دم
 نیا مکان آتا ہے اور اس کے سبب مکان اول جاتا ہے ایسے ہی حرکت وجودی میں ہر دم ایک نیا وجود آئیگا
 اور جو سابق زائل ہو جائیگا جس پر دم ایک نئے عدم کا آنا لازم آئیگا اس پر ہر دم حرکت وجودی ہی کو نیا
 سمجھئے کیونکہ زمانہ ہی اوپر اور کوئی ایسی چیز نہیں جس میں مثل حرکات و زمانہ ایک نئی بات ہو سکتے
 یہ یقین کامل ہوتا ہے کہ زمانہ ہی حرکت وجودی ہے جو سب حرکات میں اول اور سب سے
 اوپر ہے اور کیوں نہ ہو جو دوسرے اوپر کوئی اور چیز ہو تو البتہ حرکت وجودی سے اوپر بھی کوئی
 حرکت ہو مگر ہر جہاں بادا باد جب حرکت وجودی واجب تسلیم ہوئی تو بانیہ جو کہ حرکت میں اول
 عدم اور پھر وجود آتا ہے چنانچہ اوپر عرض کر چکا ہوں اور نیز ظاہر ہے کہ زمانہ اور عالم کے لئے
 ابتدا کا ہونا تو ضروری ہے اور انتہا کا ہونا ضروری نہیں کیونکہ عدم سابق خود خدا اول ہو جائیگا
 جنکا حاصل وہی ابتدا وجود ہے جو عدم عالم کے بالکل مخالف ہے اور انتہا کی جانب میں چونکہ
 وجود ہی عدم نہیں تو انتہا کا ہونا ضروری نہواں یہ بھی ضروری نہیں کہ ہر اہم وجود ہی
 چلا جائے اسلئے ابدیت یعنی مستقبل کے جانب ہمیشگی اور انتہا دونوں برابر ہو گئے اور عقل کی
 رو سے کوئی بات معین نہ ہوئی فقط مدار کا مشاہدہ پر رہا یا اس بات پر کہ راوۂ خالق و بانی عالم
 کا کیا ہے کیونکہ جیسے اُس مکان کا حال جو نیا بنایا جاتا ہے عقل سے معلوم نہیں ہو سکتا معلوم ہوتا
 ہے تو یا تو مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے جو بالیقین بعد وجود میسر آتا ہے قبل وجود امکان مشاہدہ نہیں
 یا بنانیولے سے معلوم ہوتا ہے کہ کیا بنائیگا اور یہ بات قبل وجود بھی ممکن ہے ایسے ہی عالم کی
 یہ کیفیت کہ کہاں تک بتا جائیگا یا تو مشاہدہ سے معلوم ہوگی جو بالیقین آئندہ کی بات ہے
 یا خدا کے بتلانے سے معلوم ہوگی مگر حسب تقریر و غلط مشار الیہ خدا تعالیٰ سچا انبیاء علیہ السلام و
 سکورا زکی باتوں کی اطلاع نہیں کرتا اسلئے دربارہ ابدیت و انتہا عالم انبیاء کی بیان کی
 پابندی ضروری ہے انھوں نے بحوالہ خداوندی اطلاع کر دی کہ ایک روز نہ ایک روز یہ عالم نیست
 و نابود ہو کر پردہ عدم میں مستور ہو جائیگا اور پھر سب بعد مدت نئی سر سے پیدا کر کے اپنی اپنے

کردار کو پہنچائیں گے اسی قسم کے مضامین مولوی صاحب بیان کر رہے تھے جو مدت مہینہ بیان
 پوری ہو گئی اسلئے وہ تو بیٹھے اور گمان غالب یہ ہو کہ اُنکے بعد پندرہ پنڈت بھی کھڑے ہوئے کیونکہ
 موافق ترتیب درس اہل بعد اہل اسلام ہندو ہی کا نمبر تھا اور ہندو میں سوائے پنڈت تھا
 اور کوئی صاحب اول سے آخر تک کھڑی ہی نہیں ہوئے جو اُن کے کیا احتمال ہوتا اسلئے ہی
 گمان ہوتا ہے کہ بعد مولوی صاحب متصل ہی پنڈت صاحب کھڑے ہو کر چیمہ پنڈت اہل
 ہوتا ہے کہ عیسائیوں کی طرف سے بعض ویسی پادری جو اس جلسہ میں کھڑے ہوئے تھے اور پری
 لاطائل تقریریں کی تھیں کہ جنکے سننے کو بھی اہل جلسہ میں کسی کا جی نہیں پاتا تھا چاہے جائیکہ
 یاد رہتیں وہ بعد مولوی صاحب کھڑے ہوئے ہوں مگر اتنا یقیناً یاد ہو کہ سب میں چھپتی تقریر
 جو اس جلسہ میں ہوئی وہ پنڈت صاحب کی تقریر تھی اور یہ بھی یاد ہے کہ پنڈت صاحب
 ایک دو بار وقت اعتراض عیسائیوں پر اعتراض کر کے جب تقریر ختم کرنے کو ہو تو یہ کہا
 کہ کیا کہئے وقت ہو چکا ورنہ مولوی صاحب کی بات کا بھی کچھ جواب دیا جاتا نہ ابلنے یہ
 اُنکا ارشاد واقعی تھا یا جیسا اظہار معلوم ہوتا تھا مولوی صاحب کی تقریر پر لا جواب ہو کر
 یہ چال چلتے تھے مگر ہاں اخیر تقریر میں جبکہ بعد جلسہ ہی برناست ہو گیا مولوی صاحب کی
 تقریر پر یہ اعتراض کیا کہ اگر مادہ عالم حسب تقریر مولوی صاحب صفت وجود خداوندی ہو
 تو خدا کا بُرائی کے ساتھ موصوف ہونا لازم آئیگا کیونکہ مخلوقات میں بھنے بُرے سبب ہیں
 اگر بھلوں کا وہ مادہ ہو تو بروں کا بھی وہی مادہ ہوگا اور اسلئے اُسکا بُرا ہونا لازم آئیگا
 پنڈت جی تو بہر فرما کر فارغ ہوئے اور مولوی صاحب اُس چوکی پر پہنچے مگر چونکہ گیارہ بج گئے
 تھے یہ بھنے کو تھے تو پادریوں نے فرمایا کہ بس جلسہ کا وقت ہو چکا مولوی صاحب نے فرمایا دو چا
 منٹ ہماری خاطر سے اور ٹھیرے بندہ درگاہ بھٹ پٹ پنڈت جی کے اعتراض کا جواب
 عرض کئے دیتا ہوں مگر پادریوں نے نہ مانا اس پر مولوی صاحب نے پنڈت صاحب مخاطب
 ہو کر فرمایا کہ پنڈت صاحب فقط آپ ہی ٹھیر جائیں وقت جلسہ ہو چکا ہے تو کیا ہوا دو چار

منٹ خارج از جلسہ ہی سہی مگر پنڈت جی نے بھی نہ مانا اور یہ فرمایا کہ اب بہوجن کا وقت آگیا
ہو اب ہم سے کچھ نہیں ہو سکتا عجیب مولوی صاحب نے دیکھا کہ پنڈت جی بھی نہیں مانتے
اور کیونکر مانتے انجام کار آئناز سے نظر آتا تھا تو ہمارا سی مولوی صاحب نے منشی اندر میں جھکا
کا ہاتھ پکڑ کر یہ فرمایا کہ منشی صاحب پنڈت صاحب تو نہیں سنتے آپ ہی سنتے جائیں اور
تکبر فرمایا یعنی اس اعتراض کا جواب ضمنی مثال میں وقت بیان اصل مطلب دیکھا ہوں مگر
پنڈت صاحب نے اس کا کچھ خیال نہ کیا اور جو اعتراض نہ کرنا تھا اوروں کے سننے کو کر گئے
یعنی کہہ چکا ہوں کہ مخلوقات کو خدا تعالیٰ اور اُس کے وجود کے ساتھ جو اسکے حق میں بمنزئہ تعالیٰ
آفتاب ہو ایسی نسبت ہو جیسے دھوپوں کی تقطیعات مختلفہ کو جو روشندانوں کے کینڈوں
اور صحن خانوں کے پیمانوں کے مطابق ہوا کرتے ہیں آفتاب اور اُسکی شعاعوں کے ساتھ ہوا کرتی
ہو جس شخص نے اس مثال کو غور سے سنا ہو گا وہ سمجھ گیا ہو گا کہ جیسے تقطیعات مذکورہ کی
بھلائی برائی اور سوائیکے اور احکام مختلفہ انھیں اشکال و تقطیعات تک رہتے ہیں
آفتاب اور نور آفتاب یعنی شعاع آفتاب تک نہیں پہنچتی ایسے ہی مخلوقات کی بھلائی
برائی خدا تعالیٰ اور اُس کے وجود تک نہیں پہنچ سکتی اگر کوئی مثلث شکل کی دھوپ ہوگی تو
بیشک اُس کے تینوں زاویے ملکر دو قائموں کے برابر ہونگے اور اور اُس کے دو ضلع ملکر تیسرے
خط سویڑے ہو گئے مگر ظاہر ہوا ان باتوں کو ذات آفتاب اور اُس کے اصل نور تک رسائی نہیں
آفتاب اور اُس کے نور میں نہ راویہ نہ اضلاع جو یہ احکام اُس میں جاری ہوں علی ہذا القیاس
لہ بکھراحت یہ بات مدلل مرقوم ہو چکی تھی کہ بھلائی برائی مخلوقات کی خالق کی طرف صادر نہیں ہوتی یعنی مخلوقات کی بھلائی
برائی خالق کی بھلائی برائی نہیں کہہ سکتے نہ مخلوقات کی بھلائی برائی جو خالق تک نہیں پہنچتی اور دھوپوں کی اشکال کے
احکام جو آفتاب اور نور تک نہیں پہنچتے تو اصل وجہ یہ کہ فاعل اور فعل کے احکام تو مفعول تک جاتے ہیں اور مفعول
کے احکام فاعل کی طرف نہیں آتے ورنہ فاعل مفعول اور مفعول فاعل ہو جائے اور بکار خانہ اُلٹ جائے یہی وجہ یہ کہ
نور آفتاب سے پانچاں اور پیشاب روشن ہو جاتے ہیں پر پانچاں پیشاب سے نور آفتاب ناپاک نہیں ہوتا ۴۱ منہ

مخلوقات کی تعطیلات کے احکام خدا تعالیٰ اور اُسکے وجود تک نہیں پہنچ سکتے کیونکہ وہاں نہ یہ تعطیلات نہ اُنکے لوازم جو بھلائی برائی کو جو اسکے خواص میں ہیں اُس تک رسائی پہ اور اس سبب سے اُسکا برا ہونا لازم آئے یہ کہہ کر فرمایا آپ بندت صاحب کو یہ جواب سنا دیں منشی صاحب نے فرمایا شاید وہ اس مضمون پر اور کچھ اعتراض کریں مولوی صاحب نے فرمایا اس بات کا جواب نہ تھا سی قیامت تک نہ آئیگا یہ کہہ کر مولوی صاحب تو جمع رفقاء اپنے ڈیرہ کی طرف چل دیے اور منشی صاحب وغیرہ اپنی اپنی فزود گاہوں کی طرف روانہ ہوئے مگر مولوی صاحب بھی خیمہ تک نہ پہنچے تھے جو پادری نولس صاحب در ایک در ولایتی پادری جھپٹ کر آئے اور مولوی صاحب نے فرمایا لگے آج چار بجے کے بعد پادری اسکاٹ صاحب درس دینگے آپ بھی اُس درس میں تشریف لائینگے مولوی صاحب نے فرمایا اکل جو پہننے آپ سے ایک گھنٹہ کی اجازت لیکر ایک گھنٹہ تک اپنی خدمت کے فضائل اور اُسکی حقانیت خارج از جلسہ چار بجے کے بعد بیان کئے تھے تو اُسکی یہ وجہ ہوئی تھی کہ آپ جلسہ میں اتنا وقت نہ دیتے تھے کہ کوئی دل کھو کر بیان فضائل کر سکے جب ہم علاج آپ کو وقت میں وسعت دیدی تو پھر خارج از جلسہ تکلیف کرنے سے کیا فائدہ پادری صاحب نے فرمایا اب تو آپ مہربانی کر کے سبب کو قبول ہی کر لیں مولوی صاحب نے فرمایا بہت بہتر اگر پادری صاحب درس دینگے تو ہم بھی انشاء اللہ سنیں گے پادری صاحب نے پوچھا آپ اعتراض کریں گے مولوی صاحب نے فرمایا اگر اعتراض کی اجازت ہوگی تو بیشک اعتراض کریں گے پادری صاحب نے فرمایا اعتراض کے لیے آپ کو کتنا وقت چاہئے مولوی صاحب نے فرمایا وقت کی تحدید کے کیا معنی پہلے سے کون شخص اپنے مطالب کو ناپ تول کر لاتا ہو جو اسکے موافق وقت مقرر کیا جائے وقت اگر مقرر کیا جاتا ہو تو اس اندیشہ سے کیا جاتا ہو کہ مبادا کوئی شخص مفت مغزنی کرنے لگے اگر وقت محدود نہ کیا جائیگا تو ایسا شخص بیوجہ مغز کھائیگا اور سعال کے کیس کو بولنے کی گنجائش نہ ملے گی مگر آپ ہی انصاف فرمائیں کہ مین کو نسی یا لغو اور بیہودہ کہتا ہوں جو آپ میرے لیے وقت کو محدود کرتے ہیں پادری نولس صاحب نے فرمایا نہیں آپ تو بیہودہ باتیں نہیں کرتے مولوی صاحب نے

فرمایا پھر کس لیے آپ میرے واسطے وقت کو محدود کئے دیتے ہیں پادری نوٹس صاحب نے فرمایا اچھا آپ کے لئے وقت کی کچھ تحدید نہ سہی مگر دوسرے پادری صاحب نے کہا ہمیں وقت کو ضرور محدود کرنا چاہیے نہیں تو ہر شخص یوں جتنا چاہے بیان کئے جائیگا پادری نوٹس صاحب نے مولوی صاحب سے فرمایا اچھا آپ کے لیے بیس منٹ سہی اور آوروں کے لیے دس منٹ اتنا راہ میں حب یہ فیصلہ ہو چکا تو پھر سب صاحب اپنے اپنے ٹھکانے پر پہنچے اور قضا و حوائج اور ادارہ ضروریات میں مشغول ہوئے کھانا کھا ہی رہے تھے جو موتی میاں صاحب نے مولوی محمد قاسم صاحب سے فرمایا پادری اسکاٹ صاحب آپ کی تعریف کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ اس شخص کی باتیں بہت ٹھکانے کی ہیں یہ مولوی نہیں یہ صوفی مولوی ہو مولوی سخاوت حسین صاحب سمسودانی وکیل عدالت دیوانی بھی اُس وقت اتفاق سے آنکے وہ بھی فرمانے لگے کہ پادری صاحب مولوی محمد قاسم صاحب کو کہتے تھے کہ یہ شخص صوفی مولوی ہے ادھر اتنا جلسہ میں جب مولوی صاحب کھڑے ہوتے تھے تو تمام جلسہ میں ایک سکتہ کا سا عالم ہو جاتا تھا اور جب مولوی صاحب کسی تقریر سے فارغ ہوتے تھے تو اکثر صاحبوں کی زبان سے صد آفریں و تحسین سنائی دیتی تھی شخص غلبہ جانب اسلام ایسا نمایاں تھا کہ مجزنا انصاف حاضران جلسہ میں سے کوئی شخص اُسکا انکار نہیں کر سکتا شاید یہ شمرہ انکسار مولوی صاحب اور دعاء اہل اسلام تھا مولوی صاحب نے جب شاہجہانپور کا ارادہ کیا تھا جس سے ملتے تھے یا جکلو اہل دعا سمجھتے تھے استدعا دعا کرتے تھے خود یہ کہتے تھے کہ ہر چند ہماری نیت اور ہمارے اعمال اسی قابل ہیں کہ ہم جمیع عام میں ذلیل و خوار ہوں مگر ہماری ذلت و خواری میں اس دین برحق کی ذلت اور اُس رسول پاک کی ذلت متصور ہو جو تمام عالم کا سردار اور تمام انبیاء کا قافلہ سالار ہو اسیلئے خود بھی دعا کرتے تھے اور آوروں سے بھی دعا کرتے تھے کہ اگلی ہماری وجہ سے اپنے دین اور اپنے حبیب پاک شہ لولاک کو ذلیل و خوار مت کر اپنے

دین اور اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت اور طفیل میں ہم کو عزت اور افتخار سے مشرف فرما۔ القصہ اہل اسلام کو کھانے سے فارغ ہو کر نماز کا فکر ہوا بارہ بجتے ہی وضو کر کر نماز کی ٹھیرائی نماز ظہر سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ جو ایک بیچ گیا اس لیے دوسرے جلسے کے لیے سب صاحب تیار ہوئے ۔

کیفیت جلسہ سوم بروز دوم

ایک بجے ہی مناظر اور شانقاں مناظرہ میدان مناظرہ کی طرف روانہ ہوئے اہل اسلام بھی ادھر سے بسم اللہ کر کے پہنچے گفتگو شروع ہونے سے پہلے منشی پیارے لال صاحب نے یہ کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ صرف سوال اخیر پر مباحثہ ہووے اور باقی سوالات پر بحث ملتوی کی جائے وجہ اسکی کچھ معلوم ہوئی مگر قرینہ سیات کو مقتضی ہے کہ یہ بات فقط بنظر اتباع حضرات پادریان نصاریٰ تھی انھیں کی طرف سے صبح کو یہ اصرار ہوا تھا کہ پہلے مسئلہ رابع میں گفتگو ہو جائے سو اسوقت مسئلہ رابع کے بدلے مسئلہ خامس کا لینا اس غرض سے ہوگا کہ بالکل راز نہ کھل جائے غرض مسئلہ ثانی و ثالث تو مثل مسئلہ اول علوم حقائق و فلسفہ سے متعلق تھا پادریوں کو جو جہنا و اقیفیت علوم مذکورہ انکی جوابدہی مشکل نظر آئی البتہ مسئلہ رابع و خامس قطعاً مذہب سے متعلق تھے اور انکے بیان کا اکثر اتفاق رہتا ہے اس لیے صبح کو تو اس پر اصرار رہا کہ مسئلہ رابع میں گفتگو ہو اسوقت تو انکو پاس نہ کوئی حجت اپنے اصرار کی نظر آئی اور نہ منشی پیارے لال نے ساز کی گنجائش ملی اس مہلت اور تنہائی میں جو گیارہ بجے سے لیکر ایک بجے تک تھی کیا عجیب ہو کہ منشی صاحب سے اس بات میں کہہ سن لیا ہو ورنہ صبح تک تو منشی صاحب کا بھی یہی قول تھا کہ ترتیب وار سوالات معلومہ میں گفتگو ہو علاوہ بریں پہلے روز منشی صاحب کا بات بات میں پادریوں کی

تائید کرنا جسکی وجہ سے اہل اسلام خصوصاً مولوی محمد طاہر صاحب اور مولوی محمد قاسم صاحب کے اتنی شکایت کی نوبت آئی اور وہ ارتباط دلی جو مثنیٰ صاحب کو پادریوں کے ساتھ مشہور ہے اور رسائل مذکورہ کا خالق و فلسفہ سے متعلق ہونا اور پادریوں کا ان علوم سے بے بہرہ ہونا زیادہ تر اس خیال کو مؤید ہے کہ ہونہویر پادری صاحبوں کی ہی چالاکی تھی بائیں ہمہ پہلے روز پادری نوسن صاحب کا بار بار یہ کہنا ہمو زیادہ فرصت نہیں آج اور کل ہی ٹھہر سکتے ہیں اور بھی اس خیال کیسے قرینہ صادق ہے اگرچہ اسوقت مولوی صاحب نے کچھ کھلا یہ فرمایا کہ یہ بات ہمارے کہنے کی تھی باوجود افلاس و بے سروسامانی قرض و امانت پر خفاک ڈال کر ایک مسافت دور دراز قطع کر کے یہاں تک پہنچے پھر اس پر یہ قول ہے کہ جب تک حسب دخواہ فیصلہ نہ ہو جاگے نہ جاینگے اور آپ صاحب تو اسی کام کے نوکر آنے جانے میں کوئی دقت نہیں اس کے کیا معنی کہ آپ کو فرصت نہیں یہ عذر کرتے تو ہم کرتے مگر اس پر بھی پادری صاحبوں کو کچھ اثر ہوا اور کیونہو وقت فرصت کا بہانہ کر کے مباحثہ کو مختصر کر دینا اس سے آسان نظر آیا کہ اہل اسلام کے مقابلہ میں مغلوب ہوں اور کوئی عذر نہ ہو آخر اہل اسلام کو کچھ پہلے دیکھے بھالے تھے اور کچھ فی الحال دیکھا اور کیا محجب ہے پیدت صاحب اور مثنیٰ اندرین صاحب کی بھی یہی رائے ہو مثنیٰ اندرین صاحب کا اول سے آخر تک نہ بولنا بلکہ باوجود اصرار مولوی محمد قاسم و ضرورت بیان مطالب پیدت صاحب انکایہ کہہ دینا چھکو کبھی لکچر دینے کا اتفاق نہیں ہوا جو لوگ یہ کام کرتے رہتے ہیں انہیں سے یہ کام ہو سکتا ہے بجز اس کے اور کس بات پر محمول ہو سکتا ہے کہ علاوہ شور غلبہ اہل اسلام پر نسبت سال گذشتہ اس سال میں پہلے روز اہل اسلام کی جو دت طبعی اور خوش بیانی اور ان کے مطالب کی خوبی اور تسلسل معانی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے اور پیدت صاحب بھی اگرچہ مولوی محمد قاسم صاحب اور مولوی ابوالمنصور صاحب کی حسن لیاقت کی داد دے چکے تھے مگر دنیا باسید قائم یوں سمجھ کر کہ شاید علوم و تحقیق اور علوم فلاسفہ کی طرف بوجہ فقدان اسباب توجہ علوم مذکورہ توجہ نہوا اور اس وجہ سے کیا عجیب کہ سوالات مذکورہ کے جواب میں

نہایت کو سب جانتے ہیں
کہ یہ عالم میں ہاں اسلام سے گئے سبقت لیجائیں اول سینہ سپر ہو گئے تھے مگر قدم عالم کے ابطال اور
مادہ عالم کے بیان کو اہل اسلام سے منکروہ بھی ٹھنڈے ہو گئے تھے غرض ان وجوہ سے عجیب نہیں کہ
نشی اندرین صاحب اور پنڈت دیانت صاحب بھی اسی طرف متوجہ ہوئے ہوں اور شیر بھی نہوئے
ہوں تو مانع بھی نہوئے ہوں مگر ہرچہ بادا بادا اُس وقت مجبوری اہل اسلام کو یہی ماننا پڑا کہ اس وقت
مسئلہ خاص ہی میں گفتگو ہو جائے لیکن اس رد و کد میں آدھا گھنٹہ گزر گیا اور چار بجتے ہیں فقط
ارٹھای گھنٹہ باقی رہ گئے اسلئے یہ تجویز پھر ہی کہ یہ جلسہ ساڑھے چار بجے تک رہے اہل اسلام نے
کہا خیر کچھ مضائقہ نہیں ہم آج نار عصر کو گھنٹہ بعد ہی پڑھ لینگے انقض گفتگو شروع ہوئی اول
پادری اسکاٹ صاحب کھڑے ہوئے اور سوال خاص یعنی اس سوال کے جواب میں کہ نجات کیسے
کہتے ہیں اور نجات کا کیا طریقہ ہے ایک تقریر طویل بیان کی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ نجات گناہوں سے
بچنے کو کہتے ہیں مگر جب خدا تعالیٰ نے یہ دیکھا کہ تمام عالم گناہوں میں ڈوبا جاتا ہے تو خود مجسم
ہو کر آیا اور عیسے مسیح کہلایا اور سب خلایق کا کفارہ بنایا یعنی بارگناہان بنی آدم اپنے سر پر رکھ کر
اُس کی سزا میں مصلوب ہوا اور پھر نونو فی اللہ ملعون ہو کر تین دن جہنم میں رہا اسلئے سب کو لازم
کہ جیسے مسیح کی الوہیت پر ایمان لائیں اور دین عیسائی اختیار کریں بدون اس کے نجات نہیں اور
گناہوں سے بچاؤ نہیں ہو سکتا ایک روز کا ذکر ہے کہ میں نے یہ دعا کی کہ اے عیسے مسیح میرے
حال پر نظر عنایت فرما اس کے بعد میرے دل میں ایسا چین اور ہنڈک معلوم ہوئی کہ میں بیان
نہیں کر سکتا بالکل اور باتوں سے دل بھر گیا ایسے ہی ایک دن کا ذکر ہے کہ ایک شخص بڑا تندہ
تھا اور ہوتا تھا جیسے ہمارے پنڈت جی اور وہ بڑا شر پتھا کبھی گرجا میں نہ جاتا تھا نہ انجیل سنتا تھا میں نے
اُس سے کہا تو انجیل سُنا کر اُس نے کہا میں کیوں انجیل سنوں اور کیوں گرجا میں اُون آخر کو میں
اُس کو انجیل سنائی دوسرے روز اُس کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ خود بخود وہ میرے پاس آیا اور سب
برائیاں چھوڑ دیں اور صدق دل سے نیک صلاح ہو گیا اور تمام لوگوں میں یہ بات شہور ہو گئی کہ فلا

ربحائیں اور ہم باہن وجہ کہ خود ہی ان سوالات کے مجوز ہیں ان کے جوابوں کو مستحضر کر رہا ہے میدان
مناظرہ میں اہل اسلام سے گئے سبقت لیجائیں اول سینہ سپر ہو گئے تھے مگر قدم عالم کے ابطال اور
مادہ عالم کے بیان کو اہل اسلام سے منکروہ بھی ٹھنڈے ہو گئے تھے غرض ان وجوہ سے عجیب نہیں کہ
نشی اندرین صاحب اور پنڈت دیانت صاحب بھی اسی طرف متوجہ ہوئے ہوں اور شیر بھی نہوئے
ہوں تو مانع بھی نہوئے ہوں مگر ہرچہ بادا بادا اُس وقت مجبوری اہل اسلام کو یہی ماننا پڑا کہ اس وقت
مسئلہ خاص ہی میں گفتگو ہو جائے لیکن اس رد و کد میں آدھا گھنٹہ گزر گیا اور چار بجتے ہیں فقط
ارٹھای گھنٹہ باقی رہ گئے اسلئے یہ تجویز پھر ہی کہ یہ جلسہ ساڑھے چار بجے تک رہے اہل اسلام نے
کہا خیر کچھ مضائقہ نہیں ہم آج نار عصر کو گھنٹہ بعد ہی پڑھ لینگے انقض گفتگو شروع ہوئی اول
پادری اسکاٹ صاحب کھڑے ہوئے اور سوال خاص یعنی اس سوال کے جواب میں کہ نجات کیسے
کہتے ہیں اور نجات کا کیا طریقہ ہے ایک تقریر طویل بیان کی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ نجات گناہوں سے
بچنے کو کہتے ہیں مگر جب خدا تعالیٰ نے یہ دیکھا کہ تمام عالم گناہوں میں ڈوبا جاتا ہے تو خود مجسم
ہو کر آیا اور عیسے مسیح کہلایا اور سب خلایق کا کفارہ بنایا یعنی بارگناہان بنی آدم اپنے سر پر رکھ کر
اُس کی سزا میں مصلوب ہوا اور پھر نونو فی اللہ ملعون ہو کر تین دن جہنم میں رہا اسلئے سب کو لازم
کہ جیسے مسیح کی الوہیت پر ایمان لائیں اور دین عیسائی اختیار کریں بدون اس کے نجات نہیں اور
گناہوں سے بچاؤ نہیں ہو سکتا ایک روز کا ذکر ہے کہ میں نے یہ دعا کی کہ اے عیسے مسیح میرے
حال پر نظر عنایت فرما اس کے بعد میرے دل میں ایسا چین اور ہنڈک معلوم ہوئی کہ میں بیان
نہیں کر سکتا بالکل اور باتوں سے دل بھر گیا ایسے ہی ایک دن کا ذکر ہے کہ ایک شخص بڑا تندہ
تھا اور ہوتا تھا جیسے ہمارے پنڈت جی اور وہ بڑا شر پتھا کبھی گرجا میں نہ جاتا تھا نہ انجیل سنتا تھا میں نے
اُس سے کہا تو انجیل سُنا کر اُس نے کہا میں کیوں انجیل سنوں اور کیوں گرجا میں اُون آخر کو میں
اُس کو انجیل سنائی دوسرے روز اُس کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ خود بخود وہ میرے پاس آیا اور سب
برائیاں چھوڑ دیں اور صدق دل سے نیک صلاح ہو گیا اور تمام لوگوں میں یہ بات شہور ہو گئی کہ فلا

شہزادی نیک آدمی ہو گیا ادھر دیکھو جب تک عیسائیوں کی عملداری ہندوستان میں نہیں تھی
ہندوستان میں کسی کیسی خاندانگری اور فتنہ و فساد اور رہنمائی ہو کر تھی جب سے عیسائیوں کی
عملداری ہوئی کس قدر امن و امان ہو گیا سونا اچھا سے چلے جاؤ کوئی نہیں پوچھتا دیکھو کتنی گناہوں
میں کمی آگئی یہ ایک بڑی دلیل ہے حقیقت عیسائی مذہب کی۔ بعد اس کے پٹت دیاتند
سرتی صاحب کھڑے ہوئے اور انہوں نے بھی ایک تقریر طویل بیان فرمائی خلاصہ اُس تقریر کا بعض
اُن صاحبوں کے بیان کے موافق جو کسی قدر اُن کی زبان سمجھتے تھے یہ ہے کہ مکنت یعنی نجات امین
ہے کہ آدمی گناہوں سے بچے اور نیک کام کرے اور پادری صاحب نے جو یہ بیان کیا کہ خدا تعالیٰ
مجسم ہو کر آیا خالق کے گناہوں کا کفارہ ہوا اس پر غلط ہے یہ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ ذات پاک جس کی
کوئی حدود نہایت نہیں وہ ایک منشی میں آجاوٹے اور پادری صاحب جو اپنے مذہب کو گناہوں سے
نجات کا سبب سمجھتے ہیں یہ تو صاف بے اصل بات ہے حضرت موسیٰ کو صاف حکم ہوا تھا کہ مکان مقدس
میں جو تا آتا کر آؤ ہمارے پادری صاحب برعکس اُس کے جو تے کی جگہ ٹوٹی اُتارے تھے اور جو تاپہنے
رہتے ہیں اور بہت باتیں برخلاف حکم خدا کے کرتے ہیں اور اُن کو روایت سمجھتے ہیں پس ایسے مذہب میں
نجات کسی طرح نہیں ہو سکتی بعد اس کے مولوی محمد قاسم صاحب کھڑے ہوئے اور یہ فرمایا کہ نجات قہر
الہی اور عذاب الہی سے بچ جائے کو کہتے ہیں مگر طریق حصول نجات بجز خستہ و محنت و گناہ اور کچھ
نہیں اس لیے یہ بات گناہ کے دریافت کرنے پر موقوف ہے پادری صاحب نے پٹت صاحب سے قویہ
فرمایا کہ نجات گناہوں سے بچنے کو کہتے ہیں یا نجات گناہوں سے بچنے میں ہے مگر یہ نہ فرمایا کہ گناہ
کس کو کہتے ہیں گناہ کی دو چار مثالیں اور دو چار معین تو مثل زنا و چوری وغیرہ بیان کیں پر اُسکی
تعریف کچھ بیان نہ فرمائی سو ہم اول تعریف گناہ بیان کرتے ہیں سینے گناہ خلاف مرضی الہی کو
کہتے ہیں اور طاعت موافق مرضی الہی کا نام ہے مگر کل ہم عرض کیے ہیں مرضی غیر مرضی تو ہماری بھی
ہے ہمارے بتلائے کسی کو معلوم نہیں ہو سکتی اگر سینہ سے سینہ ملا دین بلکہ دل کو چیر کر دکھلا دین
تب بھی دل کی بات نظر نہ آئے جب تک زبان نہ ہلائیے یا اشارہ سے اطلاع نہ فرمائیے تب تک

۱۔ اور یہی ہے
۲۔ اور یہی ہے
۳۔ اور یہی ہے
۴۔ اور یہی ہے
۵۔ اور یہی ہے
۶۔ اور یہی ہے
۷۔ اور یہی ہے
۸۔ اور یہی ہے
۹۔ اور یہی ہے
۱۰۔ اور یہی ہے

مذہبی غیر مرضی کی اطلاع دوسروں کو ممکن نہیں باوجود کثافت اور اس ظہور کے کہ ہم جہانی ہیں یہ حال ہے تو خداوند عالم تو کمال ہی درجہ لطیف ہو اُس کے دل کی بات بے اُس کے بتلائے کسی کو معلوم ہو سکتی ہے قتل نارسا کو اتنی رسائی کہاں کہ اُس کی مافی الضمیر تک پہنچے عقل سے ہو سکتا تو اتنا ہی ہو سکتا ہے کہ کسی بات کا حسن و قبح کی مقدار معلوم کرے سو یہ بات بھی اول تو یہ بات میری متصور نہیں جو عقل ہی کے بہرہ سے بیچھری ہے دوسرے خداوند کریم کو علیم و حکیم ہر اس حیدر و یقیناً اعتقاد ہو کہ وہ اپنی بات سے منع فرمائے نہ بُری بات کا ارشاد فرمائے لیکن تاہم خدا ہی بندہ میں حاکم ہے محکوم نہیں عقل کا سطح نہیں عقل اُس کی سطح سے اس لئے اگر بالفرض وہ زمانہ کو حلال اور طاعت کو حرام کر دے تو بیشک زمانہ طاعت اور طاعت گناہ ہو جائے بقول شخصہ شیعہ کرم طبع خواہد زن سلطان دین خاک برفرق قناعت بعد ازین ہر اس لئے بندہ کے ذمہ یہ ضرور ہو کہ مرضی غیر مرضی کے دریافت کرنے میں اُس کی طرف نظر رہے اپنی عقل نارسا کو اس تہ سے علیحدہ رکھے مگر ہم عرض کر چکے ہیں کہ بادشاہان دنیا اس تھوڑی سی غوث پر اپنا مافی الضمیر ہر کسی سے کہتے نہیں پھرتے خداوند عالم اس تکبر اور بے نیازی پر چہر اُس کی خدائی خود دلالت کرتی ہو کہ یہ فکر اپنے دل کی بات ہر کسی سے کہتا پھر گایاں تو مخلوقیت سے ایک انسانیت تک سب باتوں میں اشتراک خدا و مخلوقات میں تو کسی بات میں بھی اشتراک نہیں اس لیے بادشاہان دنیا جیسے اپنے مافی الضمیر کی اطلاع اپنے قربان خاص کے ذریعہ سے کرا دیتے ہیں ایسے ہی بلکہ بدرجہ اولیٰ خداوند عالم بھی اپنا مافی الضمیر بذریعہ مقربان خاص اور دن کو سنا دیکھا اہلین مقربوں کو ہم لوگ انبیاء اور رسول کہتے ہیں اس لئے انبیاء علیہم السلام کے اتباع اور اقتداء ہی میں نجات منحصر ہوگی کیونکہ اس صورت میں ان کی اطاعت خاص خدا کی اطاعت ہوگی اور ان کی نافرمانی خاص خدا کی نافرمانی ہوگی مگر جیسے ہر زمانے میں ایک جدا حاکم ہوتا ہے پہلے زمانے میں اگر لارڈ نار تھہر بروک گورنر تھے تو آج لارڈ ٹنٹن ہیں پہلے اور کلکٹر تھا اب اور کلکٹر ہے ایسے ہی ہر زمانے میں مناسب وقت ایک جدائی نبی ہو گا جیسے آج کل لارڈ ٹنٹن کے احکام کی تعمیل ضرور ہو لارڈ نار تھہر بروک کے احکام کی تعمیل ہے کام

یہی روح ہر ایک اور اس
اطلاع کے خداوند عالم
کے کو خطیب ہے ایک
کے لئے ایک اور دنیا
عالم کے خداوند عالم
ہو ایک ایسی ہی بین
عالم کو خطیب دہی
اور ان کی باتوں کی
جہان میں ایسی ہی بین
عالم اور خداوند عالم
یہی روح ہر ایک اور اس
اطلاع کے خداوند عالم
کے کو خطیب ہے ایک
کے لئے ایک اور دنیا
عالم کے خداوند عالم
ہو ایک ایسی ہی بین
عالم کو خطیب دہی
اور ان کی باتوں کی
جہان میں ایسی ہی بین
عالم اور خداوند عالم
یہی روح ہر ایک اور اس
اطلاع کے خداوند عالم
کے کو خطیب ہے ایک
کے لئے ایک اور دنیا
عالم کے خداوند عالم
ہو ایک ایسی ہی بین
عالم کو خطیب دہی
اور ان کی باتوں کی
جہان میں ایسی ہی بین
عالم اور خداوند عالم

مجرے اُن کے سامنے کچھ نسبت نہیں رکھتے چنانچہ بطور شستہ نمودار خود اس کے بعض معجزات کی تفصیل اور انبیاء دیگر کے معجزات پر اُن کی فوقیت اور افضلیت ہم بیان بھی کر چکے ہیں پھر اب اُن کے اتباع میں کیا مال ہے خاص کر قرآن شریف ایک ایسا عمدہ معجزہ ہے کہ کوئی اُس کے برابر نہیں ہو سکتا را ثبوت الہومیت یہ ایک ایسا عقیدہ ہل ہے کہ کوئی عاقل تسلیم نہیں کر سکتا ہر عقل اور فرنگ کی عقل پر بڑا افسوس آتا ہے کہ جب سب ایسی ہونی غلطی میں پڑے ہوئے ہیں اور وہ پر کیسے کیسے خیف اعتراض کرتے ہیں جنکی جوابدہی کے لئے غفلت کوتاہی کی حاجت نہیں اور اپنے آپ ایسے ایسے اعتراض سر پر لے بیٹھے ہیں جنکا جواب قیامت تک نہیں آ سکتا افسوس ہزار افسوس وہ خداوند کریم جو ہر طرح سے متعلق اور ہر درجہ سے بے نیاز اور تمام عیوب و جملہ نقصانوں سے پاک ہوا اُس کو تو اس پیرا میں کہ عیسے مسیح بنکر مجسم ہوا اور زمین پر آیا کھانے پینے بولنے براز بھوک پیاس خوشی غم وغیرہ حوائج انسانی میں مبتلا ہوا کہیں سولی پر چڑھا کہیں بیو دیوں کے ہاتھوں میں مقید ہو کر اعلیٰ اعلیٰ پکارا کہیں معذب و ملعون ہو کر اور وہاں کے لیے کفارہ بنا لیا کیا کچھ بُرا بھلا کھ لیتے ہیں اگر کوئی شخص درمی صاحب کو چار کہہ دے تو ابھی مارنے مرنے کو تیار ہو جائیں یہ کیسا ظلم صریح ہے کہ اپنے آپ کو ذرا بھی کوئی بُرا کہہ دے تو پھر خیر نہیں اور خداوند قدوس کو جو چاہیں کہیں چار اور پادری صاحب میں کیا فرق ہو وہ مخلوق اور خدا کا

و کہ جس طرح یہ کلمہ مذکور
میں ہے اس پر بھی اعتراض
وہاں اُن کی باتوں پر
کی کوئی بات نہیں ہے
نہی اس پر بھی
مسلمانوں کے نام
پر ایسی باتیں کہنا
عربی کی جگہ اسی
کلمہ کے ساتھ ہونا

۱۰ پہلے دن وہ ظہیر بن ابی ثابت ہو چکی ہے کہ جسے معلوم ہے کہ قتل ہے بل اپنے ہون میں کلام مانع ہے ایسے ہی معجزات میں عیون ملک سے بڑھ کر ہوں گے اور چونکہ علم سے اوپر اور کوئی ایسی صفت نہیں کہ جیسے ظہار دہ قدرت وغیرہ صفت پر حاکم ہے یعنی ہے اُس کے کوئی صفت کسی کام کی نہیں ہے جسے ہی علم پر وہ صفت حاکم ہوا جیسے علم قائم صفت حاکم ہو گا اور ایسے اس صفت کا اجازا اُس شخص کو دیا جائیگا جو قائم الانبیا ہو گا ہی وجہ ہونی کہ قرآن عظیم سے اوپر رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو نہیں ملا ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰ ۱۰۰۱ ۱۰۰۲ ۱۰۰۳ ۱۰۰۴ ۱۰۰۵ ۱۰۰۶ ۱۰۰۷ ۱۰۰۸ ۱۰۰۹ ۱۰۱۰ ۱۰۱۱ ۱۰۱۲ ۱۰۱۳ ۱۰۱۴ ۱۰۱۵ ۱۰۱۶ ۱۰۱۷ ۱۰۱۸ ۱۰۱۹ ۱۰۲۰ ۱۰۲۱ ۱۰۲۲ ۱۰۲۳ ۱۰۲۴ ۱۰۲۵ ۱۰۲۶ ۱۰۲۷ ۱۰۲۸ ۱۰۲۹ ۱۰۳۰ ۱۰۳۱ ۱۰۳۲ ۱۰۳۳ ۱۰۳۴ ۱۰۳۵ ۱۰۳۶ ۱۰۳۷ ۱۰۳۸ ۱۰۳۹ ۱۰۴۰ ۱۰۴۱ ۱۰۴۲ ۱۰۴۳ ۱۰۴۴ ۱۰۴۵ ۱۰۴۶ ۱۰۴۷ ۱۰۴۸ ۱۰۴۹ ۱۰۵۰ ۱۰۵۱ ۱۰۵۲ ۱۰۵۳ ۱۰۵۴ ۱۰۵۵ ۱۰۵۶ ۱۰۵۷ ۱۰۵۸ ۱۰۵۹ ۱۰۶۰ ۱۰۶۱ ۱۰۶۲ ۱۰۶۳ ۱۰۶۴ ۱۰۶۵ ۱۰۶۶ ۱۰۶۷ ۱۰۶۸ ۱۰۶۹ ۱۰۷۰ ۱۰۷۱ ۱۰۷۲ ۱۰۷۳ ۱۰۷۴ ۱۰۷۵ ۱۰۷۶ ۱۰۷۷ ۱۰۷۸ ۱۰۷۹ ۱۰۸۰ ۱۰۸۱ ۱۰۸۲ ۱۰۸۳ ۱۰۸۴ ۱۰۸۵ ۱۰۸۶ ۱۰۸۷ ۱۰۸۸ ۱۰۸۹ ۱۰۹۰ ۱۰۹۱ ۱۰۹۲ ۱۰۹۳ ۱۰۹۴ ۱۰۹۵ ۱۰۹۶ ۱۰۹۷ ۱۰۹۸ ۱۰۹۹ ۱۱۰۰ ۱۱۰۱ ۱۱۰۲ ۱۱۰۳ ۱۱۰۴ ۱۱۰۵ ۱۱۰۶ ۱۱۰۷ ۱۱۰۸ ۱۱۰۹ ۱۱۱۰ ۱۱۱۱ ۱۱۱۲ ۱۱۱۳ ۱۱۱۴ ۱۱۱۵ ۱۱۱۶ ۱۱۱۷ ۱۱۱۸ ۱۱۱۹ ۱۱۲۰ ۱۱۲۱ ۱۱۲۲ ۱۱۲۳ ۱۱۲۴ ۱۱۲۵ ۱۱۲۶ ۱۱۲۷ ۱۱۲۸ ۱۱۲۹ ۱۱۳۰ ۱۱۳۱ ۱۱۳۲ ۱۱۳۳ ۱۱۳۴ ۱۱۳۵ ۱۱۳۶ ۱۱۳۷ ۱۱۳۸ ۱۱۳۹ ۱۱۴۰ ۱۱۴۱ ۱۱۴۲ ۱۱۴۳ ۱۱۴۴ ۱۱۴۵ ۱۱۴۶ ۱۱۴۷ ۱۱۴۸ ۱۱۴۹ ۱۱۵۰ ۱۱۵۱ ۱۱۵۲ ۱۱۵۳ ۱۱۵۴ ۱۱۵۵ ۱۱۵۶ ۱۱۵۷ ۱۱۵۸ ۱۱۵۹ ۱۱۶۰ ۱۱۶۱ ۱۱۶۲ ۱۱۶۳ ۱۱۶۴ ۱۱۶۵ ۱۱۶۶ ۱۱۶۷ ۱۱۶۸ ۱۱۶۹ ۱۱۷۰ ۱۱۷۱ ۱۱۷۲ ۱۱۷۳ ۱۱۷۴ ۱۱۷۵ ۱۱۷۶ ۱۱۷۷ ۱۱۷۸ ۱۱۷۹ ۱۱۸۰ ۱۱۸۱ ۱۱۸۲ ۱۱۸۳ ۱۱۸۴ ۱۱۸۵ ۱۱۸۶ ۱۱۸۷ ۱۱۸۸ ۱۱۸۹ ۱۱۹۰ ۱۱۹۱ ۱۱۹۲ ۱۱۹۳ ۱۱۹۴ ۱۱۹۵ ۱۱۹۶ ۱۱۹۷ ۱۱۹۸ ۱۱۹۹ ۱۲۰۰ ۱۲۰۱ ۱۲۰۲ ۱۲۰۳ ۱۲۰۴ ۱۲۰۵ ۱۲۰۶ ۱۲۰۷ ۱۲۰۸ ۱۲۰۹ ۱۲۱۰ ۱۲۱۱ ۱۲۱۲ ۱۲۱۳ ۱۲۱۴ ۱۲۱۵ ۱۲۱۶ ۱۲۱۷ ۱۲۱۸ ۱۲۱۹ ۱۲۲۰ ۱۲۲۱ ۱۲۲۲ ۱۲۲۳ ۱۲۲۴ ۱۲۲۵ ۱۲۲۶ ۱۲۲۷ ۱۲۲۸ ۱۲۲۹ ۱۲۳۰ ۱۲۳۱ ۱۲۳۲ ۱۲۳۳ ۱۲۳۴ ۱۲۳۵ ۱۲۳۶ ۱۲۳۷ ۱۲۳۸ ۱۲۳۹ ۱۲۴۰ ۱۲۴۱ ۱۲۴۲ ۱۲۴۳ ۱۲۴۴ ۱۲۴۵ ۱۲۴۶ ۱۲۴۷ ۱۲۴۸ ۱۲۴۹ ۱۲۵۰ ۱۲۵۱ ۱۲۵۲ ۱۲۵۳ ۱۲۵۴ ۱۲۵۵ ۱۲۵۶ ۱۲۵۷ ۱۲۵۸ ۱۲۵۹ ۱۲۶۰ ۱۲۶۱ ۱۲۶۲ ۱۲۶۳ ۱۲۶۴ ۱۲۶۵ ۱۲۶۶ ۱۲۶۷ ۱۲۶۸ ۱۲۶۹ ۱۲۷۰ ۱۲۷۱ ۱۲۷۲ ۱۲۷۳ ۱۲۷۴ ۱۲۷۵ ۱۲۷۶ ۱۲۷۷ ۱۲۷۸ ۱۲۷۹ ۱۲۸۰ ۱۲۸۱ ۱۲۸۲ ۱۲۸۳ ۱۲۸۴ ۱۲۸۵ ۱۲۸۶ ۱۲۸۷ ۱۲۸۸ ۱۲۸۹ ۱۲۹۰ ۱۲۹۱ ۱۲۹۲ ۱۲۹۳ ۱۲۹۴ ۱۲۹۵ ۱۲۹۶ ۱۲۹۷ ۱۲۹۸ ۱۲۹۹ ۱۳۰۰ ۱۳۰۱ ۱۳۰۲ ۱۳۰۳ ۱۳۰۴ ۱۳۰۵ ۱۳۰۶ ۱۳۰۷ ۱۳۰۸ ۱۳۰۹ ۱۳۱۰ ۱۳۱۱ ۱۳۱۲ ۱۳۱۳ ۱۳۱۴ ۱۳۱۵ ۱۳۱۶ ۱۳۱۷ ۱۳۱۸ ۱۳۱۹ ۱۳۲۰ ۱۳۲۱ ۱۳۲۲ ۱۳۲۳ ۱۳۲۴ ۱۳۲۵ ۱۳۲۶ ۱۳۲۷ ۱۳۲۸ ۱۳۲۹ ۱۳۳۰ ۱۳۳۱ ۱۳۳۲ ۱۳۳۳ ۱۳۳۴ ۱۳۳۵ ۱۳۳۶ ۱۳۳۷ ۱۳۳۸ ۱۳۳۹ ۱۳۴۰ ۱۳۴۱ ۱۳۴۲ ۱۳۴۳ ۱۳۴۴ ۱۳۴۵ ۱۳۴۶ ۱۳۴۷ ۱۳۴۸ ۱۳۴۹ ۱۳۵۰ ۱۳۵۱ ۱۳۵۲ ۱۳۵۳ ۱۳۵۴ ۱۳۵۵ ۱۳۵۶ ۱۳۵۷ ۱۳۵۸ ۱۳۵۹ ۱۳۶۰ ۱۳۶۱ ۱۳۶۲ ۱۳۶۳ ۱۳۶۴ ۱۳۶۵ ۱۳۶۶ ۱۳۶۷ ۱۳۶۸ ۱۳۶۹ ۱۳۷۰ ۱۳۷۱ ۱۳۷۲ ۱۳۷۳ ۱۳۷۴ ۱۳۷۵ ۱۳۷۶ ۱۳۷۷ ۱۳۷۸ ۱۳۷۹ ۱۳۸۰ ۱۳۸۱ ۱۳۸۲ ۱۳۸۳ ۱۳۸۴ ۱۳۸۵ ۱۳۸۶ ۱۳۸۷ ۱۳۸۸ ۱۳۸۹ ۱۳۹۰ ۱۳۹۱ ۱۳۹۲ ۱۳۹۳ ۱۳۹۴ ۱۳۹۵ ۱۳۹۶ ۱۳۹۷ ۱۳۹۸ ۱۳۹۹ ۱۴۰۰ ۱۴۰۱ ۱۴۰۲ ۱۴۰۳ ۱۴۰۴ ۱۴۰۵ ۱۴۰۶ ۱۴۰۷ ۱۴۰۸ ۱۴۰۹ ۱۴۱۰ ۱۴۱۱ ۱۴۱۲ ۱۴۱۳ ۱۴۱۴ ۱۴۱۵ ۱۴۱۶ ۱۴۱۷ ۱۴۱۸ ۱۴۱۹ ۱۴۲۰ ۱۴۲۱ ۱۴۲۲ ۱۴۲۳ ۱۴۲۴ ۱۴۲۵ ۱۴۲۶ ۱۴۲۷ ۱۴۲۸ ۱۴۲۹ ۱۴۳۰ ۱۴۳۱ ۱۴۳۲ ۱۴۳۳ ۱۴۳۴ ۱۴۳۵ ۱۴۳۶ ۱۴۳۷ ۱۴۳۸ ۱۴۳۹ ۱۴۴۰ ۱۴۴۱ ۱۴۴۲ ۱۴۴۳ ۱۴۴۴ ۱۴۴۵ ۱۴۴۶ ۱۴۴۷ ۱۴۴۸ ۱۴۴۹ ۱۴۵۰ ۱۴۵۱ ۱۴۵۲ ۱۴۵۳ ۱۴۵۴ ۱۴۵۵ ۱۴۵۶ ۱۴۵۷ ۱۴۵۸ ۱۴۵۹ ۱۴۶۰ ۱۴۶۱ ۱۴۶۲ ۱۴۶۳ ۱۴۶۴ ۱۴۶۵ ۱۴۶۶ ۱۴۶۷ ۱۴۶۸ ۱۴۶۹ ۱۴۷۰ ۱۴۷۱ ۱۴۷۲ ۱۴۷۳ ۱۴۷۴ ۱۴۷۵ ۱۴۷۶ ۱۴۷۷ ۱۴۷۸ ۱۴۷۹ ۱۴۸۰ ۱۴۸۱ ۱۴۸۲ ۱۴۸۳ ۱۴۸۴ ۱۴۸۵ ۱۴۸۶ ۱۴۸۷ ۱۴۸۸ ۱۴۸۹ ۱۴۹۰ ۱۴۹۱ ۱۴۹۲ ۱۴۹۳ ۱۴۹۴ ۱۴۹۵ ۱۴۹۶ ۱۴۹۷ ۱۴۹۸ ۱۴۹۹ ۱۵۰۰ ۱۵۰۱ ۱۵۰۲ ۱۵۰۳ ۱۵۰۴ ۱۵۰۵ ۱۵۰۶ ۱۵۰۷ ۱۵۰۸ ۱۵۰۹ ۱۵۱۰ ۱۵۱۱ ۱۵۱۲ ۱۵۱۳ ۱۵۱۴ ۱۵۱۵ ۱۵۱۶ ۱۵۱۷ ۱۵۱۸ ۱۵۱۹

وہ محمدیوں کے عقیدے میں وہ بھی خدا کو وحدہ لا شریک کہتے رہے اور کبھی تثلیث کا دعویٰ نہ کیا
 محمدی بھی یہ کہتے ہیں حضرت عیسیٰ بھی اپنے آپ کو بندہ سمجھتے رہے چنانچہ انجیل موجود ہے محمدی بھی
 ان کو بندہ ہی سمجھتے ہیں علاوہ بریں ان کی شان میں ہرگز کسی قسم کی گستاخی نہیں کرتے نہ ان کی نسبت
 ملعون ہونے کی خیال کو دہن جگہ دیتے ہیں اور نہ آسمان عذاب کو ان کی نسبت ممکن الوقت سمجھتے
 ہیں بلکہ تو شخص حضرت عیسیٰ کی نسبت اس قسم کے عقیدے رکھے اُس کو دشمن دین و ایمان اور بے دین
 اور بے ایمان سمجھتے ہیں اور حضرت انصاریوں کا یہ حال باوجود مخالفت اعتقاد و یہ سب کچھ گستاخان
 بھی کیے جاتے ہیں اور پھر اپنے آپ کو عیسائی کہتے جاتے ہیں کبھی یہ ترقی کہ خدا بنا دیا کبھی یہ تنہا کہ خدا
 میں نیچا دیا آپ پادری صاحب انصاف فرمائیں کہ حضرت عیسیٰ کا اتہام ہم کرتے ہیں یا وہ کرتے ہیں
 باقی رہا پادری صاحب کا یہ فرمانا کہ عیسائی حملہ داری سے پہلے ہندوستان میں یہ لوٹ مارتی کہ چوروں
 قزاقوں سے بچنا ایک امر محال تھا اور جب سے عیسائی حملہ داری آئی جس سے اس امن و امان ہے کہ سونا
 اچھالتے چلے جاؤ کوئی شخص نہیں پوچھتا کہ تم کون ہو اس ارشاد سے مجھ کو کمال درجہ حیرت ہی اگر
 یہ بات اور کوئی صاحب فرماتے تو فرماتے پادری اسکاٹ صاحب کی معقول دلی پر راستہ لال کمال
 تعجب انگیز ہے میں نے تو جب سے یہ سنا تھا کہ پادری صاحب معقول میں باہرین صلہ تصنیف لڑا منطق
 میں سرکار سے پاسور و پلہ انعام پا چکے ہیں یوں غلط تھا کہ دیکھتے کیا کہہ ہوں گے مگر انہوں نے یہ
 ایسی بات کہی کہ کوئی معقول ان کی بات نہ کہے کیا پادری صاحب کے کتب منطق میں یہ نہیں دیکھا کہ ہند
 اتنی ناتمام ہوتا ہے منہج تالی منہج وضع مقدم نہیں ہوتی اتنا سے مؤثر رہ سکتا لال نہیں ہو سکتا پھر کو گرم
 پائین تو یہ ہیں کہہ سکتے کہ آگ ہی سے گرم ہوا ہے یہ بھی تو احتمال ہے کہ آفتاب سے گرم ہو گیا ہوا الغرض
 اثر کی جانب محسوس کا احتمال ہوتا ہے اس لیے اُس کے وسیلہ سے غرض مؤثر رہ سکتا لال نہیں ہو سکتا
 پھر پادری صاحب نے یہ کیونکر کہا کہ یہ امن و امان عیسائی حملہ داری ہی کی برکت ہے نہیں اس امن و امان کی
 علت بخیر پاس ملک آئے دے ترقی تجارت اور کچھ نہیں مذہب سے اس بات کو کچھ علاوہ نہیں ادھر ہم دعویٰ
 کرتے ہیں کہ ہمارے خلفاء کے زمانے میں وہ امن و امان تھا کہ کبھی نہ ہوا ہو اگر یہی بات دلیل ضمانت مذہب سے

تو دین محمدی بدرجہ اولیٰ حق ہوگا علاوہ برین کچھ گناہ اس چوری اور قزاقی ہی میں منحصر نہیں جو بہرہ خیال ہو کہ برکت دین عیسوی گناہوں سے نجات میسر آگئی انجیل و تورات میں خنصریر کی حرمت موجود ہے ہم دعوے کیے تھیں کہ اہل اسلام میں سے کوئی شخص سور کا گوشت نہیں کھاتا جو اس جرم کا الزام اس کے سر پر آئے اور نصرانیوں میں شاید ایسا کوئی ہو جو اس گناہ سے بچا ہوا ہو تورات انجیل میں شراب کی نفی موجود ہے اور ہم دعوے کرتے ہیں کہ اہل اسلام میں بہت کم اس بلا میں مبتلا ہوں گے اور نصرانیوں میں بہت کم آدمی اس بلا سے بچے ہوئے ہوں گے علیٰ ہذا القیاس سرکار کی عملداری میں زنانہ کی جتنی کثرت ہوئی ہے اس قدر کبھی نہ ہوئی ہوگی جس پر خاص لندن اور انگلستان کحال تو پوچھیے ہی نہیں کیا پادری صاحبوں کو لندن کے اخباروں کی انٹک خبر نہیں کہ وہ کیا لکھتے ہیں ہر روز کی سوچتے ولد الزنا پیدا ہوتے ہیں اور صبح کو راستوں پر پڑے ہوئے ملتے ہیں یہ باتیں گناہ نہیں تو اور کیا ہو علیٰ ہذا القیاس اور بہت سی ایسی باتیں ہیں ہزاروں تورات انجیل منوع ہیں اور نصرانیوں میں مروج ہیں پھر کوئی کہہ دیکھے کہ برکت دین عیسوی ہندوستان سے چوری قزاقی اسیلے موقوف ہو گئی کہ اس دین کا اثر یہی ہے کہ گناہوں سے آدمی محترز ہو جائے اس تقریر میں وقت مقرر ختم ہو گیا اسیلے وہ ایسا تو بیٹھے اور پادری محی الدین ایشاوری کھڑے ہوئے اول تو مولوی صاحب کے طرف مخاطب ہو کر یہ فرمایا کہ اپنے کل بھی بعض کلمات سخت کہے تھے اور آج بھی آپ نے بعض کلمات سخت بیان کیے اسطرح تھا کہ پہلے دن تو مولوی صاحب نے احکامات انجیل کہ وقت اثبات تحریر بول دہرا سے تنبیہ دی اور اس وقت پادری صاحب کو چار سے تشبیہ دی گئی اس پر غالباً مولوی صاحب نے اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے یہ فرمایا کہ گستاخی نہیں مثال فرضی میں گستاخی نہیں ہوتی خیر یہ تو اوپر کی بات تھی پادری صاحب نے شکایت گستاخی کے بعد بلکہ اس گستاخی کی پاداش میں سیفدر تیز و تند یعنی چیر بھین ہو کر اور یہ فرمایا کہ ہم تمہارے سن والے کا لحاظ کرتے ہیں یہ فرمایا کہ آپ جو حضرت عیسیٰ کی الوہیت پر اعتراض کرتے ہیں یہ کیسے ہتھاری ہی کتاب و صفۃ الانبیاء میں جس کے مصنف کا نام ریاض الدین رومی ہے اور وہ کتاب اہل اسلام کے نزدیک معتبر حضرت عیسیٰ کی الوہیت کو خوب ثابت کیا ہے اور یہ لکھ لکھ عبارت عربی میں وہ الفاظ صحیح

۱۔ یہودیوں جو خود کو
خدا کا بیٹا کہتے ہیں
یہودیوں کی نفرت
اور یہودیوں کی نفرت
اس جرم کی سزا
یہودیوں کی نفرت
علاوہ برین کچھ گناہ
تو مولوی صاحب کی
تقریر میں اس کا
ان باتوں کا اہتمام
ہو گا مولوی صاحب کی
فرضی جگہ پر بیٹھے ہوئے
تقریر میں اس کا
کیا اور الزام نہ کر
ایضا یہ ہے

نہ اعراب ٹھیک نہ کلمات میں ربط بنام نہاد حدیث بیان کی ہر چند وہ عبارت بجنسہ یا نہین ہی اتنی بات یا رہے کہ اول انھوں نے عبد اللہ بن عمر عین کے پیش اور رے کی تنوین کے ساتھ کلمہ کے واقفان عرب کو ہنسایا کہ ایک عبارت پڑھی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے ایک شخص سے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ ہوائے خدا کسی کو سجدہ نہ کرنا چاہیے مگر حضرت آدم اور حضرت عیسیٰ کو لوگوں نے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ آپ نے فرمایا حضرت آدم میں شان الکوہیت تھی یہی وجہ تھی کہ فرشتوں نے سجدہ کیا اور حضرت عیسیٰ کی شان بن اللہ بختانہ فرماتا ہے ان مثل عیسیٰ عند اللہ مثل آدم اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ میں بھی شان الکوہیت ہر ایلے ان کو سجدہ کرنا چاہیے اور اگر میں ان کے سامنے ہوتا تو ان کو سجدہ کرتا جن اس قسم کے کلام بے سرو پا بیان فرما کر یہ فرمایا کہ ہم حضرت عیسیٰ کو انسان کمال اور موجود کمال و نون کہتے ہیں اور ان میں دونوں وصف انسانیت اور الوہیت پورے پورے ہمارے عقیدہ کے موافق موجود ہیں اوصاف قدوسیت اور بے نیازی تو بہت الوہیت سے ان میں موجود تھی اور حاجت بول برابر ہو کر پیاس غیر منافیات قدوسیت وغیرہ بہت انسانیت سے ان میں موجود تھی یہ اوصاف منافیت قدوسیت ان میں بہت انسانیت سے تھے نہ بہت الوہیت سے اور حاضران جلسہ میں سے ایک صاحب کا یہ بھی بیان ہو کر یہ بات انہیں پادری صاحب نے اس وقت فرمائی تھی کہ حضرت عیسیٰ کی الوہیت کی ایسی مثال ہے جیسے لوہے کو آگ میں گرم کر لیجئے تو وہ بھی ایک لگ ہی بن جاتا ہے مگر راقم الحروف کو یہ یاد نہیں آتا کہ یہ بات کس نے کہی تھی مگر یہ چہ با داپادری صاحب تو زور مار کر بیٹھے اور مولوی محمد قاسم صاحب کہہ رہے ہوئے اول تو یہ فرمایا کہ وہ ریاض الدین رومی بھی ایسے ہی ہو گئے جیسے آپ محی الدین پشاور ہی ہین آپ کی شکل و صورت بھی مسلمانوں ہی کیسی ہے نیچی ڈاڑھی کرتے پہنے ہوئے ہین نام بھی مسلمانوں ہی کا سا ہے آپ کو بھی کوئی دیکھا اور نام سنے تو مسلمان ہی سمجھو وہ بھی ایسے ہی ہونگے یہ بات پادری صاحب پر ایسی بھی کہ دیکھنے والے ہی جاتے ہین اُس وقت پادری صاحب کو خلاف توقع شرمنا ہی پڑا پھر مولوی صاحب نے فرمایا کہ اہل اسلام اس کتاب کا اس

مصنف کو جانتے بھی نہیں قرآن شریف کی آیت یا صحاح ستہ وغیرہ کی روایت ہوتی تو البتہ موقع بھی تھا کہ اتنی نا انصافی ہے کہ اپنی طرف سے ایک روایت بنالی اور اس پر اہل اسلام سے مقابلہ کو اموجود ہوئے اگر یہی انداز ہے کہ کسی کے بزرگوں کے نام کوئی عبارت یا روایت لگالی اور مقابلہ کو آپہنچے تو پھر اہل اسلام کو بھی بہت گنجائش ہے یہاں اگر اس روایت کو پادری صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے حضرت عیسیٰ کی اُلوہیت ثابت کرے تو یہ تو ہم بدست اور انجیل بر بنباہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ثابت کرینگے انجیل بر بنباہ میں صاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت موجود ہے غرض اگر روایت مثنیٰ الیہ سے حضرت عیسیٰ کی اُلوہیت ثابت ہوتی ہے تو انجیل بر بنباہ کی آیت بشارت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ثابت ہوتی ہے پھر کیا انصاف ہے کہ ہمیر تو ایسی روایات سے الزام لگائے کو تیار ہیں اور آپ انجیل بر بنباہ کی آیت کو نہ مانیں علاوہ برین یہ عبارت ہی خود اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ روایت جعلی ہے نہ الفاظ صحیح ہیں نہ اور کوئی بات ہٹکانے کی ہے اہل زبان کا یہ کام نہیں کہ اسی اہل عبارت ناکار امو نہ ہو نکالیں اس کے موضوع ہوئے ہیں کچھ نہ شک شبہ نہیں بلکہ الزام دینا منظور تو ہماری کتب معتبرہ سے دینا چاہیئے قرآن شریف کی آیت لایئے یا صحاح ستہ وغیرہ کتب معتبرہ مشہورہ احادیث کی روایت دکھلائے ہماری تمام کتب معتبرہ مشہورہ میں سجدہ غیر کی ممانعت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بندہ ہونیکا دعوے ایسا اکہلا اکہلا کثرت لکھا ہے کہ سب جانتے ہیں کوئی مذہب ایسا نہیں کہ اہل اسلام کے اس اعتقاد اور اُن کے تمام کتب کی شہادت اس اعتقاد پر نہ جانتا ہو غرض قرآن شریف اور تمام کتب احادیث جو ماخذ اعتقاد اہل اسلام ہیں حضرت عیسیٰ کے بندے ہونے اور خدا ہونے سے ملا مال ہیں پھر کس موہنہ سے پادری صاحب نے اس روایت کو پیش کیا اپنے گھر کی خبر نہیں کہ انجیل بر بنباہ کیا کہتی ہے بانی یہ جو پادری صاحب نے ارشاد فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تین تین انسان کامل بھی بن اور مسموعہ کامل بھی جہت انسانیت سے اہل و شرب مرض موت بول برازا ون کو لاحق تھے اور اور بے نیازی و قدوسیت وغیرہ جہت اُلوہیت سے اُن کو حاصل تھی سو یہ ایک ایسی مہمل بات ہے کہ

۱۰
خبرداران میں سے
ایک شخص بننا بھی
میں ایک بنی ہوئی
وہ بھی منسوب ہے
یہ انجیل شریف
حضرت بننا نہیں
کہ حضرت بننا نہیں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وہ کی بشارت موجود
ہے انجیل شریف
کے الفاظ سے بھی کوئی
تباہ نہیں حالانکہ یہ
انجیل اور مشہور کتب
ہماری مشہور کتب
کو تو اہل اسلام میں سے
کوئی باوجود نہیں بلکہ
اس مذہب سے ہے بلکہ
اہل اسلام کے کاہنوں
روایت ہوتی ہیں

کوئی محال اس کو قبول نہیں کر سکتا جیسے باپ بیٹا اور بیٹا باپ نہیں ہو سکتا ایسے ہی بندہ خدا اور خدا بندہ عابد معبود اور معبود عابد نہیں ہو سکتا وہ محال ہے تو یہی محال ہے اور اگر بغیر محال یہ محال تسلیم بھی کیا جائے خدا کی اور بندگی دونوں حضرت عیسیٰ میں مجتمع مان لی جاویں تو بائبل لکھا کہ اس صورت میں اللہ اور انسان ایک ذات واحد عیسوی ہوگی اور یہ دونوں حسب نعم نصاریٰ اُن میں حقیقی ہوں گے تو انسانیت کے عیوب اور نقصانات سب کے سب جہت الوہیت کو لاحق ہوں گے اور ایسی صورت ہو جائیگی جیسے کہ تہ انگر کہہ وغیرہ کہ نہ انگر کہہ وغیرہ بھی ہوتا ہے اور کپڑا بھی ہوتا ہے انگر کہہ وغیرہ اگر ناپاک ہو جائے تو کپڑا بھی ناپاک ہو جاتا ہے اور کپڑا اگر ناپاک ہو جائے تو انگر کہہ وغیرہ بھی ناپاک ہو جاتا ہے غرض اگر ایک ناپاک ہو جاتا ہے تو دوسرا بھی ساتھی ناپاک جاتا ہے وہ ہر گز پاک نہیں رہ سکتا اگر اسی طرح بالفرض والتقدیر الوہیت اور انسانیت ذات عیسوی میں مجتمع ہو جائیں تو عیوب انسانیت خواہ مخواہ الوہیت کو لاحق ہوں گے وہ اُن عیوب سے متبرک نہیں رہ سکتے یہاں تک تو اُن باتوں کے جواب میں جنکو ہم یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ پادری محی الدین نے بیان کی تھیں رہی وہ بات جس میں شک و شبہ کہ قائل اسکا کون تھا یعنی یہ بات کہ حضرت عیسیٰ کی الوہیت کی صورت ایسی ہے جیسے وہ ہے کو آگ میں تھوڑی دیر ڈالے رکھتے ہیں تو وہ بھی آگ بجاتا ہے اسکا جواب میں خواہ پادری محی الدین کی کہی ہوئی ہو خواہ کسی اور کی غالباً مولوی صاحب نے یہ فرمایا تھا کہ اس مثال سے صاف یہ بات عیان ہے کہ خدا ایک ہر متعدد نہیں اور حضرت عیسیٰ بندہ ہیں خدا نہیں وہ اس کی یہ ہے کہ لوہا دیکھنے میں ظاہر پرستوں کو ہم رنگ تشن نظر آتا ہے حقیقت میں ہر وقت بھی وہ لوہا لوہا ہی رہتا ہے آگ نہیں ہو جاتا ہے فقط پر توہ آتش سے اُس کا رنگ بدل جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ آگ سے علیحدہ کر لیجیے تو پھر وہ لوہا اپنی حالت پہلی پر آ جاتا ہے اگر واقعی آگ ہو جائے تو آگ اور انگاروں کی طرح ساتھ رہتا یا علیحدہ ہوتا تو دونوں حالتوں میں یکساں ہوتا اور شاید اسی اعتراض کے وقت بجز دینے کے مولوی صاحب نے کرسی سے کھڑے ہو کر یہ کہہ لیا تھا کہ دیکھئے پادری صاحب ہر وقت تخلیث سے انکار کرتے ہیں اور میں جانتا ہوں کہ وجہ یہی ہے کہ

یہ آفری ذکر کیا رہی تھی
ہو ایسے اُن کی آفری
سیت بھی مومن کوئی
لازم جو اس وقت ہوئی
یاد رہی صاحبِ یاد
گوئی یہ نام کا کوئی
بزدلی تھی کیا
جو تو تقریباً کیا
سے اسی اس واقعے
نہانی صاحبِ کلام
جو تیرے کے احباب
ان کوئی الزم کیا
چاہیہ اس

تھی جو اوپر مذکور ہوئی اس کے بعد مولوی صاحب بیٹھے پر کسی پادری صاحب کو یہ حوصلہ ہوا کہ ان اعترافوں کا جواب دیتا یا ان جوابوں پر نقض کرتا جو مولوی صاحب کے سنے تھے ان اتنا ہوا کہ پادری نولس صاحب کھڑے ہوئے اور دیر تک چلا چلا کر اپنے مذہب کے فضائل بے دلیل بیان کرتے رہے یا وہی پہلے مضمون اعادہ کرتے رہے بلکہ الفاظ کا پیچہ تھا ورنہ اسی تقریر اول کا اٹھا تھا کوئی نئی بات بھی نکلی چہ جائیکہ اعترافوں کا جواب دیتے غرض پھر کوئی ایسی بات کسی نے نہ کہی جو سنی سنانے کے قابل ہو بجز سبغ غرضی اور کچھ ہتھمنا البتہ قابل بیان و باتیں اور یہیں جبکا وقت اور موقع یا نہین رہا فقط وہ باتیں یاد رہ گئی ہیں ایک تو یہ کہ کسی موقع میں پادریوں کی طرف سے صبح کے جلسہ میں یا تیسرے پہر کے جلسہ میں کسی نصرانی نے اتفاقاً شیطان کا ذکر کیا تھا وغالباً غرض یہ ہوگی کہ گناہ کا باعث شیطان ہے اس پر پنڈت صاحب نے یہ فرمایا تھا کہ دنیا کے باتنا بھی اتنا تو انتظام کر لیتے ہیں کہ اگر ان کے ملک میں کوئی لٹیر یا قراق کھڑا ہو جاتا ہے تو اس کو گرفتار کر لیتے ہیں اور قتل کر دیتے ہیں اور یہ تو کوئی بادشاہ بھی نہیں کرتا کہ اپنے ملک میں ڈاکو اور قراق اپنی طرف سے چھوڑ دے کیا خدا کی طرف یہ گمان ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے ملک میں دین کا قراق چھوڑ دے اور اس کو اسی کام پر مقرر کر دے اس کو تو یہ مناسب تھا کہ اگر بالفرض والتقدیر ایسا ہوتا بھی تو اس کو گرفتار کر لیتا یہ کہ اٹنا اپنی طرف سے اس کام کے لئے اس کو مقرر کرتا اس کے بعد پادری نولس صاحب نے یہ فرمایا تھا کہ اگر پنڈت جی شیطان کا انکار کرتے ہیں تو یوں کہو کہ یہ سب بُرائی خدا تعالیٰ کرتا ہے کیونکہ اس صورت میں کم سے کم اتنا تو کہنا پڑیگا کہ ایسے بُرے آدمی خدا نے پیدا کیے جسے بُرے کام چھوڑیں آئے غرض اگر شیطان کو نہ مانا جائے اور بُرائی کو آدمیوں کے حق میں ذاتی ہی کہے تو یہ بُرائی اور نکات بھیگی کیونکہ اس وقت بُرائیوں کا خالق خدا کو کہنا پڑیگا دوسرے ایک اور بات بھی ایسی ہی ہے کہ اس کا موقع یاد نہ رہا جس کی وجہ سے اس کے لکھنے کا اتفاق نہ ہوا اور حقیقت میں لکھنے کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ پادریوں میں سے کسی نے کسی بات کے بیان میں کہیں جنت کا ذکر کر دیا تھا اس پر پنڈت صاحب نے یہ فرمایا تھا کوئی تلبائے توجہ نہ کہان ہے اس پر

مولوی محمد قاسم صاحب نے اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے یہ فرمایا کہ پڑت صاحب اگر ہکو وقت تقریر یا جائیگا تو انشاء اللہ ہم آپ کو تبادیلے لے کر اس کے بعد یہ وقت ہی غلامکے پادری فوس صاحب کے خاموش ہونے کے بعد جو مولوی محمد قاسم صاحب کھڑے ہوئے تو پادریوں نے ایسی ہٹ مصرمی کی جس کا کوئی ٹھکانا نہیں تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ہنز چار بجے میں بھی کسی قدر دیر تھی اور بایں وجہ کہ شروع جلسہ میں آدمہ گھنٹا اس تکرار میں ضائع ہو گیا تھا کہ اس وقت کون سے سوال پر بحث ہونی چاہیے یہ پھیر گئی تھی کہ آدمہ گھنٹہ چار کے بعد بڑا دیا جائے اور اہل اسلام نے بھی یہ کہہ لیا تھا کہ خیر آج ہم ساڑھے چار بجے ہی نماز پڑھ لینگے ابھی آدمہ گھنٹہ کی اور گنجائش تھی مگر اسپر بھی پادری لوگ کھڑے ہو گئے اور یہ کہا جلسہ کا وقت ختم ہو گیا مولوی صاحب اور دینی سیان حضرات اور تیر اور اہل اسلام نے ہر چند اصرار کیا کہ زیادہ نہیں دو چار منٹ جو چار بجے میں باقی ہیں میں ہم کچھ کہہ لینگے مگر پادری صاحبوں نے ایک نہ سنی اہل اسلام کا غلبہ یوں تو تقریرات گزشتہ سے ثابت ہی تھا پر یہ انکار و اصرار ان کے غلبہ در عیسا یوں کی شکست کے لیے ایسا ہو گیا جیسا غنیمت کا میدان سے بھاگ جانا ہوا کرتا ہے پھر اس طرح یہ کہ اس مراکھی اور پڑتانی میں جو رنج پنہانی کے باعث پادریوں کو لاحق تھی پادری لوگ اپنی بعض کتابیں بھی وہیں چھوڑ کر ان کے اٹھانے کی بھی ہوش نہ رہی القصہ اس وقت پادریوں کو پھر اس بات کے اور کوئی بات اپنی دامن گزاری کے لیے سہمہ میں نہ آئی اور پادریوں کا یہ کھڑا ہو جانا اس وقت ہندوؤں کے لیے غالباً غنیمت معلوم ہوا وہ بھی ان کے ساتھ ہو لیے پر یہ بات عام و خاص کی نگاہوں میں اہل اسلام کے غلبہ پر اور بھی دلیل کامل ہو گئی مگر جب مولوی صاحب نے یہ دیکھا کہ حضرت عیسانی کسی راہ میں مانتے تو مولوی صاحب نے یہ فرمایا کہ اچھا آپ نہ نیلے ہم اپنی طرف سے بیان کیے دیتے ہیں مگر پادری صاحبوں نے بغرض برہمی جلسہ شور کرنا شروع کر دیا ایک طرف تو ایک صاحب انجیل لیکر کھڑے ہو گئے اور ایک طرف کچھ انکار و اصرار کا شور مچا اس لیے اس وقت تو مولوی صاحب باخیال کہ ناحق نماز عصر میں یہ ہوتی ہے نماز کے لیے تشریف لے گئے اور پھر نماز سے فارغ ہوتے ہی

اُسی موقع پر پہنچ کر اُس چوکی پر جس پر گھنگو کرنے والے کھڑے ہو کر تے تھے کھڑے ہوئے دیکھ کر
 ہی اطراف و جواب سے لوگ آپہنچے مولوی صاحب نے اول یہ فرمایا کہ مجھے ہر چند چاہا کہ پادری جیسا
 ہماری ایک دو بات سن لیں پر چونکہ اہل اسلام سے عہدہ برائی لگی امید نظر نہ آئی تو انجام کار
 یہ کام کیا اور بعد اس کے اس قسم کی باتیں فرمائیں کہ اہل جلسہ کو یہ بات بخوبی معلوم ہو گئی کہ اہل
 اسلام کے اعتراضوں کا کسی نے جواب نہ دیا اور اہل اسلام نے سب کے اعتراضوں کا جواب ایسا
 دیا کہ پھر کسی کو جواب نہ آیا اور پھر کچھ ایسا کہا کہ اب بروے انصاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت
 ہو گئی اور کسی شخص کو بروے انصاف کوئی عذر باقی نہیں رہا اور اسی ضمن میں پادری صاحب کی
 اس تقریر کا جواب دیا جو انہوں نے اعادہ کر کے بیان کی تھی مگر چونکہ اُن جوابوں کے مضمون
 بھی قریب قریب انہیں جوابوں کے تھے جو مولوی صاحب اول دے چکے تھے اس لیے اُن کے
 لکھنے میں بجز تطویل اور کچھ چنداں محال نہیں مگر اُن پادری لوگ گھبراہٹ میں جو دو کتابیں لکھ کر
 چلے گئے تھے جس وقت مولوی صاحب نے بعد نماز پھر کچھ بیان کرنا شروع کیا تو اُس وقت پادری
 جان ٹاس گھبرائے ہوئے آئے اور یہ کہا کہ ہماری دو کتابیں لکھیں حاضران جلسہ نے کہا پادری
 صاحب ایسے کیوں گھبرائے تھے کہ کتابیں بھی چھوڑ گئے عرض مولوی صاحب بعد انصرام و مانے
 چلے اور لوگوں کا یہ حال تھا کہ کوئی واہ وا کہتا جاتا تھا کوئی سلام کرتا تھا راقم الحروف نے دیکھا
 کہ اُس وقت بعض ہندوؤں نے یہ کہا کہ واہ مولوی صاحب اور بعض ہندو آتے تھے اور مولوی صاحب
 کو سلام کرتے تھے بالکلہ اہل اسلام کا غلبہ اُس وقت سب کے نزدیک آشکارا تھا اس کے بعد دیکھا کہ
 پادریوں نے چلنے کی تیاری کر دی اور وعدہ و وعظ جو چار بجے پر ٹھہرا تھا وہاں نہ کیا اور ہر ٹیٹ صاحب
 اور منشی اندرین صاحب چاند پور کو چل دیئے اس لیے بحیوری اہل اسلام نے بھی قصد روانگی کیا
 کیونکہ ٹھہرنے کی ضرورت نہ رہی اور ہر جگہ میں ہر قسم کی تکلیف تھی بارش اولوں وغیرہ کا اندیشہ
 تھا پھر کس لیے وہاں رہ کر تکلیف اٹھاتے کچھ دن رہے وہاں سے روانہ ہوئے اور جب بارش
 مولوی محمد ظاہر صاحب ادن کے مکان پر فروکش ہوئے مگر وہ ادن کی مہمان نوازی اور دہلی وقت

آنکھوں میں پھرتی ہے صبح کو مولوی محمد علی صاحب اور مولوی محمد قاسم صاحب پاس پاس بیٹھے ہوئے تھے جو ایک صاحب تشریف لائے گو نام اُن کا راقم کو معلوم نہیں پر اہل اسلام میں سے تھے اور کیفیت ملاقات سے یوں معلوم ہوا کہ مولوی محمد علی صاحب کے کسی قسم کا سابقہ اور ربطہ تھا چونکہ چاندپور کے سیلے ہی کا افسانہ ہو رہا تھا تو انہوں نے بھی فرمایا کہ منصف صاحب فرماتے تھے اول روز میں بھی اُس وقت پہنچ گیا تھا جس وقت مولوی محمد قاسم صاحب نبوت کے متعلق تقریر کر رہے تھے وہ تقریر مجھ کو نہایت ہی درجہ پسند آئی اُس کے بعد مولوی صاحب نے پادری صاحب کو تو ایسا ذلیل کیا کہ غیرت ہو تو مومنہ نہ دکھائیں اور مجھ کو بڑا تعجب آتا ہے کہ مولوی صاحب کی اور میری ملاقات کبھی نہیں ہوئی پھر نہ معلوم انہوں نے کس طرح مجھ کو پہچان لیا جو بار بار میری طرف اشارہ کر کے یوں کہتے تھے کہ منصف صاحب ہی ہمارے حکم رہی اور شاید اسی روز پادری اسکاٹ صاحب مولوی عبد المجید صاحب کو بازار میں لگے مولوی صاحب کا بیان ہے کہ میں نے پادری صاحب سے کہا آپ نے وقت تقریر کوئی بات ایسی بات نہ کہی جو معقول ہوتی پادری صاحب نے فرمایا مجھ کو موقع نہ ملا اس کے بعد جناب مولوی محمد قاسم صاحب کی نسبت تویہ فرمایا کہ مولوی صاحب مولوی نہیں صوفی مولوی ہیں اور اس قسم کا علم اہل اسلام میں نہیں رہا اور پھر یہ کہا کہ کوئی شخص الہیات میں اہل اسلام کا ہم پلہ نہیں اسی روز یہ بھی ہوا کہ غالباً مولوی محمد قاسم صاحب نے مولوی محمد علی صاحب سے عرض کیا کیا کیسے یعنی اندر کی اور آپ کی گفتگو نہ ہوئی وہ کچھ بولے ہی نہیں یہ ارمان دل کا دل ہی میں رہا اگر آپ فرمائیں تو مولوی محمد ظاہر صاحب کی معرفت اُن کو ایک خط اس مضمون کا لکھا جائے مولوی محمد علی صاحب نے فرمایا میں نے تو ایک بڑے مسئلہ میں یعنی قدم عالم میں کچھ مختصر گفتگو شروع کی بھی تھی اور یہ مسئلہ ایک بڑا مسئلہ عقائد لالہ اندرسن ہے اسی پر بنا رہا نسخہ ہے جو اون کے نزدیک منجملہ عقائد ضروریہ ہے مگر وہ ایسے خاموش بیٹھے رہے کہ کھڑے بھی نہ ہوئے اور پنڈت دیات صاحب کی تقریر سے بھی بطلان قدم عالم اور بطلان اقوال لالہ اندرسن منہ نہ

کتاب تختہ الاسلام وغیرہ ظاہر تھا پس اب اسے مباحثہ کی کیا ضرورت ہو اور اگر آپ کو منظور ہو تو میں شاہچامپور میں
 ہوں آخر لالہ اندرن بھی اسی راہ سے مراد آباد کو جائینگے آپ انکو لکھ بھیجے چنانچہ مولوی محمد طاہر صاحب انکو لکھا کہ
 آپ براہ کرم ہماری ہنڈ دیا نزد صاحب تشریف لاکر قبول دعوت سے مرہون منت فرمائیں اس تقریر میں آپ کے او
 مولوی محمد علی صاحب کے مباحثہ کا بھی جلسہ ہو جائیگا مگر انہوں نے شاہچامپور آنے سے انکار کیا اور چونکہ صاف انکار
 اپنی توہین تھی تو یہ لکھا کہ آپ ہی مولوی صاحب کو لیکر بیان تشریف لے آئیں اس پر مولوی محمد طاہر صاحب نے اشارہ مولوی
 محمد قاسم صاحب حسب صلاح مولوی محمد علی صاحب پھر کر رکھا کہ چنگلین میں ورنہ ناپا کسے دیکھا اور انکا معجبر غاصت ہو گیا اب
 وہاں کون ہو جو مباحثہ کا لطف اور ہمایاں گاہ آپ فرماتے تو تھے ہی کہ ایک روز زمین شاہچامپور ہو کر مراد آباد جاوے گا
 اگر انشا راہ میں یہ جلسہ اور ہوتا تو ہر اولی بیان بوجہ شہرت مجمع بھی کثیر ہو جائیگا مگر انہوں نے پھر بھی انکار ہی کیا اور
 کہا میں آپ کے سکا نہیں آتا ان اگر مٹھی لنگا پر شاہچامپور چکی تبدیلی عمدہ ڈپٹی کلکری پر مقام شاہچامپور ہو گئی ہو تو انکو
 سکا نہیں آسکتا تاخیر بیان تو میں مراد آباد میں ہری اور مولوی محمد علی صاحب کی گفتگو ہو جائیگی اس انکار کر کر کو شکوہ
 میرٹھ کی خورجہ وغیرہ مقامات کے رہنے والے صاحب شوق مباحثین آئے تھے اور اس چھپر چھپر کو سنکر ٹھہر گئے تو چلے گئے مگر
 ان اس اہل شمار میں بعض صاحبوں نے مولوی محمد قاسم صاحب سے یہ کہا کہ آپ نے ہنڈ صاحب کے مقابلہ میں جب انھوں نے بہت
 کی نسبت یہ فرمایا تھا کہ کوئی شخص ہمیں بتلائی تو کسی بہت کماں ہو یہ فرمایا تھا کہ اگر ہر کو وقت لیا کہ تو ہم آپ کو بتلا دیں گے
 سو او وقت تو بوجہ نگلی وقت اس کے بیان کا اتفاق ہوا اور اس وجہ کو میں ارباب رنگت صاحب پر عرض ہوا کہ اگر آپ بیان فرما
 تو کیا فرماؤ وقت مولوی صاحب نے فرمایا پھر اب اس پر دینا میں ہم دیکھتے ہیں لذتیں خالی تکلیف نہیں اور تکلیفیں خالی
 راحت تو نہیں منافع خالی ضرر تو ہے نہیں اور ضرر میں خالی منفعت تو ہے نہیں کما نا پاتی ہر چند سلمان حرۃ اور نفع کی چیز
 مگر اس کے ساتھ پانچاں پیشاب کی خرابی اور امراض کے نقصان ایسے کچھ ہیں کہ کیا کسے اور کروی و فائیں اور فصل
 قطع پرید جراح اگر ہر دست سرمایہ تکلیف ہو مگر اس خام کار کو کسی ہی زمین ان کے ساتھ لگی ہوئی ہیں اس بات کو کہ نہیں سے
 یوں معلوم ہوتا ہے کہ بہترین سچیت شام و تکلیف و نفع و ضرر ایسے ہیں جیسے اعتبار گری و سردی خوشی و غمی و غمی و غمی
 عصری معلوم ہوتا ہے یعنی جیسے وہاں شیا متضادہ کے تمام ایک طرح مرکب حاصل ہو جاتا ہے ایسے ہی یہاں بھی
 سمجھو مرکبات عصری کی ترکیب میں اگر معلوم ہوئی ہو تو ایسی بات معلوم ہوتی ہے کہ گرمی سردی خوشی غمی ساری باتیں

لکھی صاحب کا
 پتہ لکھ کر بھیج دیا
 تھا جانتے تھے کہ
 مولوی صاحب کے
 تہذیب میں ہے

مركبات مذکورہ میں معلوم ہوتی ہیں در نہ ترکیب کرتے ہوئے کسے خدا القاد کو دیکھا ہے جب ہم اپنے بدن میں یہ ترکیبیں
 قلیل و کثیر یہ پوست ہر تو یہ سمجھیں کہ تاہو کہ ہمارے بدن میں ہر ذرہ خاکی ہر ذرہ اس یہ پوست کی اور کیا صورت تھی کیونکہ
 یہ پوست خاصہ خاک ہو سوا اسکے اور کسی چیز میں یہ بات نہیں ہو نہ جو خاکی کی یہ تاثیر ہو کہ ہمارے بدن میں یہ پوست
 پائی جاتی ہے ہر سطح رطوبت ہی کی مقدار کی مقدار اپنے بدن میں وجود ہوا اور وہ خاصہ آب ہر ایسے یہ بات واجب التسلیم ہو کہ ہمارے
 بدن میں لاریب جزو کا بی ہو گا علیٰ ہذا القیاس ہوا اور آگ کا سرار غفل آتا ہر گز یہی ظاہر ہو کہ جیسے یہ پوست اور رطوبت
 باہم ضد یکدگر ہیں اور آب و خاک اس بات میں مخالف یکدگر ہیں ایسے ہی معدن راکھ کو پتھر کا اور ہونگا اور خزن تکلیف کو پتھر کا
 جیسے مرکبات عنصریہ باعتبار کمی بیشی رطوبت و یہ پوست حرارت و برد و متخلف ہیں اور اس کی یہ وجہ ہو کہ کسی میں
 خاک زیادہ ہو تو کسی میں پانی زیادہ ہو سطح باعتبار راحت و تکلیف کے مرکبات کو خیال فرمائے کہ انکھول ہی سطح
 جد و جد ہو تو کسی میں پانی زیادہ ہو سطح باعتبار راحت و تکلیف کو بنایا ہو گا اور ان اصول میں ایک ایک بات کو سوا
 سطح اور کچھ نہ ہو گا جیسے آب خاک اصول رطوبت و یہ پوست میں ایک ایک ہی چیز خود دوسری چیز میں اس صورت میں
 ایک ایسا مقام اور طبقہ ماننا پڑے گا کہ جہاں فقط آرام ہو تکلیف صلا نہ ہو ہم ایسا بہشت کہتی ہیں یہ بہشت آنجا کہ
 آزار سے ناشر ہو اور ایک ایسا مقام اور طبقہ ہو گا کہ جہاں فقط تکلیف ہی تکلیف ہوگی آرام کا نام وہاں نہ ہو گا
 ہمارے سیکو و جن کہتے ہیں بالجلہ جیسے رطوبت یہ پوست وغیرہ کیفیات جسمانی کے لئے ایک بدی بدی اصل اور
 جدا جدا طبقہ ماننا لازم ہے اسی طرح آرام و تکلیف کے لئے بھی بدی بدی اصل اور جدا جدا طبقہ ماننا لازم ہے یہی ہے
 بات کہ وہ کسان ہیں اور کہہ رہے ہیں یہ سوال از رو عقل قابل اتمام نہیں موجود ہو نہ کہ یہ لازم نہیں کہ ہر کو معلوم ہے
 ہوا کہ خود اس زمین میں نہراں مقامات اور اشیا ایسی ہیں کہ ہر کو معلوم نہیں اگر زمین اور آسمان کا اندر ہوا وہ ہر کو معلوم
 نہ ہو تو کیا محال ہے اور ہوا اور زمین آسمان کے باہر ہو تو کیا متعین ہے اور اسی تقریر کے ساتھ وجہ ثبوت شیطان ملائکہ بھی
 معلوم ہے صاحب بیان کہ گویا تفصیل اس کی یہ ہو کہ آدمی کی رغبت اور توجہ ہر دم فقط تنگی یا بدی ہی کی طرف نہیں رہتی کہی
 آدمی کا دل تنگی کی طرف راغب ہو تو کبھی بدی کی طرف مائل ہے اس مختلف رغبت و میلان سے منظر ظاہر ہو کہ ترکیب
 روحانی بیشک ایسی در جزو فی ہوتی ہے جو باہم متضاد ہیں نہ ایک شے سے ایسی مختلف کیفیتیں پیدا ہونا ایسا ہی محال
 جیسے ایک عنصر خاکی یا آبی سے شگایہ پوست و رطوبت دونوں پیدا ہونا محال ہے جیسے دماغ کی ضرورت ہے اگر یہ دونوں

کیفیتیں کہیں مجتہد ہو جائیں تو دغض و کور و ہر محتج ہو گئے ایسی ہی بیان ہی خیال فرمایا جو ہر جہے مان ایک
کیلیے ایک جہا طبقہ ہر ایسے ہی بیان ہی ہر ایک کیلئے ایک جہا ہی طبقہ ہو گا جیسے دامن ہر طبقہ میں ایک ہی خاصیت
ہر ایسے ہی بیان ہی ہو گا ایسے یہ بات خواہ خواہ ماننی پڑے گی کہ ایک گروہ تو مخلوقات میں ایسی ہوگی کہ انکی خاصیت اصلی
بہلائی اور نیکی کی طرف رغبت ہوگی یوں جیسے بوجہ برف پائینین بوس آجانی جو زمین بھی اگر بوجہ خارجی برائی کی طرف
رغبت آجانی تو آجانی اور ایک گروہ مخلوقات میں ایسی ہوگی کہ انکی خاصیت اصلی الی کی طرف رغبت ہو یوں جیسے خاک میں
بوجہ آب طوبت آجانی ہو اگر بوجہ خارجی بہلائی کی طرف رغبت ہو جائے تو ہر گروہ کو ہم ملائکہ کہتے ہیں اور دوسرے گروہ کو
ہم شیاطین کہتے ہیں جیسے مزاج مرکبات عنصر میں اندر خارجی ہر فرق آجانی اور ایک ملائکہ کا غلبہ ہو جائے یا جیسا کہ پہلے
کہہ چکے ہیں اور دواؤں کو کھانے سو گری اور سو غذاؤں کے اور دواؤں کو کھانے سے سردی پیدا ہو جاتی ہے اور مزاج اصلی ہر
تغیر آجانی ہر ایسے ہی بیان ہی بوجہ اندر خارجی رغبت قلبی میں تغیر آجانی یوں ہے آئینکا باجملا ملائکہ اور شیاطین کا وجود
یہاں تک اس وقت مولو لکھنا ہے بیان کیا اس کے بعد مولو لکھنا کی اور تقریر میں اسباب میں معلوم ہوئیں انکو بھی درج
اور اق کیا جاتا ہے ایسے یہ گواہی ہے کہ اس تقریر کو تو فقط ثبوت شیاطین و ملائکہ اور ثبوت جنت و دوزخ معلوم ہوا اور
معلوم ہو جائے کہ یہ کہنا کہ اگر شیطان کو ماننے تو یہ معنی ہوگا کہ گویا خداوند عالم نے ہر ملک میں ایک قزاق اپنی طرف سے
چوڑ دیا ایسا ہی ہوگا کہ گویا پانی آگ ہوا وغیرہ کے نقصان کو خیال کر کے کوئی شخص باوجود دلالتِ رطوبت و گرمی
وغیرہ یہ کہو جائے کہ اگر جسم انسانی میں آگ ہو تو یوں کہ خدا نے ایسا کیا کہ کوئی شخص اپنے آپ چھ پرناے اور پر اپنی
اوسمیں آگ بھی لگا دی نہ پتھر میں عقل ہونہ وہ قرین قیاس اجمال جیسے باوجود دلالت آثار وجود عناصر میں ہوا
مذکور مثال کرنا غافل کا کام نہیں ایسے ہی باوجود دلالت آثار اشار الیہ وجود شیاطین میں بوجہ مذکور مثال ہونا
عقل ہر دور ہر جیسے ترکیب انسانی عناصر متفادہ و دلالت فطرت علیہ ایسی ہے کہ اس ترکیب سے ایک عمدہ نتیجہ پیدا ہوا
جسکو مزاج مرکب کہتے ہیں اور جسکے وسیلہ سے ہزاروں آماجیہ خیالیان ہوتے جو حیوانات میں مشہور ہوتے ہیں ایسی ہی فطرت
عالم میں شیاطین و ملائکہ وغیرہ کا ہونا بیشک ایسے عمدہ نتیجہ پیدا کر گیا کہ کیا کہیں اور کیوں نہ ہو حسن و جمال میں بہلی بری دونوں
قسم کی چیزیں ہوتی ہیں مکانِ عمدہ وہی ہے زمین پاخانہ بھی ہو ہی نہیں کہ سو آ پاخانہ اور سب چیزیں ہوا کرین
پاخانہ نہ ہوا لاکہ پاخانہ کا برا ہونا ایسا نہیں جو کوئی نہ جانتا ہوا آدمی تو بصورت فہی ہے جس میں انکے ناک خفا کیا

ابرو و سرنگان زلف و خط و خال بھی ہو حالانکہ خط و خال درابر و اوزراف و سرنگان کی بدلی آنکونگ و ظاہر ہر گاہ پافانہ نہ ہو
 مکان نقص ہوا و خط و زلف و خال و ابرو و سرنگان نہ تو آدمی کا جمال نامم جو جلیبی ایسی خراڑی چیز دین میں ہر حال
 کی ضرورت ہوئی تو ایسی بڑی گارخانہ کو حسن جمال کیلئے جو کوعالم دہلی کو میں کیونکر اس اجتماع کی ضرورت نہ ہوگی اور نہ ہی
 برائیاں عالم میں کہ اس کی آئینہ اوپر کیلئے کونیکظاہر ہو مگر قصہ عالم میں برابر اہل اہم کیلئے سبب ہو جائیں اور بدلائل
 پہلو بیات ثابت ہو چکی کہ واقعی موجود ہیں تو پھر اس قسم کو عرض جیہ پر بندت صاحب نے پادری صاحب کی توجہ دیکھ کر ہلکا
 انصاف کے نزدیک صحیح نہ ہو سکے اب اور سر شاہ جہان پور کے بلکہ دین مولوی صاحب اور ان کے رفقاء کو خط کا اتفاق ہوا تو ہندو کا تذکرہ
 ہی انگلیان اٹھی تھیں اس کو بعد ضلع سہارن پور میں بعض صاحبان نے پھر کر آخر تو مولوی ذوالفقار علی صاحب نے اس کے
 مدارس سرکاری ضلع سہارن پور کانچہ بند لائے فرمایا کہ ایک صاحب لکھنؤ نام ساکن سہارن پور میں انکو بھی اس قسم کی
 تحقیقات کا شوق ہو مٹی پیکر ڈال صاحب نے انکی خط و کتابت بھی تھی اور ان سے وعدہ دیا بھی اس سلسلہ میں تشریف لگے تو ہندو
 مہجرت میری انکی ملاقات ہوئی تو انہوں نے بھی ویسا ہی بیان کیا جیسا اہل اسلام نے اگر بیان کیا تھا بلکہ اس کو سنا بھی
 بیان کیا کہ ایک مولوی صاحب قاسم علی نام ہی طرف سے تہا کا حال کیا بیان کئے جو ان کے دل پر تو علم کی مہر ہوئی ہی تو مولوی صاحب
 فرمایا یہ معلوم ہوا کہ سرتی زبان سنکرت میں علم کی دیوی کو سرتی میں علی ہذا القیاس بعض صاحبان ہندو ان سے کہہ کر لے گئے
 معلوم ہوا کہ وہ ہی ساکن شاہ جہان پور ہیں اور وہ سلسلہ میں بھی تشریف لگے تھے انکو یاد آؤ کہ بعض اشیا و کتب کی برقا
 سے لگے روزانہ کا اتفاق ہوا راہ میں ہندو گنوار جو لے آئے کہ یہ کتے ہو چکا کہ پٹھان جیہ جو نیکہ شاہ جہان پور میں اہل اسلام
 اکثر پٹھان ہی ہیں چنانچہ ایو جہادہ شہر پٹھانوں کا مشہور ہے تو ہندو گنوار سب ہی اہل اسلام کو جو سلسلہ میں آئے
 پٹھان بھی تھے فقط اب التماس اہم حروف یہ کہ کہترین نے تاملہ و اصل حال میں کی بیخی نہیں کی اسی لیے جو
 ایسی تھی کہ کسی تقریر مستطہ ہوئی تھی یا اسکے مناسب تھی پر اس کے ذکر کی نوبت نہ آئی تھی اس کو حاشیہ پر لکھ دیا ہے
 اس وقت کے الفاظ یاد نہیں رہے اور نہ بہت کمضائیں کی ترتیب پر اطمینان ہو سکتا ہے جو بنہین کہ تقدیم تاخیر
 ہو گئی ہو اطلاع عرض کرو یا تاکہ سی صاحب کو اور کچھ جمال نہ ہو بلکہ ان سے کچھ عرض کیا ہے یہیں بعد کوئی بات زیادہ
 یا کم نہیں کی۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد و آلہ و صحبہ اہل بیتہ و ازواجہ و عہدین